نوبیل انعام یافتہ ناول

پہاڑ کی آواز

یاسوناری کاواباتا

ترجمہ محمد سلیم الرحمٰن

بک مارک

مشعل

یاسوناری کاواباتا

پہاڑ کی آواز

ترجمہ: محمد سلیم الرحمٰن

بک مارک، لاہور

مشعل، لاہور

یاسوناری کاواباتا

پہاڑ کی آواز

ترجمہ: محمد سلیم الرحمٰن

بک مارک، لاہور

مشعل، لاہور

پہاڑ کی آواز : یاسوناری کاواباتا

اردو ترجمہ : محمد سلیم الرحمٰن

ناشر: 1. مشعل پاکستان
آر بی 5، سیکنڈ فلور،
عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن،
لاہور 54600، پاکستان

2. بک مارک
پاک ٹی چیمبرز، 5-ٹیمپل روڈ، لاہور

ٹائٹل ڈیزائن: حمیرا محمود

پرنٹرز: سویرا آرٹ پریس، لاہور
قیمت مجلد: -/190
ISBN : 969 - 8225 - 06 - 4

تعارف

یاسوناری کاوا باتا پہلا جاپانی ادیب ہے جسے نوبیل انعام سے نوازا گیا۔ یہ 1968ء کی بات ہے۔ یوں تو بیسویں صدی میں بڑے بڑے جاپانی ناول نگار سامنے آئے مثلاً شیمازاکی توسون، ناتسومے سوسے کی، ناگائی کافو، شیگا ناویا، تانی زاکی جونی چیرو، لیکن نوبیل انعام کمیٹی کی نظر التفات سے محروم رہے۔ شاید دوسری عالمی جنگ سے پہلے ان کا کام یورپی زبانوں میں ترجمہ نہ ہوا ہو۔

کاوا باتا 1899ء میں اوساکا میں پیدا ہوا۔ ابھی شیر خوار تھا کہ ماں باپ دونوں چل بسے۔ وہ دادا یا نانا کے گھر پلا بڑھا۔ بچپن، لڑکپن اور نوجوانی میں بڑی تنہائی کا عالم دیکھا۔ ناولوں میں رچی ہوئی اداسی شاید اسی ناخواستہ تنہائی کی دین ہو۔ ٹوکیو شاہی یونیورسٹی سے جاپانی ادب میں ڈگری حاصل کی۔ 1936ء کے بعد بیشتر وقت کاما کورا میں گزارا جو ٹوکیو کے جنوب میں ہے۔ بظاہر اس کی زندگی پرسکون اور خالی از ہیجان تھی۔ جنگ کے دنوں میں قوم پرستانہ جنون سے الگ تھلگ رہا کہ بنیادی طور پر امن پسند آدمی تھا۔ نئے باصلاحیت لکھنے والوں کا کھلے دل سے حوصلہ بڑھاتا تھا۔ نوبیل انعام ملنے سے پہلے اسے جاپان کا سب سے بڑا ادبی انعام مل چکا تھا۔ 1972ء میں خودکشی کر لی لیکن کوئی خط یا رقعہ نہیں چھوڑا جس سے خودکشی کی وجہ پتا چلتی۔

اس کے ناولوں میں "برف دیس" "ہزار کونجیں" اور "پہاڑ کی آواز" مشہور ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ناولوں اور افسانوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اسے دقت ہوتی تھی۔ ایسی تصانیف کی تعداد خاصی ہے جنہیں وہ مکمل نہ کر سکا۔ اس میں تو کوئی کلام نہیں کہ کاوا باتا نے مغربی ادب سے بھی بہت کچھ سیکھا لیکن اس پر کوئی

صاف صاف ٹھپا نہیں لگ سکتا۔ ناولوں میں ایک سطح حقیقت پسندی کی ضرور ہے لیکن اس سطح کے نیچے جھانکنے پر جو کچھ نظر آتا ہے اس کی ماہیئت کے بارے میں کسی نتیجے پر پہنچنا آسان نہیں۔ کرداروں کی بے چارگی کا احساس بہت نمایاں ہے جیسے زندگی کے جبر اور پیچیدگی کے سامنے کوشش کے باوجود کوئی پیش نہ چلی ہو اور اپنی ہار کی طرف سفر میں، زاد راہ کے طور پر، صرف حسرتیں باقی ہوں۔ یہ حسرت آلود فضا یا زیاں کا احساس "پہاڑ کی آواز" میں بھی موجود ہے۔

✤✤✤

"ہنسی خوشی رہنے والے کنبے سب ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ہر ناخوش کنبے کی ناخوشی کا اپنا انداز ہے۔" ان الفاظ سے تالستائی کا ناول "اینا کارے نینا" شروع ہوتا ہے۔ کہنا یہ مقصود ہے کہ جس کنبے کے افراد آپس میں شیر و شکر ہوں ان کے درمیان کشیدگیاں نہ ہونے کے برابر ہوں گی۔ ایسے کنبے پر انگلی نہیں رکھی جا سکتی۔ وہ پوری طرح نظر نہیں آتا۔ اپنی موجودگی کا احساس نہیں دلاتا۔ ہماری توجہ ہمیشہ انہیں چیزوں پر زیادہ رہتی ہے جو نظر میں کھٹکیں۔ اس کے برعکس جب کوئی کنبہ خانہ جنگی کا شکار ہو تو اس میں کشیدگی مدوجزر کی طرح گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ اس کے سٹیج پر جاری ناگوار ڈراما فوراً ہمیں اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ جس طرح کسی فرد کی انگل چھاپ کسی دوسرے کی انگل چھاپ سے نہیں ملتی اسی طرح پھوٹ کے شکار ہر کنبے کی ان بن کے نشیب و فراز کسی دوسرے ٹوٹتے پھوٹتے کنبے کی ان بن کے نشیب و فراز سے میل نہیں کھاتے۔

کاوا باتا کے ناول "پہاڑ کی آواز" میں ایسے ہی کنبے کی کہانی ہے۔ کنبے میں چھوٹی چھوٹی دراڑیں پڑ چکی ہیں اور یہ دھڑکا ہر وقت لگا رہتا ہے کہ کوئی بڑی دراڑ آ جانے سے کنبہ ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے۔ یہاں ہم تالستائی کے ناول کے عظیم الشان کینوس، برتر از زندگی کرداروں اور گمبھیر پلاٹ سے دوچار نہیں ہوتے۔ کاواباتا اس وضع کا ناول نگار ہے ہی نہیں۔ وہ تو پرسکون رہ کر، رک رک کر چلتے ہوئے، ایک کنبے کو بے اطمینانی کی طرف بڑھتے دکھاتا ہے۔

ناول کا مرکزی کردار شنگو ہے۔ وہ کنبے کا سربراہ ہے۔ ساٹھ سال سے اوپر کا ہو

چکا ہے۔ بر سرروزگار اور خوش حال ہے۔ لیکن اس ظاہری آسودگی کی حیثیت مجاز سے زیادہ نہیں۔ حقیقت وہ ہے جو پرانی حسرتوں کے روز بروز بڑھتے بوجھ اور نئے خلفشار کے ختم نہ ہونے والے دباؤ کے روپ میں شگو کے شب و روز کو مکدر کرتی رہتی ہے۔

شگو بھی اسی مشکل سے دوچار ہے جس سے اکثر لوگوں کا سابقہ پڑتا ہے۔ کسی فرد یا شے سے وابستہ کوئی یاد' جو کبھی دنیوی زندگی میں مسرت یا حسن کی معراج معلوم ہوئی تھی لیکن جسے اپنانے میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ جیسے کسی دروازے سے جنت کی جھلک نظر آئی ہو اور پھر وہ دروازہ بند کر دیا گیا ہو۔ ناکامی کا یہ احساس' ماضی کی تہوں سے ابلتا یہ پچھتاوا' کبھی عالم بیداری میں' کبھی خوابوں کی دنیا میں' پرانے زخموں کو کریدتا رہتا ہے۔ اندمال خارج از امکان ہے کہ ماضی کو بدلا نہیں جا سکتا۔

جہاں تک شگو کا تعلق ہے وہ اپنی حسین و جمیل سالی کو بھول نہیں سکتا۔ اس کے لئے وہی زندگی کی حقیقت تھی۔۔۔ ایک ایسا سہانا خواب جو اس نے لڑکپن میں دیکھا اور جو اس کے دل کو ہمیشہ کے لئے ویران کر گیا۔ اس کی یاد ایک غیر ڈرامائی زندگی میں روشنی بن کر بھی آتی ہے اور اندھیرا بن کر بھی۔ الم ناکی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ سالی نوجوانی میں فوت ہو گئی۔ اس کے بعد شگو نے اس کی کم رو بہن سے شادی کر لی۔ اس طرح کے فیصلوں کی کوئی عقلی توضیح مشکل ہے۔ شاید اس بہانے ایک محبوب یاد پر گرفت رکھنا مقصود ہو یا اس کے پس پردہ اس خاندان سے کسی نہ کسی طرح وابستہ رہنے کی خواہش کارفرما ہو جس کی ایک فرد کے غیر معمولی حسن نے اسے موہ لیا تھا۔ بظاہر یہ شادی کامیاب رہی لیکن شگو کو اپنی معمولی شکل صورت کی بیوی سے حقیقی معنی میں کوئی لگاؤ نہیں۔ شگو کو تو یہ بھی اچھا نہ لگتا تھا کہ وہ گھر سے باہر سب کے سامنے اس کے ساتھ دیکھی جائے۔

لیکن بڑھاپے میں' جب جنگ کے بعد اسے عورتوں سے بظاہر رغبت نہ رہی تھی' بیٹے شوئی چی کی نوجوان اور خوش شکل بیوی' کیکوکو' سراپا ترغیب بن کر اس کی زندگی میں داخل ہوئی۔ ایک سطح پر وہ حسین سالی کا بدل بھی ہے اور شگو کو ایک نئی سرشاری سے ہمکنار کرنے کا باعث بھی۔

شگو پرانے انداز کا شریف زادہ ہے جس نے بیسیوں حجابات پالے ہوئے ہیں۔ رسم و رواج کا پابند، بہت وضع دار۔ اس سے توقع نہیں کی جا سکتی کہ بہو کی طرف مائل ہو کر اخلاقی حدود سے تجاوز کرنے کی جرات کرے گا۔ کیکوکو، جو اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی اور گھر بھر کی اور بالخصوص باپ کی لاڈلی تھی، شگو کی شکل میں باپ کا بدل مل جاتا ہے۔ یہ التفات شگو کو جتنا خوش کن معلوم ہوتا ہے اتنا ہی پرخطر بھی نظر آتا ہے اور ایک موقع پر اسے کیکوکو سے کہنا پڑتا ہے۔ "تم میری دیکھ بھال میں بہت تندہی کا ثبوت دیتی ہو لیکن مجھے شوئی چی کے ساتھ خلط ملط کرنے کی غلطی نہ کر بیٹھنا۔"

شگو کو کیکوکو سے اس لئے بھی ہمدردی ہے کہ بیٹے نے اتنی قبول صورت اور خوش مزاج بیوی کے ہوتے ہوئے کسی اور عورت سے تعلقات استوار کر رکھے ہیں اور بیوی پر کوئی خاص توجہ نہیں دیتا۔ دوسری طرف شگو کی کم رو اور قدرے پھوہڑ اور بدمزاج بیٹی، فوساکو کی شادی ناکام رہتی ہے اور وہ شوہر کو چھوڑ کر اپنی دونوں بچیوں سمیت گھر آ جاتی ہے۔ اس طرح شگو پر کئی طرف سے دباؤ ہے۔ بیٹے کی روش ناقابل فہم اور بڑی حد تک گھناؤنی معلوم ہوتی ہے۔ بیٹی کی شادی کی ناکامی کا کوئی تدارک اس کے پاس نہیں۔ کیکوکو کی حد تک وضع احتیاط سے دم رکنے لگا ہے۔

اس آہستہ خرام ناول کے قطبین دو بڑے آئینے ہیں جن میں کئی عکس دوچار ہوتے ہیں۔ ایک طرف ماضی کے آئینے میں متوفی سالی کی روشن شبیہ ہے جو لڑکپن میں شگو کی پہنچ سے باہر رہی اور اب تک سمجھ میں نہ آنے والی خوشی اور بے پایاں حسرت کا سرچشمہ بن کر زندگی کو اضطراب سے آشنا رکھتی ہے۔ دوسری طرف حال کے آئینے سے کیکوکو کی روشن صورت جھانکتی ہے جو بوڑھے شگو کی پہنچ سے باہر ہے اور سمجھ میں نہ آنے والی سرشاری اور بے پایاں حسرت کا سرچشمہ بن کر زندگی کو اضطراب سے آشنا رکھتی ہے۔ ان قطبین کے درمیان دن رات گزرتے رہتے ہیں، موسم آتے جاتے ہیں اور دنیا کبھی تجدید کے عالم میں ہوتی ہے، کبھی زوال کی طرف بڑھتی ہے۔

کیکوکو میں لڑکیوں جیسی معصومیت ہے۔ وہ دوسروں کے دکھ درد میں شریک

ہونے اور ان کا خیال رکھنے کی اہل ہے۔ شگو لاکھ احتیاط پسند سہی لیکن ایک زیادہ بھرپور زندگی کی حسرت لئے لئے پھرتا ہے جس کا وہ تصور کر سکتا ہے، خواب دیکھ سکتا ہے۔ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ وہ دونوں اپنی اپنی ناکامیوں کے باوجود صلح صفائی اور تجدید اور ہم آہنگی کے امکانات سے زیادہ قریب ہیں۔ ان کے برعکس شوئی چی اور فوساکو اپنی اپنی ناکامیوں کی وجہ سے انہیں امکانات سے اتنے ہی دور۔ لیکن عمر کا فرق اور رشتے کی نوعیت شگو اور کیکوکو کی راہ میں دیوار بن جاتی ہے۔ ناول کو اس طرح بھی پڑھا جا سکتا ہے کہ حالات نت نئی دیواریں اٹھا کر زندگیوں کو بھول بھلیاں میں تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ اینٹ پتھر کی دیواروں کو تو ڈھایا بھی جا سکتا ہے لیکن غیر مرئی اور خیالی دیواریں تو بعض دفعہ خوابوں میں بھی منہدم نہیں ہوتیں۔

✤✤✤

میں جناب سویامانے کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کے تعاون سے انگریزی ترجمے کی بعض الجھنیں سلجھانے میں بڑی مدد ملی۔

محمد سلیم الرحمٰن

پہاڑ کی آواز

دکھائی یہ دیتا تھا جیسے اوگاتا شنگو کچھ سوچ رہا ہے۔ تیوری یونہی سی چڑھی ہوئی، ہونٹ تھوڑے تھوڑے کھلے ہوئے۔ کوئی ناواقف دیکھتا تو شاید کچھ اور سمجھ بیٹھتا۔ شاید خیال کرتا کہ شنگو کسی وجہ سے اداس ہو گیا ہے۔

اس کے بیٹے شوئی چی کو پتا تھا کہ چکر کیا ہے۔ یہ کیفیت چوں کہ بار بار دیکھنے میں آتی تھی لہٰذا وہ اس پر بہت کم توجہ دیتا تھا۔

سیدھی سی بات تو یہ تھی کہ باپ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا ہے مگر اصل میں شوئی چی کو اس کے علاوہ بھی بہت کچھ معلوم تھا۔ اسے پتا تھا کہ باپ کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

شنگو نے ہیٹ اتارا اور بے دھیانی سے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر گھٹنے پر رکھ لیا۔ شوئی چی نے ہیٹ اس سے لے کر اوپر بنے ریک میں ڈال دیا۔

"سوچنے تو دو۔ حیران ہوں، جانے کیا بات تھی؟" ایسے موقعوں پر شنگو گفتگو کرتے ہوئے اٹکنے لگتا تھا۔ "کیا نام تھا اس ملازمہ کا، وہی جو ابھی کی بات ہے کام چھوڑ کر چلی گئی تھی؟"

"آپ کا مطلب ہے کایو؟"

"کایو۔ وہی وہی۔ اور وہ کب چھوڑ کے گئی؟"

"پچھلی جمعرات کو۔ یوں سمجھئے کہ پانچ دن ہو گئے۔"

"پانچ دن ہو گئے؟ نوکری چھوڑے اسے ابھی پانچ ہی دن ہوئے ہیں اور اپنے کو اس کے بارے میں کچھ بھی یاد نہیں رہا۔"

شوئی چی کو باپ کی طرز ادا قدرے مبالغہ آمیز معلوم ہوئی۔

"وہ کایو—— میرا خیال ہے اس کے جانے سے دو تین دن پہلے کی بات ہو گی لازماً۔ میں سیر کرنے چلا تو پاؤں میں آبلہ اور میں نے کہا کہ میں سمجھا تھا کہ داد کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے۔ کہنے لگی: سیر کی دکھن۔ اس کا بول بھلا معلوم ہوا۔ دھیما دھیما، پرانی وضع کا سبھاؤ موجود تھا اس بول میں۔ بہت بھلا لگا۔ لیکن اب جو اس بارے میں غور کرتا ہوں تو یقین ہے اس نے پیر کی دکھن کہا تھا۔ جس انداز میں یہ بات کہی گئی اس میں کچھ گڑبڑ تھی۔ سیر کی دکھن کہنا۔"

"سیر کی دکھن۔"

"اور اب کہو، پیر کی دکھن۔"

"پیر کی دکھن۔"

"میں صحیح سمجھا تھا۔ اس کا لہجہ نادرست تھا۔"

قصباتی خاندان کا فرد ہونے کی وجہ سے شنگو ٹوکیو کے معیاری تلفظ کے بارے میں کبھی پورے تیقن سے کچھ نہ کہہ سکتا۔ شوئی چی پلا بڑھا ہی ٹوکیو میں تھا۔

"جب میں نے سوچا کہ اس نے سیر کی دکھن کہا ہے تو اس کا لہجہ بہت خوش گوار لگا، بہت نرم اور نفاست آمیز۔ وہ ادھر غلام گردش میں تھی۔ یہ خیال تو مجھے اب آیا کہ اس نے اصل میں کیا کہا تھا اور اس کا نام تک ذہن میں نہیں آ رہا۔ نہ اس کا چہرہ یاد ہے نہ لباس یاد ہے۔ قیاس کرتا ہوں کہ وہ ہمارے ہاں چھ ماہ یا اتنے عرصے تو رہی ہو گی؟"

"اتنی ہی کچھ مدت سمجھیے۔" شوئی چی چوں کہ ان الجھنوں کا عادی ہو چکا تھا اس لئے باپ سے کوئی ہمدردی ظاہر نہ کی۔

خود شنگو بھی ان الجھنوں کا خاصا عادی ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود خوف سے ملتی جلتی کوئی شے پھانس کی طرح چبھی۔ لڑکی کو یاد کرنے کا اس نے بہتیرا جتن کیا لیکن ذہن میں اس کی تصویر نہ کھینچ سکا۔ کبھی کبھار یوں بھی ہوا تھا کہ ان لاحاصل ٹامک ٹوئیوں کو جذباتیت کی رو نے اپنے میں سمو کر گوارا بنا دیا۔

اس وقت بھی یہی عالم تھا۔ اسے یوں لگا تھا جیسے کایو غلام گردش میں کھڑی ذرا

سا آگے کو جھک کر پیر کی دکھن کی بابت اسے تسلی دے رہی ہو۔

وہ ان کے ساتھ چھ مہینے رہی تھی اور اس کے ذہن میں صرف اس منظر کی یاد کے سوا کچھ نہ بچا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ ایک زندگی ہے جو گم ہوتی جا رہی ہے۔

2

شکو کی بیوی، یاسوکو، تریسٹھ سال کی تھی، میاں سے ایک سال بڑی۔

ان کے ایک بیٹا تھا، ایک بیٹی، فوساکو اور دو نواسیاں۔

یاسوکو دیکھنے میں اتنی عمر کی معلوم نہ ہوتی تھی۔ کسی کو خیال نہ آ سکتا تھا کہ عمر میں میاں سے بڑی ہے۔ یہ بھی نہیں کہ شکو کوئی خاص معمر لگتا ہو۔ دونوں ساتھ ہوتے تو ٹھیک ٹھاک قسم کے میاں بیوی نظر آتے۔ میاں بس بیوی سے ذرا بڑا، اور یہ چھوٹائی بڑائی انہیں انتہائی عام سا جوڑا بنا دیتی۔ یاسوکو ٹھگنی سہی مگر تھی خوب ٹانٹھی۔

قبول صورت ذرا نہ تھی۔ نوجوانی میں اپنے میاں سے عمر میں بڑی معلوم ہوتی تھی اور شکو کو اچھا نہیں لگتا تھا کہ وہ گھر سے باہر سب کے سامنے اس کے ساتھ دیکھی جائے۔

شکو یہ بتانے سے قاصر تھا کہ عمر کے کون سے زمانے میں وہ عمر میں اپنے میاں سے چھوٹی معلوم ہونے لگی تھی۔ شاید تب کی بات ہو جب دونوں لگ بھگ چون پچپن کے پیٹے میں تھے۔ عام طور پر مردوں کی بہ نسبت عورتوں پر بڑھاپا جلدی آ جاتا ہے لیکن ان کے معاملے میں اس کا الٹ درست ثابت ہوا تھا۔

ایک سال پہلے کا ذکر ہے۔ شکو نے اکسٹھویں برس میں قدم رکھا ہی تھا کہ خون تھوکنے لگا۔ خون بظاہر پھیپھڑوں سے آ رہا تھا۔ بہرحال، اس نے طبی معائنہ نہ کرایا اور کچھ مدت بعد عارضہ دور ہو گیا۔ اس کے بعد مرض نے عود نہ کیا۔

اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ وہ یکایک بوڑھا ہو گیا۔ بیماری دور ہوئی تو اس کی کھال زیادہ تنی ہوئی نظر آنے لگی اور دو تین ہفتے صاحب فراش رہنے کے بعد اس کی آنکھوں اور ہونٹوں کا رنگ نکھر گیا۔

شکو کو اپنے آپ میں تپ دق کی علامات کا کوئی سراغ نہ ملا تھا اور عمر کے اس

حصے میں پہنچ کر خون تھوکنے کی نوبت آ جانے پر طرح طرح کی بھاری بدشگونیوں نے اسے گھیر لیا۔ کچھ یہی وجہ تھی کہ وہ طبی معائینے پر راضی نہ ہوا۔ شوئی چی کی دانست میں انکار پر اڑے رہنے کا رویہ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ عمر رسیدہ لوگ حقائق کا سامنا کرنے سے کتراتے ہیں۔ شگو کو اس رائے سے اتفاق نہ ہوا۔

یاسو کو گہری نیند سونے والیوں میں تھی۔ کبھی کبھار' بیچ رات میں' شگو کا جی یہ الزام لگانے کی طرف راغب ہونے لگتا کہ یاسو کو نے خراٹے لے لے کر اسے جگا دیا ہے۔ جب وہ پندرہ سولہ برس کی تھی تو سنا ہے خراٹے لیتی تھی اور اس کے والدین نے اصلاح احوال کے ضمن میں خاصا تردد کیا تھا۔ شادی ہوئی تو خراٹے بند ہو گئے۔ پھر جب عمر پچاس سے تجاوز کر گئی تو وہ دوبارہ خراٹے لینے لگی۔

وہ خراٹے لیتی تو شگو کی کوشش ہوتی کہ اسے خراٹے نہ بھرنے دے۔ اس کی ناک مروڑتا۔ اگر ناک مروڑنے کا کوئی اثر نہ ہوتا تو اس کا گلا دبوچ لیتا اور اسے ہلا تا جلاتا۔ ان راتوں کو جب اس کی طبیعت اچاٹ ہوتی تو اس بوڑھے جسم کو دیکھ کر گھنیانے لگتا جس کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے اتنی مدت ہونے کو آئی تھی۔

آج رات اس کی طبیعت اچاٹ تھی۔ بجلی جلا کر اس نے نیم رخ لیٹی یاسو کو پر نظر ڈالی اور اسے گلے سے دبوچ لیا۔ وہ تھوڑی سی پسیجی ہوئی تھی۔

وہ یاسو کو کو صرف اس وقت چھوتا جب وہ خراٹے لیتی ہوتی۔ یہ بات اسے بے حد اداس کر دینے والی معلوم ہوئی۔

شگو نے تکیے کے پاس پڑا ایک رسالہ اٹھا لیا۔ پھر' کمرے میں حبس کی وجہ سے' بستر سے اٹھا' ایک جھلملی کھولی اور وہیں بیٹھ گیا۔

چاند جگمگا رہا تھا۔

اس کی بہو کا کوئی لباس' جس کا مٹا ملگجا سا رنگ اسے بہت برا معلوم ہوا' باہر لٹکا رہ گیا تھا۔ شاید وہ دھلے کپڑے اتار کر اندر لے جانا بھول گئی تھی یا شاید پسینے میں تر لباس کو خود ہی باہر لٹکتا چھوڑ دیا تھا تاکہ رات کو گرنے والی اوس میں بھیگتا رہے۔

باغ سے کیڑے مکوڑوں کی چبھتی ہوئی ریں ریں بلند ہو رہی تھی۔ بائیں طرف والے چیری کے درخت کے تنے پر ٹڈے بیٹھے تھے۔ اسے معلوم نہ تھا کہ ٹڈے اس

طرح کا شور کر سکتے ہیں جسے سن کر یہ لگے کہ کسی چیز کو ریتی کے ساتھ رگڑا جا رہا ہے۔ لیکن حقیقت یہی تھی کہ وہ ٹڈے تھے۔

وہ حیران ہو کر سوچنے لگا کہ کیا ٹڈوں کو بھی کبھی کبھار ڈراؤنے خواب ستاتے ہوں گے۔

ایک ٹڈا اڑتا اڑتا اندر چلا آیا اور مچھردانی کے پلو پر بیٹھ گیا۔ شگو نے اسے پکڑ کر اٹھایا تو اس نے کوئی آواز نہ نکالی۔

"گونگا ہے۔" وہ ان ٹڈوں میں سے نہیں ہو گا جن کی آوازیں درخت کی طرف سے اس کے کانوں میں آ رہی تھیں۔

اس خیال سے کہ کہیں روشنی پر مائل ہو کر ٹڈا دوبارہ اندر نہ آ جائے شگو نے پورا زور لگا کر اسے درخت کی پھننگ کی طرف اچھال دیا۔ جب شگو نے اسے چھوڑا تو یوں محسوس ہوا جیسے ہاتھ میں کچھ تھا ہی نہیں۔

جھلملی کو تھام کر اس نے درخت کی طرف دیکھا۔ اسے پتا نہ چل سکا کہ آیا ٹڈا درخت پر جا بیٹھا ہے یا اڑ کر کہیں آگے چلا گیا ہے۔ دائیں بائیں دور دور تک پھیلی چاندنی رات میں بے کراں گہرائی تھی۔

اگرچہ اگست کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا پت جھڑ کے کیڑے مکوڑے اپنے اپنے راگ چھیڑ بھی چکے تھے۔

یوں لگا کہ پتوں سے پتوں پر گرتی اوس کی ٹپ ٹپ اسے صاف سنائی دے رہی ہے۔

پھر اس نے پہاڑ کی آواز سنی۔

رات ایسی کہ ہوا یکسر بند۔ چاند تقریباً پورا مگر بھیگی گھمسیلی فضا میں درختوں کا وہ حاشیہ جو پہاڑ کی خاکہ کشی کرتا معلوم ہوتا تھا' دھندلا سا گیا تھا۔ درخت بہرکیف بالکل ساکت کھڑے تھے۔

برآمدے کے پاس لگی ہوئی فرن کا کوئی پتا تک نہ ہل رہا تھا۔

کاماکورا کے ان الگ تھلگ کوہستانی گوشوں میں کبھی کبھی رات کے وقت سمندر کی آواز سنائی دے جاتی تھی۔ شگو نے حیران ہو کر سوچا کہ اس نے جو آواز سنی وہ

شاید سمندر کی تھی۔ لیکن نہیں ـــــ آواز پہاڑ ہی کی تھی۔

کہیں دور چلتی ہوا جیسی آواز لیکن گہرائی لئے ہوئے، جیسے زمین کی گڑگڑاہٹ۔ شنگو نے یہ سوچ کر سرہلایا کہ شاید آواز اس کے اپنے اندر سے آئی ہو، شاید کان بج رہے ہوں۔

آواز آنی بند ہوئی اور یکایک اس پر خوف طاری ہو گیا۔ بدن میں کپکپی دوڑ گئی جیسے اسے مطلع کر دیا گیا ہو کہ موت کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ وہ سکون کے ساتھ اور سوچ سمجھ کر خود سے پوچھنا چاہتا تھا، یہ معلوم کرنے کا خواہاں تھا کہ آیا وہ آواز ہوا کی تھی، سمندر کی تھی یا کان بجنے لگے تھے۔ لیکن اسے یقین تھا کہ جو آواز اس نے سنی وہ ہوا یا سمندر کی نہ تھی، واہمہ نہ تھا۔ اس نے پہاڑ کو سنا تھا۔

یوں لگا جیسے کسی بلا کا گزر ہونے سے پہاڑ بج اٹھا ہو۔

رات کے سیلے سایوں میں لپٹا کھڑا ڈھلان تیرہ و تار دیوار کے مانند تھا۔ چھوٹے سے ٹیلے جتنا پہاڑ، اتنا ذرا سا جیسے سارے کا سارا شنگو کے باغ میں دھرا ہو، جیسے کوئی ادھ کٹا انڈا۔

پیچھے بھی پہاڑ تھے اور دائیں بائیں بھی پہاڑ ہی پہاڑ لیکن لگتا تھا آواز خاص اسی پہاڑ سے آئی ہے جو شنگو کے مکان کے پچھواڑے تھا۔

پہاڑ کی چوٹی پر جو درخت تھے چمکتے تارے ان کے آر پار جھانک رہے تھے۔

اس نے جھلملی بند کی تو ایک عجیب یاد اس کے ذہن میں تازہ ہوئی۔

دس دن پہلے کی بات۔ وہ ایک ریستوراں میں، جو نیا نیا تعمیر ہوا تھا، کسی مہمان کا انتظار کر رہا تھا۔ صرف ایک گیشا اس کے ساتھ تھی۔ مہمان نے آنے میں دیر کر دی تھی اور دوسری گیشا بھی وقت پر نہ پہنچی تھی۔

"ٹائی اتار کیوں نہیں دیتے؟" گیشا کہنے لگی۔ "آپ کو ضرور گرمی لگ رہی ہو گی۔"

شنگو نے سرہلایا اور اسے ٹائی اتارنے دی۔

اس گیشا سے شنگو کوئی زیادہ واقف نہ تھا لیکن جب اس نے ٹائی تہ کر کے اس کے کوٹ کی جیب میں رکھ دی، جو محرابی طاق کے پاس پڑا تھا، تو ہوتے ہوتے بات

چیت کا رخ نجی معاملوں کی طرف مڑ گیا۔

کہنے لگی کوئی دو مہینے پہلے کی بات ہے وہ اس بڑھئی کے ساتھ، جس نے ریستوراں بنایا تھا، خودکشی کرنے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ لیکن جب زہر کھانے کی نوبت آئی تو اسے شبہات نے گھیر لیا۔ زہر کی جتنی مقدار انہوں نے کھائی تھی کیا وہ واقعی جان لیوا ثابت ہو گی؟

"بولا کہ زہر تو ڈھیر سارا ہے۔ کہنے لگا کہ دونوں خوراکیں، اس کی اپنی بھی اور میری بھی، ناپ تول کر دی گئی ہیں اور یہی ان کے مہلک ہونے کا ثبوت ہے۔"

لیکن گیشا کو اس کے کہے پر اعتبار پر نہ آیا۔ اس کے شکوک دوچند ہو گئے۔

"میں نے پوچھا کہ زہر کی خوراک کا تعین کس نے کیا تھا؟ شاید کسی نے صرف اتنا زہر دیا ہو کہ ہم کھا کے بیمار پڑ جائیں اور اپنے کئے کی سزا بھگتیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ دوا فروش یا ڈاکٹر تھا کون جس نے اسے زہر فراہم کیا مگر اس نے بتا کے نہیں دیا۔ ہے نا عجیب بات؟ ہم دونوں کے دونوں ایک ساتھ مرنے کو تیار تو پھر وہ میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہا تھا؟ دیکھیں نا، بعد میں کسی کو کیا پتا چلتا۔"

شگو کے جی میں آئی تھی کہ کہے "کہانی خوب ہے۔"

اور گیشا بولتی رہی کہ "یوں میں نے بجد ہو کر کہا کہ پہلے کسی کو ڈھونڈوں گی جو زہر کی صحیح خوراک بنا دے اور اس کے بعد ہم نئے سرے سے خودکشی کی کوشش کریں گے۔"

شگو کو کہانی بے تکی معلوم ہوئی۔ اصل میں اسے صرف اتنا ہی یاد رہ گیا تھا کہ مرد بڑھئی تھا اور ریستوراں اس کا بنایا ہوا تھا۔

گیشا نے پرس میں سے دو پڑیاں نکال کر اس کے سامنے کھولی تھیں۔

شگو نے ان پر صرف اچٹتی سی نظر ڈالی تھی۔ اس کے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا کہ پڑیوں میں جو کچھ ہے وہ زہر ہے کہ نہیں۔

جھلملی بند کرتے ہوئے اسے گیشا کا خیال آیا۔

وہ دوبارہ بستر پر جا لیٹا۔ اس نے یہ بتانے کے لئے بیوی کو جگایا نہیں کہ پہاڑ کی آواز سن کر اس پر کیسا خوف طاری ہو گیا ہے۔

3

شوئی چی اور شکو ایک ہی فرم میں ملازم تھے۔ بیٹا باپ کے حق میں ایک طرح کا پرامپٹر تھا۔ جو بات باپ کو یاد نہ آتی یا یاد نہ رہتی بیٹا یاد دلا دیتا۔

بھولی باتیں یاد دلانے والے اور بھی تھے۔ یاسوکو تھی' شوئی چی کی بیوی کیکوکو تھی۔ تینوں مل جل کر یہ کام انجام دیتے تھے تاکہ شکو کے حافظے کو بڑھاوا دے سکیں۔ یاد دلانے کا فرض وہ لڑکی بھی ادا کرتی رہتی تھی جو آفس میں ملازم تھی۔

دفتر میں شکو کے کمرے میں آکر شوئی چی نے کونے میں رکھے ہوئے چھوٹے سے سٹینڈ سے ایک کتاب اٹھائی اور صفحے الٹنے پلٹنے لگا۔

"کیا ہے؟" شکو نے مسکرا کر پوچھا۔ شوئی چی کتاب اس کے پاس لے آیا۔ زیر توجہ عبارت یہ تھی۔ "یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہاں پر عصمت کا تصور ناپید ہو گیا ہے۔ زیادہ دیر تک محبت کرتے رہنے کی ہم نے بس ایک ترکیب نکالی ہے۔ مرد ہے جس کے لئے کسی عورت سے محبت کئے جانے کی اذیت سہنا ممکن نہیں رہا' عورت ہے جس کے لئے کسی مرد سے محبت کئے جانے کی اذیت سہنا ممکن نہیں رہا ـــــ انہیں چاہئے کہ ہنسی خوشی دوسرے ساتھیوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں اور اس طور سے اپنے دلوں کو زیادہ وفاشعار بنائے رکھنے کا کوئی طریقہ ڈھونڈ لیں۔"

"'یہاں' سے کیا مراد؟"

"پیرس۔ یہ ایک ناول نگار نے اپنے یورپ کے سفر کا احوال لکھا ہے۔"

شکو کے ذہن میں اب وہ پہلی سی طراری باقی نہ تھی کہ بات سنتے ہی کسی مھکے ٹھکائے مقولے یا الٹ پھیر والی سچائی کی تہ تک پہنچ جائے۔ بہرحال' اس بات میں اسے نہ تو مھکے ٹھکائے مقولے کا کوئی پہلو نظر آیا نہ الٹ پھیر والی سچائی کا۔ یہ اسے' زیادہ صاف طور پر' ایسی بصیرت معلوم ہوئی جو معاملے کی گہرائیوں تک اتر گئی ہو۔

شوئی چی نے غالباً اس عبارت سے کوئی اثر قبول نہ کیا تھا۔ اسے تو بیٹھے بٹھائے ایک طریقہ سوجھ گیا تھا جس کے ذریعے اشارے اشارے میں لڑکی سے کہہ دیا کہ وہ چاہتا ہے کہ دفتر سے چھٹی کے بعد وہ اس کے ساتھ چلے۔

کاماکورا پہنچ کر شکو ٹرین سے اترا تو پتا چلا کہ دل میں یہ خواہش کروٹیں لے رہی ہے کہ کاش وہ شوئی چی کے ساتھ یا شوئی چی کے لوٹنے کے بعد گھر پہنچتا۔

بس میں ان ملازمت پیشہ افراد کی بڑی بھیڑ تھی جو اپنے اپنے دفتروں سے گھر آ رہے تھے۔ شکو نے طے کیا کہ پیدل چلنا چاہئے۔

شکو آ کے دکان کے باہر ٹھیر گیا تو ماہی فروش نے سر ہلا کر سلام کیا۔ شکو نے اندر قدم رکھا۔ جس ٹب میں جھینگے پڑے تھے اس کا پانی گدلا دودھیا تھا۔ اس نے ایک لو۔بسٹر کو ٹھوکا دیا۔ لو۔بسٹر کو زندہ ہونا چاہئے تھا مگر اس نے جنبش تک نہ کی۔ شکو نے ویلک خریدنے کا فیصلہ کیا جن کی وہاں اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔

بہرحال، جب پوچھا گیا کہ کتنے ویلک چاہئیں تو وہ چکرا گیا۔

"چلو، تین دے دو۔ جو سب سے بڑے بڑے ہیں ان میں سے تین۔"

"ان کا گوشت بنا دوں آپ کے لئے، جناب؟"

ماہی فروش اور اس کا بیٹا چھریوں کے کچوکے دے کر گوشت نکالنے لگے۔ خول کھرچے جانے سے جو آواز پیدا ہوئی وہ شکو کو بری لگی۔

آدمی گوشت کو دھو اور بنا رہا تھا تو دو لڑکیاں دکان کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئیں۔

"کیا لو گی؟" گوشت کے چوکور قتلے کرتے کرتے اس نے پوچھا۔

"ہیرنگ۔"

"کتنی؟"

"ایک۔"

"ایک؟"

"ہاں۔"

"بس ایک؟"

ہیرنگ اتنی چھوٹی تو نہ تھیں کہ ان سے چھوٹی ہیرنگ ہوتی ہی نہ ہوں لیکن وہ منو مچھلیوں سے تھوڑی ہی بڑی تھیں۔ بہرحال، ماہی فروش کی طرف سے ناپسندیدگی کے اس اظہار سے لڑکیاں بظاہر کوئی خاص جزبز نہ ہوئیں۔

آدمی نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر ہیرنگ رکھ کر لڑکی کو تھما دی۔

"مگر مچھلی تو ہمیں چاہیے نہیں تھی" دوسری لڑکی نے اپنی ساتھن پر جھک کر کہنی مارتے ہوئے کہا۔

"سوچتی ہوں سنیچر تک جانے یہ یہاں ملیں گے بھی" پہلی بولی۔ اس کی نظر لو۔سٹروں پر تھی۔ "میرا جو بوائے فرینڈ ہے اسے لو۔سٹر کچھ کچھ پسند ہیں نا۔"

دوسری لڑکی نے جواب میں کچھ نہ کہا۔

شکو نے چونک کر ان کی طرف دیکھ ہی لیا۔

نئی وضع کی کسیاں، پیٹھ ننگی، کپڑے کے جوتے، گات اچھی۔

ماہی فروش نے گوشت کے چوکور کٹے قتلے اپنے تختے کے بیچ میں اکٹھے کئے اور انہیں تین حصوں میں بانٹ کر واپس خولوں میں بھرنے لگا۔

"ان جیسی ہمارے ہاں بہت نظر آنے لگی ہیں۔ کاماکورا تک میں۔"

اس کے لہجے کی خشونت شکو کو بہت عجیب معلوم ہوئی۔ "لیکن میرا تو خیال ہے کہ ان کے طور طریق میں کچھ تمیزداری پائی جاتی تھی۔" اس نے احتجاجاً کہا گو اسے خود بھی علم نہ تھا کہ وہ کس بات پر احتجاج کر رہا ہے۔

آدمی بے پروائی سے گوشت واپس خولوں میں بھرتا رہا۔ شکو نے سوچا، گوشت بہت گڈ مڈ ہو چکا ہے۔ جس خول سے جو گوشت نکالا گیا تھا وہ دوبارہ اسی میں بھرا جانے سے رہا۔ اسے ان چھوٹی چھوٹی باریکیوں کا بڑا خیال رہتا تھا۔

آج جمعرات ہے۔ سنیچر میں ابھی دو دن پڑے ہیں —— لیکن، اس نے اپنے آپ سے کہا، یہ بھی تو دیکھئے کہ ان دنوں لو۔سٹروں کی کیا کمی ہے۔ اس نے حیران ہو کر سوچا کہ یہ گنواروسی چھوکری اپنے امریکی یار کو لو۔سٹر کس طرح پکا کر کھلائے گی۔ بہرحال، لو۔سٹر کا کیا ہے۔ خواہ ابالو، خواہ تلو یا بھونو، اس کا جو سالن بنے گا سو معمولی، بے ڈھب۔

شکو کو ان لڑکیوں سے ہمدردی ہو گئی تھی۔ اس کے باوجود بعد میں مایوسی کے مبہم احساسات نے اسے آ گھیرا۔

اس کا کنبہ چار افراد پر مشتمل تھا لیکن خریدے اس نے تین وہیلک تھے۔ اس

سبب یہ نہ تھا کہ اسے کیکو کو کی دل جوئی خاص طور پر منظور تھی، گو، ظاہر ہے، یہ علم تھا کہ رات کا کھانا شوئی چی گھر پر نہیں کھائے گا۔ اس نے شوئی چی کو محض قلم زد کر دیا تھا۔

آگے جا کر ایک پنساری کے ہاں سے اس نے گنگکو خوبانیوں کی گٹھلیاں خریدیں۔

4

گھر لوٹتے وقت سودا سلف خرید لانا شنگو کے معمولات میں داخل نہ تھا لیکن اس خریداری پر نہ تو یاسوکو نے تعجب ظاہر کیا نہ کیکو کو نے۔

شاید دونوں چاہتی ہوں کہ شوئی چی کے نہ آنے سے جو طرح طرح کے خیالات انہیں آ رہے ہیں وہ کسی پر ظاہر نہ ہونے پائیں۔ شوئی چی کو باپ کے ساتھ گھر آ جانا چاہیے تھا۔

خریدا ہوا سودا کیکو کو تھما کر وہ اس کے پیچھے پیچھے باورچی خانے میں چلا آیا۔

"مہربانی کر کے ذرا سا پانی تو دو، تھوڑی سی چینی ڈال کے" وہ آپ ہی پانی کی ٹونٹی کے پاس چلا گیا۔

سنک میں جھینگے بھی پڑے تھے اور لوبسٹر بھی۔ اس اتفاق پر وہ چونک اٹھا۔ ماہی فروش کے ہاں جھینگے اور لوبسٹر دونوں نظر آئے تھے لیکن اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ انہیں خریدا جائے۔

"رنگ اچھا ہے۔" وہ بولا۔ جھینگوں کے رنگ میں تازگی کی چمک تھی۔

کیکو کو نے چاقو کی الٹی طرف سے گنگکو کی گٹھلی توڑی۔

"آپ کی خوش ذوقی اپنی جگہ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ گرمی کسی کام کی نہیں۔"

"اوہ؟ یہ خیال مجھے بھی آیا تھا کہ اب ان کا موسم نہیں رہا۔"

"دکان پہ فون کر کے انہیں بتائے دیتی ہو۔"

"رہنے دو۔ لیکن یہ اتنی بہت سی سیپ مچھلیاں—— میں نے جو حصہ ڈالا اس

سے اب کیا فرق پڑے گا۔"

"سمندر کنارے ریستوران نہ کھول لیں کہیں" کیکوکو نے جیبھ کی نوک نکال کر ہلکے پھلکے سے تمسخر کا اظہار کیا۔ "اب' کیا کریں بھئی۔ ہم انہیں خول سمیت ابال سکتے ہیں۔ تو چلئے یوں سہی کہ لوبسٹر تو لیتے ہیں بھون اور جھینگوں کو تلتے ہیں۔ میں جا کے تھوڑی سی کھمیاں خرید لاؤں۔ اتنے میں کھمیاں لے کے آؤں آپ ذرا سی زحمت کریں گے؟ باہر باغ میں بینگن توڑ لائیں۔"

"بصد خوشی۔"

"چھوٹے چھوٹے توڑیئے گا۔ اور تھوڑا سا ولایتی پودینہ بھی توڑ لایئے۔ سوچ رہی ہوں اگر صرف جھینگے پکائے جائیں تو کافی ہو جائیں گے کیا؟"

کیکوکو نے صرف دو وہیلک لا کے میز پر رکھ دئے۔

"مگر ایک وہیلک اور بھی تو ہونا چاہئے" شگو نے تھوڑا حیران پریشان ہو کر کہا۔

"افوہ۔ لیکن' بڑے ابا' آپ دونوں کے دانتوں کا حال اتنا خستہ ہے—— میں نے سوچا شاید آپ دونوں ایک ہی وہیلک سلیقے سے مل بانٹ کے کھانا چاہتے ہوں۔"

"پوتیاں پوتے تو مجھے یہاں کوئی نظر نہیں آ رہے۔"

یاسوکو نے نظر نیچی کر لی اور دبے ہونٹوں زہریلے انداز میں ہنس پڑی۔

"معافی چاہتی ہوں" کیکوکو سہج سے اٹھی اور تیسرا وہیلک لانے کے لئے باورچی خانے کا رخ کیا۔

"ہمیں وہی کرنا چاہئے جو کیکوکو نے کہا" یاسوکو بولی۔ "یہی وہیلک سلیقے سے مل بانٹ کر کھائے لیتے ہیں۔"

کیکوکو کے الفاظ شگو کو دل آویز طور پر برمحل معلوم ہوئے۔ ایسا لگا جیسے اس کی ذاتی مشکل کو کہ آیا تین وہیلک خریدے جائیں یا چار' ان الفاظ نے سہولت سے ٹھکانے لگا دیا ہو۔ کیکوکو کی موقع شناسی اور سوجھ بوجھ کو کم نہ سمجھنا چاہئے۔

یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ کہے گی' ایک وہیلک شوئی چی کے لئے بچا لیا ہے یا یہ کہ وہ اور یاسوکو دوسرا وہیلک مل کر کھا لیں گی۔ شاید وہ غور کرتی رہی ہو کہ کیا کہے' کیا نہ کہے۔

"مگر دکان پہ کیا صرف تین وہیلک ہی دستیاب تھے؟" یاسوکو نے پوچھا- ایسی باریک باتیں اس کے پلے نہ پڑتی تھیں- "تم صرف تین لے کے آئے اور گھر میں ہم چار ہیں-"

"چوتھا ہمیں درکار نہ تھا- شوئی چی گھر نہیں آیا-"

یاسوکو مسکرائی- مسکراہٹ کو تمسخر آمیز ہونا چاہئے تھا لیکن شاید عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے تمسخر آمیزی کا پہلو کچھ دب کر رہ گیا-

کیکوکو کے چہرے پر ناگواری کی کوئی جھلک تک دکھائی نہ دی- نہ اس نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ شوئی چی گیا تو کہاں گیا-

وہ آٹھ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھی-

باقی ساتوں بہن بھائی بھی شادی شدہ تھے اور سب کے ڈھیر سارے بچے تھے- شنگو کو کبھی کبھار اس بار آوری کا خیال آ جاتا جو کیکوکو کو والدین کی طرف سے ورثے میں ملی تھی-

کیکوکو کو گلہ تھا کہ شنگو کو اب تک اس کے بھائیوں بہنوں کے نام نہیں آتے- ان کی آل اولاد کے نام یاد رکھنے کا تو خیر ذکر ہی کیا- کیکوکو اس وقت پیدا ہوئی تھی جب ماں کو نہ صرف مزید کسی اولاد کی آرزو نہ تھی بلکہ یہ خیال بھی نہ تھا کہ اس میں بچہ جننے کی اہلیت باقی ہے- حقیقت یہ ہے کہ ماں نے کچھ شرمندگی سی محسوس کی تھی کہ اتنی عمر ہو جانے کے باوجود پیٹ رہ گیا ہے اور اسقاط حمل کے بارے میں سوچا تھا- وضع حمل کے وقت بھی بہت دقت پیش آئی تھی- کیکوکو کے سر کو جراحی چمٹی سے پکڑ کر کھینچنا پڑا تھا-

کیکوکو نے شنگو کو بتایا تھا کہ یہ ساری باتیں اس نے ماں کی زبانی سنی تھیں-

شنگو کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ ماں کیسی ہو گی جس نے بیٹی سے ان معاملات کا ذکر کیا- اور ان باتوں کو سسر کے سامنے پوست کندہ بیان کرنے والی لڑکی بھی اس کے لئے معما تھی-

کیکوکو نے سر کے بال ہٹائے تھے تو ماتھے پر زخم کا مٹا مٹا سا نشان نظر آیا تھا- بعد میں وہ نشان جب بھی شنگو کو اتفاق سے دکھائی دے جاتا تو کسی نہ کسی وجہ

سے اس کا دل کیکوکو کی طرف کھنچنے لگتا۔

یہ سب سہی، پھر بھی کیکوکو بظاہر گھر بھر کی لاڈلی تھی۔ لاڈ پیار سے وہ بگڑی تو بے شک نہیں لیکن لگتا تھا کہ چاہتی ہے دوسرے اس سے دلار کریں۔ اور دیکھنے میں محسوس ہوتا تھا کہ وہ کسی طرح ذرا کمزور رہ گئی ہے۔

جب وہ دلھن بن کے نئی نئی آئی تھی تو شگو نے خاص طور پر دیکھا تھا کہ اسے کندھوں کو خفیف سا جھٹکا دینے کی عادت ہے۔ کندھے جھٹکنے کا یہ انداز دل موہ لینے والا تھا۔ شگو کو اس جھٹک میں شوخ اور نویلے نخرے کی جھلک نظر آئی تھی۔

اس کی نازک اندامی میں کوئی بات ایسی تھی کہ شگو کو یاسوکو کی بہن یاد آنے لگی۔

لڑکپن میں شگو کو وہ بہن بہت بھاتی تھی۔ وہ فوت ہوئی تو بچوں کی دیکھ بھال کے لئے یاسوکو بہن کے گھر چلی گئی۔ بچوں اور گھر کی نگہداشت کے لئے یاسوکو نے خود کو ہمہ تن وقف کر دیا جیسے چاہتی ہو کہ بہن کی جگہ لے کر رہے گی۔ یہ سچ ہے کہ اسے بہنوئی سے لگاؤ تھا جو خوش شکل آدمی تھا لیکن وہ بہن سے بھی پیار کرتی تھی جو اتنی حسین و جمیل عورت تھی کہ یہ یقین کرنا مشکل تھا کہ دونوں ایک ہی ماں کی اولاد ہیں۔ یاسوکو کی نظر میں بہن اور بہنوئی ایسے تھے جیسے خوابوں کی کسی دنیا کے باشندے۔

وہ بڑی جاں فشانی سے بہنوئی اور بچوں کی خدمت کرتی رہی لیکن بہنوئی کا رویہ ایسا تھا جیسے اسے یاسوکو کے احساسات کی کوئی پروا نہ ہو۔ وہ عیش و عشرت کی زندگی میں کھویا رہتا اور اپنے آپ کو دوسروں کی خاطر لٹا دینا یاسوکو کا شیوہ بن گیا۔

اور ہوا یہ کہ شگو نے یاسوکو سے شادی کر لی۔

اب انہیں بیاہے تیس سال سے اوپر ہو چکے تھے اور شگو کی رائے میں شادی کر کے اس نے کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ شادی اگر مدت تک برقرار رہے تو یہ ضروری نہیں کہ اس طوالت میں لازماً ان حالات کا عمل دخل ہو گا جن کے زیر اثر شادی کی گئی تھی۔

اس کے باوجود بہن کے خدوخال اپنی تمام تر رعنائی کے ساتھ دونوں کے دل میں جاگزیں رہے۔ دونوں میں سے کوئی اس کا ذکر نہ کرتا۔ نہ دونوں میں سے کسی نے

اسے بھلایا۔

اس بات میں بھی کوئی پہلو خاص طور پر غیر صحت مندانہ نظر نہ آتا تھا کہ گھر میں کیکوکو کے آ جانے کے بعد شکو کی یادوں میں کبھی کبھی، بجلی کے کوندوں کی طرح، تابانی کے لمحے در آتے۔

ادھر شادی کے ابھی دو سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ شوئی چی نے اپنے لیے کوئی اور عورت ڈھونڈ لی تھی اور یہ امر شکو کے واسطے قدرے حیرت کا باعث تھا۔

شکو کے برعکس، جو قصباتی ماحول میں پلا بڑھا تھا، شوئی چی کے انداز سے بالکل ظاہر نہ ہوتا تھا کہ محبت اور طلب کے معاملوں میں کسی طرح محرومی کا شکار ہے۔ شکو تو یہ بھی نہ بتا سکتا تھا کہ اس کے بیٹے نے پہلی بار کسی عورت سے ہم بستری کب کی تھی۔

شکو کو یقین تھا کہ جو عورت بھی اب شوئی چی کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے کوئی کاروباری خاتون ہو گی۔ شاید کسی طرح کی طوائف ہو۔

اسے شک تھا کہ دفتر میں ملازم خواتین سے یارانہ بڑھانے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ کام سے فارغ ہونے کے بعد کہیں جا کر محفل رقص گرم کی جائے یا شاید مقصد صرف اتنا ہو کہ باپ کی توجہ ادھر ادھر بٹ کر رہ جائے۔

اس کے سامنے جو لڑکی تھی وہ آرام سے گھر میں بیٹھی تھی۔ شوئی چی کی داشتہ، بہرصورت، ایسی لڑکی ہونے سے رہی جسے چار دیواری کا تحفظ حاصل ہو۔ اتنا تو شکو کو کسی نہ کسی طرح خود کیکوکو کی ذات کے حوالے سے احساس ہو چکا تھا۔ اس معاشقے کے شروع ہوتے ہی کیکوکو اور شوئی چی کے تعلقات میں ایک طرح کی پختگی پیدا ہو گئی تھی۔ کیکوکو کے جسم میں تبدیلی آ چلی تھی۔

رات کو آنکھ کھل جانے پر —— یہ وہی رات تھی جس میں انہوں نے سیپ مچھلیاں تناول کی تھیں —— شکو نے کیکوکو کی آواز جس طرح سنی اس طرح اسے پہلے کبھی سنائی نہ دی تھی۔

اسے شبہ تھا کہ کیکوکو کو شوئی چی کی داشتہ کے بارے میں کچھ علم نہیں۔

"اور اس لئے ایک عدد سیپ مچھلی پیش کر کے معذرت خواہی کا فریضہ ابا جی کو انجام دینا پڑا" اس نے بڑبڑا کر اپنے آپ سے کہا۔

یہ کیوں کر ممکن ہوا کہ کیکوکو کو اگرچہ دوسری عورت کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں پھر بھی اس نے سونگھ کر یہ پتا لگا لیا کہ ہوا میں کچھ نہ کچھ ہے جو اڑ اڑ کر اس تک آرہا ہے؟

شگو کو اونگھ آگئی اور یکایک سویرا ہو گیا۔ وہ جا کر اخبار اٹھا لایا۔ چاند ابھی تک بلند تھا۔ خبروں پر نظر ڈالنے کے بعد وہ دوبارہ سو گیا۔

5

شوئی چی دھکا پیل کرتا ٹرین پر سوار ہوا اور جب شگو پیچھے پیچھے چلتا ہوا اس کے پاس پہنچا تو اٹھ کر اپنی نشست باپ کے لئے چھوڑ دی۔

اس کے بعد شوئی چی نے شام کا اخبار شگو کے حوالے کیا اور جیب میں سے شگو کی بائی فوکل عینک نکالی۔ شگو کے پاس اپنی عینک موجود تھی لیکن اکثر اسے کہیں نہ کہیں بھول آیا کرتا تھا۔ اس لئے ایک فالتو عینک شوئی چی کی تحویل میں رہتی تھی۔

شوئی چی اخبار پر جھکا۔ "آج تانی زاکی نے بتایا کہ اس کی ایک ہم جماعت کو کام کی تلاش ہے۔ آپ کو معلوم ہی ہے ہمیں ملازمہ چاہئے۔ اس لئے میں نے کہہ دیا کہ ہم اسے رکھ لیں گے۔"

"کیا خیال ہے، تانی زاکی کی سہیلی کا ہمارے ہاں رہنا ذرا خطرناک نہیں؟"

"خطرناک؟"

"تانی زاکی سے جانے کیا کیا سن کے آئے اور کیکوکو کے کان بھرنے لگے۔"

"ایسا کیا سن کے آئے گی جو کیکوکو کے کان بھرے؟"

"خیر، میں سمجھتا ہوں کہ جان پہچان والی کسی ملازمہ کا مل جانا اچھا ہی ثابت ہو گا، اور جان پہچان بھی ڈھنگ کی۔" شگو دوبارہ اخبار کی طرف متوجہ ہو گیا۔

کاماکورا پہنچ کر وہ ٹرین سے اترے تو شوئی چی پوچھنے لگا۔ "تانی زاکی میرے متعلق کچھ کہہ رہی تھی کیا؟"

"ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ تمہیں نے اسے چپ رہنے کو کہا ہو گا۔ میں اور کیا سمجھوں۔"

"چہ خوش! فرض کیجئے میرا آپ کی سیکرٹری کے ساتھ سچ مچ کوئی چکر چل رہا ہو۔ دفتر میں کیسی بھد اڑے آپ کی۔"

"اس میں کیا شک۔ لیکن، اگر برا نہ مانو، تو اتنا اطمینان ضرور کر لو کہ کیکوکو کو پتا نہ چلنے پائے۔"

شوئی چی کو پردہ داری کی کوئی خاص پروا معلوم نہ ہوتی تھی۔

"تو تانی زاکی باتیں جڑتی رہی ہے۔"

"تانی زاکی کو اتنا پتا ہے کہ تمہارا کسی لڑکی سے یارانہ ہے۔ اور، میں سمجھتا ہوں، اسی لئے وہ چاہتی ہے کہ اسے بھی تمہارے ساتھ ادھر ادھر گھومنے پھرنے کا موقع ملے۔"

"شاید۔ کیا پتا آدھا دخل اس میں جلاپے کا ہو۔"

"بہت خوب۔"

"میں یہ یارانہ توڑنے والا ہوں۔ توڑنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔ خیر، کسی اور وقت یہ سب کچھ مجھے بتانا۔"

"یارانہ ختم ہو لے تو۔"

"کیکوکو کو پتا نہ چلے۔"

"شاید اسے پتا چل بھی گیا ہو۔"

شنگو نے آزردہ ہو کر چپ سادھ لی۔

اس کی آزردگی کھانے کے دوران بھی برقرار رہی۔ وہ کھانے کی میز سے اچانک اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کیکوکو اس کے لئے تربوز لے کر آئی۔

"تم نمک بھول آئیں" یاسوکو نے، پیچھے پیچھے آتے ہوئے، کہا۔ "کیکوکو نے تمہیں اتنی آوازیں دیں۔ تم نے سنیں نہیں کیا؟"

"نہیں۔ یہ مجھے ضرور معلوم تھا کہ فریج میں تربوز رکھا ہے۔"

"انہوں نے تمہاری آواز ہی نہیں سنی" یاسوکو بولی۔ "اور تم نے کتنی بار آواز دی۔"

"وجہ یہ ہے کہ یہ کسی بات پر غصہ کھائے ہوئے ہیں" کیکوکو نے ساس کو مخاطب کر کے کہا۔

شنگو لمحہ بھر خاموش رہا۔ "میرا خیال ہے، پچھلے چند روز سے میرے کانوں میں کوئی نقص پیدا ہو گیا ہے۔ ابھی ایک رات میں نے جھلملی کھولی کہ کچھ ہوا آئے اور پہاڑ کو گڑگڑاتے سنا۔ اور تم تھیں کہ خراٹوں پر خراٹے لئے جا رہی تھیں۔"

یاسوکو اور کیکوکو دونوں نے پہاڑ کی طرف دیکھا۔

"کیا پہاڑ بھی گرجتے ہیں؟" کیکوکو نے پوچھا۔ "لیکن، ماں جی، آپ نے ایک دفعہ بتایا تو تھا— یاد ہے نا؟ — آپ نے کہا تھا کہ خالہ جان کے انتقال سے ذرا پہلے ابا جی نے پہاڑ کو گرجتے سنا تھا۔"

شنگو چونک اٹھا۔ وہ یہ کیسے بھول گیا؟ اس غلطی پر وہ خود کو معاف کرنے کو تیار نہ تھا۔ پہاڑ کی آواز سن کر اسے یہ بات یاد کیوں نہ آئی؟

کیکوکو بظاہر اپنے کہے پر پچھتا رہی تھی۔ اس کے خوبصورت شانے ساکت تھے۔

ٹڈے کے پر

شگو کی بیٹی نوساکو اپنی دونوں بچیوں کو لے کر گھر آ گئی۔

"شاید ایک اور بھی آنے والا ہے؟" شگو نے یونہی پوچھ لیا حالانکہ اتنا تو اسے بھی معلوم تھا کہ بڑی بچی چار سال کی ہے اور چھوٹی کی پہلی سالگرہ تھوڑے دن پہلے ہی ہوئی تھی اور اولاد کے درمیان جو وقفہ دیا جانا چاہئے اس کے پیش نظر کسی اور بچے کی آمد کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

"یہی بات آپ نے چند دن پہلے بھی پوچھی تھی۔" نوساکو چھوٹی بچی کو پیٹھ کے بل لٹا کے اس کے کپڑے اتارنے لگی۔ بچی کپڑوں میں لپٹی ہوئی تھی۔ "اور کیکوکو کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

اس نے بھی یہ سوال یونہی پوچھ لیا تھا لیکن کیکوکو کے چہرے پر، جو نظر نیچی کئے بچی کو دیکھ رہی تھی، یکایک تناؤ طاری ہو گیا۔

"یہ جیسی ہے اسے ذرا دیر اسی طرح رہنے دو۔" شگو نے کہا۔

"اس کا نام کونیکو ہے، یہ وہ نہیں۔ نام آپ ہی نے رکھا تھا کہ نہیں؟"

ایسا لگتا تھا کہ کیکوکو کے چہرے پر جو کیفیت نمودار ہوئی تھی اسے صرف شگو نے محسوس کیا تھا۔ بہرحال، اس بات کو شگو نے اپنے پر بوجھ نہ بننے دیا۔ قید و بند سے آزاد ہونے پر ننھی ننھی ٹانگوں کو ہلتے جلتے دیکھنے میں اسے بہت لطف آنے لگا۔

"ہاں، اسے یونہی رہنے دو" یاسوکو بولی۔ "بہت خوش معلوم ہو رہی ہے۔ کپڑوں کی وجہ سے گرمی لگتی رہی ہو گی۔" اس نے بچی کے پیٹ اور رانوں کو تھوڑا سا گدگدایا، تھوڑا سا تھپتھپایا۔ "اب ہم تمہاری امی اور باجی کو چلتا کیوں نہ کر دیں تاکہ

وہ ذرا ہاتھ منہ دھو کے تازہ دم ہو جائیں؟"

"تولیے لا دوں؟" کیکو کو کمرے سے باہر جانے لگی۔

"ہم تولیے لے کے آئے ہیں۔" فوساکو نے کہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کچھ عرصہ رہنے کے ارادے سے آئی تھی۔

فوساکو نے ایک بقچی میں سے تولیے اور کپڑے نکالے۔ دوسری بچی، ساتوکو، منہ تھتھائے، ماں سے چمٹی ہوئی پیچھے کھڑی تھی۔ جب سے آئی تھی بولی تک نہ تھی۔ اس کے گھنے کالے کالے بال جاذب نظر تھے۔

بقچی شنگو کی دیکھی بھالی تھی لیکن بس اتنا ہی خیال آیا کہ گھر میں ہوا کرتی تھی۔ کب کی بات ہے، یہ یاد نہ آ سکا۔

سٹیشن سے فوساکو پیدل آئی تھی، اس طرح کہ کونیکو پیٹھ پر، ایک ہاتھ ساتوکو نے زور سے تھاما ہوا، دوسرے میں بقچی۔ شنگو نے سوچا، یہ منظر بھی خوب ہو گا۔

ساتوکو کو ساتھ لے کر چلنا آسان نہ تھا۔ ایسے موقع پر جب ماں پہلے ہی سو طرح کی پریشانیوں میں الجھی ہوئی ہو وہ خاص طور پر زیادہ اڑیل پن دکھانے لگتی تھی۔

شنگو نے حیران ہو کر سوچا کہ یاسوکو کو اس بات پر کچھ پریشانی نہیں ہوتی کہ فوساکو اور کیکو کو دونوں نوجوان ہیں مگر اکیلی کیکو کو اپنی ٹیپ ٹاپ بنائے رکھتی ہے۔

بچی کی ران پر اندر کی طرف لال پدم تھا۔ یاسوکو بیٹھی اسے سہلاتی رہی۔ فوساکو نہانے چلی گئی تھی۔ "پتا نہیں، مجھے تو یہ ساتوکو سے زیادہ ڈھنگ کی معلوم دے ہے۔"

شنگو نے کہا۔ "یہ تب کی پیدائش ہے جب اس کے باپ کے معاملات بگڑنے لگے تھے۔ یہ سب باتیں ساتوکو کے پیدا ہونے کے بعد کی ہیں اور ساتوکو پر ان کا اثر پڑا ہے۔"

"چار برس کی بچی کو اتنی سمجھ ہو گی؟"

"بالکل ہو گی۔ اور ان باتوں سے اثر بھی لے گی۔"

"میرے خیال میں تو وہ پیدائشی طور پر ایسی ہے۔"

بیسیوں بار جسم کو بے طرح بل دے کر، ہاتھ پیر سکوڑ کر، بچی نے کروٹ لی،

پیٹ کے بل ہوئی، رینگتی رینگتی دروازے تک پہنچی اور کواڑ پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"آؤ جی، ٹہلنے چلیں۔ بس میں اور تم، ہم دونوں۔" کیکو کو نے کہا اور بچی کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے چلاتی ہوئی ساتھ کے کمرے میں لے گئی۔

یاسو کو جھٹ پٹ اٹھ کر وہاں پہنچی جہاں فوساکو کے سامان کے ساتھ بٹوا پڑا تھا اور بٹوا کھول کر دیکھنے لگی۔

"ارے حد ہو گئی بھئی۔ یہ تم کرنے کیا لگی ہو؟" شگو نے آواز نیچی رکھی لیکن غصے کے مارے اس کے جسم پر لرزہ سا طاری ہو گیا۔ "بس کرو، میں نے کہا، بس کرو۔"

"اور بس کیوں کروں؟" یاسو کو پر سکون تھی۔

"میں نے تم سے کہا نا بس کرو۔ تمہیں آخر سوجھی کیا ہے؟" شگو کے ہاتھ لرز رہے تھے۔

"کچھ چرانے تو نہیں لگی۔"

"یہ تو چوری سے بھی بدتر حرکت ہے۔"

یاسو کو نے بٹوا واپس رکھ دیا۔ تاہم وہ بٹوے کے پاس ہی بیٹھی رہی۔ "میری اپنی بیٹی ہے۔ اس کے اچھے برے میں دلچسپی لینے میں برائی کیا ہے؟ ہمارے پاس جو آئی ہے تو شاید اس کے پلے اتنی رقم بھی نہ ہو کہ بچیوں کو مٹھائی خرید کر ہی دے سکے۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ اس کے حالات کیسے ہیں۔ بس اتنی سی بات ہے۔"

شگو گھور گھور کر اس کی طرف دیکھتا رہا۔

فوساکو غسل خانے سے لوٹی تو کمرے میں بیٹی کے قدم دھرتے ہی یاسو کو نے کہا۔ "فوساکو، میں نے تمہارا بٹوا کھول کر دیکھ لیا۔ اور اس لئے تمہارے ابا جان سے ڈانٹ کھانی پڑی۔ اگر مجھ سے خطا ہوئی تو معافی چاہتی ہوں۔"

"اگر مجھ سے خطا ہوئی!" شگو نے جھنجھناتے ہوئے کہا۔

بات چھپانے کے بجائے فوساکو کو سب کچھ بتا دینے کے اس انداز سے شگو اور بھی چڑ گیا۔

اس نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ آیا یہ درست سمجھا جائے، جیسا کہ یاسو کو

کے رویے سے سراغ ملتا تھا' کہ اس طرح کے واقعات ماں بیٹی کے درمیان معمول کی بات ہوتے ہیں۔ وہ غصے سے کانپ رہا تھا اور بڑھاپے کی تھکاوٹ اس پر غالب آنے لگی تھی۔

فوساکو شگو کی طرف دیکھنے لگی۔ ممکن ہے اسے باپ کے رویے پر زیادہ اور ماں کے رویے پر کم تعجب ہوا ہو۔

"شوق سے۔ ہچکچاتی کیوں ہیں۔ جو دیکھنا ہے دیکھئے۔ اپنی مرضی کیجئے۔" اس نے غصیلے سے لہجے میں کہا اور بٹوا ماں کے گھٹنے پر دے پٹخا۔

فوساکو کے انداز سے شگو کی چڑچڑاہٹ میں کوئی کمی نہ آ سکی۔

یاسوکو نے بٹوے کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔

"آئی ہارا سمجھا تھا کہ رقم نہیں ہوگی تو میں گھر سے بھاگ نہیں سکوں گی۔ رقم پاس نہ ہوتی تو میں بھاگ کر کیسے آتی۔ اس لئے ظاہر ہے بٹوے میں کچھ بھی نہیں۔ جھجکتی کیوں ہیں۔ تلاشی لیجئے۔"

کونیکو' جس کے ہاتھ ابھی تک کیکوکو کے ہاتھ میں تھے' اچانک نیچے گر پڑی۔ کیکوکو نے پکڑ کر اسے اٹھایا۔

فوساکو نے بلاؤز اٹھا کر چھاتی آگے کی۔ وہ خوبصورت نہیں تھی لیکن گات کی اچھی تھی۔ چلتے ہوئے اس کا جسم بالکل سیدھا رہتا تھا اور دودھ بھری چھاتی تنی ہوئی تھی۔

"شوئی چی کہیں گیا ہوا ہے کیا؟" وہ پوچھنے لگی۔ "اتوار کو بھی؟"

بظاہر اسے احساس تھا کہ تناؤ کو کم کرنے کے لئے لازمی طور پر کچھ کرنا چاہئے۔

2

شگو گھر پہنچ ہی گیا تھا کہ نظر جو اٹھائی تو پڑوس میں ایک مکان کے باہر سورج مکھی کے پھول کھلے دکھائی دئے۔

وہ پھولوں کے عین نیچے آ کر رک گیا جو گیٹ کے اوپر سے باہر کو جھکے پڑ رہے تھے۔

مکان والوں کی بیٹی اس کے پیچھے آ کر کھڑی ہو گئی۔ چاہتی تو اس کے برابر سے گزر کر گھر چلی جاتی لیکن چونکہ شکو سے واقف تھی اس لئے وہیں ٹھہری رہی۔

شکو کی نظر اس پر پڑی تو کہنے لگا۔ "کتنے بڑے بڑے پھول ہیں۔ کمال کے پھول۔"

وہ شرمیلے سے انداز میں مسکرائی۔ "ہم نے باقی کلیاں توڑ کے ہر پودے پر صرف ایک پھول رہنے دیا۔"

"اوہو؟ تبھی اتنے بڑے بڑے ہیں۔ انہیں کھلے دیر ہو گئی؟"

"ہاں۔"

"کتنے دن کے ہو گئے اب؟"

لڑکی کی طرف سے — جو شاید بارہ تیرہ سال کی تھی — جواب نہیں آیا۔ بظاہر وہ چپ چاپ حساب لگانے میں مصروف تھی۔ اس نے شکو کی طرف دیکھا اور پھر اس کے ساتھ دوبارہ پھولوں پر نظر ڈالی۔ لڑکی کا چہرہ گول اور دھوپ سے سنولایا ہوا تھا لیکن بانہیں اور ٹانگیں پتلی پتلی تھیں۔

شکو کو آگے سے ہٹ جانے کا خیال آیا تاکہ لڑکی اپنے گھر چلی جائے۔ یہ سوچتے سوچتے اس نے سڑک پر نظر دوڑائی۔ دو تین مکان چھوڑ کے سورج مکھی کے مزید پھول دکھائی دئے۔ ہر پودے پر تین تین پھول۔ وہ پھول حجم کے لحاظ سے اس مکان کے پھولوں کے مقابلے میں آدھے تھے۔

جب وہ قدم اٹھانے کو تھا تو اس نے پھر نگاہ اونچی کی۔

کیکوکو اسے آواز دے رہی تھی۔ اصل میں وہ اس کے بالکل پیچھے کھڑی تھی۔ اس کے پاس سودا سلف کا جو تھیلا تھا اس میں سے سویابین کے ہرے ڈنٹھل باہر نکلے ہوئے تھے۔

"آپ سورج مکھی کے پھولوں کو سراہ رہے تھے؟"

بلاشبہ اسے اس بات سے اتنا سروکار نہ ہونا چاہئے تھا کہ شکو سورج مکھی کے پھولوں کو دیکھ کر عش عش کر رہا ہے بلکہ زیادہ فکرمندی اس بارے میں ظاہر کرنی چاہئے تھی کہ وہ شوئی چی کے بغیر گھر لوٹا ہے۔ گھر کے بالکل نزدیک پہنچ کر وہ تن تنہا

سورج مکھی کے پھولوں کا نظارہ کرنے میں محو تھا۔

"عمدہ نمونہ ہیں یہ پھول" وہ بولا۔ "جیسے مشہور انسانوں کے سر۔"

کیکو کو نے، بے توجہی سے، سر ہلا کر تائید کی۔

شگو کے ان الفاظ کے پیچھے کوئی سوچ کارفرما نہ تھی۔ یہ تقابل اسے بس یونہی سوجھ گیا تھا۔ اس میں کسی کوشش یا تلاش کا دخل نہ تھا۔

تاہم یہ الفاظ ادا کرتے ہی اسے محسوس ہوا جیسے ان بڑے بڑے، بھاری، لہلہاتے سروں کی توانائی پوری شدت سے آمنے سامنے موجود ہے۔ جس قرینے اور تنظیم کے ساتھ انہیں ترتیب دیا گیا تھا اسے بھی محسوس کیا۔ پنکھڑیاں یوں تھیں جیسے تاج اور مرکزی قرصوں کا بیشتر حصہ زریشوں پر مشتمل تھا، زریشوں کے گچھوں کے گچھے، جو لگتا تھا کہ نرے بل بوتے سے خود کو اوپر ہی اوپر ابھارے چلے جا رہے ہیں۔ بہرحال، یہ تاثر قطعاً نہ ملتا تھا کہ وہ آپس میں برسرپیکار ہیں۔ وہ پرسکون انداز میں منظم تھے اور لگتا تھا کہ ان سے توانائی پھوٹ رہی ہے۔

محیط میں وہ پھول انسانی سر سے بڑے تھے۔ شاید اس حجم کی بندھی ٹکی ترتیب سے شگو کا خیال دماغ کی طرف چلا گیا۔

ان میں فطرت کی جو قوت پنہاں تھی اسے دیکھ کر شگو کے ذہن میں مردانگی کی کسی دیوپیکر علامت کا خیال ابھرا۔ یہ تو اسے معلوم نہ تھا کہ وہ نر ہیں یا نہیں مگر کسی وجہ سے اس نے انہیں نر ہی سمجھا۔

گرمیوں کا سورج ماند پڑ چلا تھا اور شام کی فضا میں سکون رچا ہوا تھا۔

پنکھڑیاں سنہری تھیں، جیسے عورتیں۔

وہ سورج مکھی کے پھولوں کو چھوڑ کر آگے بڑھا اور حیران ہوتا رہا کہ اس کے ذہن میں جو عجیب و غریب خیالات منڈلا رہے ہیں ان کا کوئی تعلق کیکو کو کے آ جانے سے تو نہیں۔

"پچھلے چند روز سے میرے سر میں غبار سا چھایا ہوا ہے۔ سمجھتا ہوں یہی وجہ ہے کہ سورج مکھی کے پھول دیکھ کر مجھے سروں کا خیال آیا۔ جی چاہتا ہے میرا سر بھی ان پھولوں کی طرح صاف ستھرا ہو سکتا۔ میں ٹرین پر سوچتا آ رہا تھا—— کاش کوئی

طریقہ ہوتا جس سے آدمی اپنے سر کو اجلوا اور نیا بنوا سکتا۔ بس کاٹ پھینکا — خیر' یہ تو کچھ زیادہ ہی پر تشدد معلوم ہو گا — بس الگ کیا اور جا کے کسی یونیورسٹی کے ہسپتال کو دے آئے جیسے میلے کپڑوں کا گٹھر دھلنے دے آتے ہیں۔ یہ کہہ دیا : مہربانی سے ذرا اس کی مرمت تو کر دیں۔ پھر ادھر باقی ماندہ آدمی تین چار دن یا ہفتے بھر کے لئے آرام سے پڑ کے سو جائے' ادھر ہسپتال والے سر صاف کرنے اور آلائشیں دور کرنے میں مصروف رہیں۔ نہ کروٹیں لو نہ خواب دیکھو۔"

"آپ ضرور تھکے ہوئے ہیں۔" کیکو نے کہا۔ اس کے چہرے پر سایہ سا لہرایا۔

"ہوں تو سہی۔ آج دفتر میں ایک صاحب ملنے آئے۔ میں نے سگرٹ کا کش لیا اور نیچے رکھ دیا اور ایک اور سگرٹ سلگا لیا اور اسے بھی نیچے رکھ دیا اور دیکھا تو تین سگرٹ رکھے ہیں' سلگائے ہوئے اور پایا یوں سمجھو ان میں سے ایک بھی نہیں۔ بڑی شرمندگی اٹھانی پڑی۔"

یہ سچ تھا کہ ٹرین پر اسے خیال آیا تھا کہ اپنا سر کسی لانڈری کو دے آئے لیکن دھلے دھلائے' کلف لگے سر کا تصور اس کے لئے اتنا پرکشش نہیں تھا۔ سوئے ہوئے جسم کا تصور اپنے میں زیادہ جاذبیت رکھتا تھا۔ سر الگ ہونے کے بعد' بہت ہی مزے کی نیند۔ شک کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی۔ وہ تھک چکا تھا۔

"اب کی گرمیوں میں آپ چھٹی پر نہیں جائیں گے؟"

"کامی کوچی جانے کا سوچ رہا ہوں۔ کوئی ایسا تو ہے نہیں اپنا سر جس کے پاس چھوڑ جاؤں۔ اس لئے سوچتا ہوں کہ جا کر پہاڑوں کا نظارہ کیا جائے۔"

"اوہ' جائیے۔ بے دھڑک ہو کے جائیے۔" کیکو نے کچھ زیادہ ہی شگفتگی سے کہا۔

"لیکن اب فوساکو ہمارے یہاں ہے۔ وہ بھی آرام کرنے کی غرض سے آئی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ میرا گھر پر رہنا اس کے حق میں بہتر ہو گا یا گھر سے چلے جانا؟"

"مجھے رشک آتا ہے اس پر۔ اتنے اچھے ابا ملے ہیں اسے۔" یہ کہتے ہوئے کیکو کو پوری طرح مطمئن دکھائی نہ دی۔ کہیں کوئی خلش سی تھی۔

شکو نے حیران ہو کر سوچا کہ کیا اسے یہ امید تھی کہ نوکا جھوکی سے کام لے کر کیکو کو گڑبڑانے میں کامیاب ہو جائے گا' ایسی باتیں کرے گا کہ اسے دال میں کچھ کالا ہونے کا خیال ہی نہ آئے گا' یوں الجھن میں ڈالے گا کہ وہ اس بات پر توجہ نہ دے پائے گی کہ وہ بیٹے کے بغیر گھر لوٹا ہے تو کتنا بچھڑا بچھڑا اور اکیلا نظر آ رہا ہے۔ شعوری طور پر اس کی نیت یہ تو نہ تھی' اور اس کے باوجود وہ حیران ہوتا رہا۔

"کیا تم طنز کر رہی ہو؟" شکو نے پوچھا۔

اس نے ہلکے پھلکے لہجے میں بات کی تھی لیکن لگا کہ کیکو کو ہک دک رہ گئی ہے۔

"فوساکو پر نظر ڈالو اور پھر مجھے بتاؤ کہ میں اس کے حق میں اچھا باپ ثابت ہوا ہوں یا نہیں۔"

کیکو کا منہ لال ہو گیا۔ "فوساکو کے معاملے میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔" وہ بولی اور شکو نے محسوس کیا کہ اس کا لہجہ دلاسا بھرا ہے۔

3

شکو کو ٹھنڈے مشروبات گرمی کے دنوں میں بھی برے لگتے تھے۔ یاسو کو کسی قسم کا ٹھنڈا مشروب اسے نہ دیتی۔ یہ عادت کئی سال پہلے پڑی تھی اور رفتہ رفتہ پختہ ہو گئی تھی۔

صبح اٹھ کر اور شام کے وقت گھر آ کر وہ پیالی بھر چائے پیا کرتا۔ کیکو کو خاص خیال رکھتی کہ چائے نوشی کے اس معمول میں فرق نہ آنے پائے۔

وہ سورج مکھی کے پھولوں سے آنکھیں روشن کر کے گھر پہنچے تو کیکو کو لپک کر چائے بنانے چلی گئی۔ شکو نے آدھی پیالی خالی کی' کپڑے اتار کر سوتی کمونو پہنا اور پیالی اٹھا کر چسکیاں لیتا ہوا' باہر برآمدے میں جا بیٹھا۔ پیچھے پیچھے کیکو کو اس کے لئے ٹھنڈا تولیا اور سگرٹ لے کر آئی۔ اس نے مزید چائے پیالی میں انڈیلی۔ پھر اندر گئی کہ شکو کی عینک اور شام کا اخبار اٹھا لائے۔

شکو نے باغ پر نظر دوڑائی۔ تولیے سے منہ پونچھنے کے بعد عینک لگانا بھی دوبھر ہو گیا۔ یوں محسوس ہوا جیسے بڑا زور لگانا پڑا ہو۔

بے غوری کا شکار ہو کر گھاس بے ترتیبی سے اگی ہوئی تھی- باغ کی پرلی طرف تپتیا جھاڑی اور پمپاس گھاس کا ایک جھنڈ اتنا اونچا ہو گیا تھا کہ تقریباً خودرو معلوم ہوتا تھا-

وہاں، پرے کہیں، تتلیاں تھیں- جہاں پتیاں چھدری تھیں وہاں شکو کو نظر آ رہا تھا کہ تتلیاں جلتی بجھتی روشنیوں کی طرح آ جا رہی ہیں- ایک آدھ نہیں، یقیناً کئی تتلیاں تھیں- وہ منتظر رہا کہ شاید وہ اڑتے اڑتے تپتیا جھاڑی پر آ بیٹھیں یا جھنڈ کی اوٹ سے نکل کر سامنے آ جائیں- بہرحال، وہ پتیوں ہی میں منڈلاتی رہیں-

اسے محسوس ہونے لگا جیسے ادھر جھڑباڑی کے پیچھے کوئی خصوصی چھوٹی سی الگ تھلگ دنیا آباد ہے- تپتیا جھاڑی کی پتیوں سے پرے اڑتی تتلیوں کے پر اسے غیر معمولی طور پر خوبصورت معلوم ہوئے-

اسے ان ستاروں کا خیال آیا جنہیں اس نے مہینہ بھر پہلے رات کو، جب چاند تقریباً پورا تھا، پہاڑی کی چوٹی پر کھڑے درختوں کے درمیان سے جھانکتے دیکھا تھا-

یاسو کو باہر آئی اور اس کے پاس بیٹھ گئی-

"شوئی چی پھر دیر سے آئے گا؟" اس نے خود کو پنکھی جھلتے ہوئے پوچھا-

شکو نے سر ہلایا اور نظر باغ پر جمائے رکھی- "جھڑباڑی کی اوٹ میں تتلیاں ہیں-"

لیکن ایسا لگا کہ تتلیوں کو منظور نہیں کہ یاسو کو انہیں دیکھے- وہ اڑتی اڑتی تپتیا جھاڑی کے اوپر سے گزریں- کل تین تھیں-

"ابابیل دمی-"

ابابیل دمی تتلیاں اور اتنی چھوٹی چھوٹی اور ان کا رنگ بھی ذرا بجھا بجھا تھا-

تتلیوں نے تختوں کی بنی باڑ کے پار ترچھی اڑان بھری اور پھر ساتھ والے مکان میں لگے چیڑ کے درخت کے بالمقابل نمودار ہوئیں- وہ عمودی صف باندھ کر درخت کی کمر سے پھننگ کی طرف چلیں لیکن اس طرح کہ نہ تو صف ٹوٹی نہ وہ فاصلہ کم زیادہ ہوا جو ان کے درمیان پایا جاتا تھا- چیڑ کا درخت، کسی دیکھ بھال کے بغیر، آپ ہی آپ بڑا ہو گیا تھا اور سانچے میں ڈھلی اس شکل سے بیگانہ تھا جو باغ میں لگائے گئے

درختوں کا خاصہ ہوتی ہے۔

لمحے بھر بعد ایک اور ابابیل دی تتلی ایک غیر متوقع سمت سے ظاہر ہوئی اور باغ کے آرپار افقی لکیر میں اڑتی اڑتی تپتیا جھاڑی کی چوٹی کو چھوتی ہوئی گزری۔

"آج سویرے میں نے دو خواب دیکھے جن میں مردہ آدمیوں سے ملنا ہوا۔ وہ جو بڑے میاں تھے، تاتسومیا والے، انہوں نے مجھے نوڈل پیش کئے۔"

"کھائے تو نہیں، کیوں جی؟"

"نہیں کھانے چاہئیں تھے کیا؟" شگو حیران ہوا کہ اگر خواب میں کوئی مرا ہوا آدمی کھانے کی چیز دے تو اسے کھا لینے کا مطلب کیا یہ ہو گا کہ خواب دیکھنے والا بھی مر جائے گا؟ "یہ مجھے ٹھیک یاد نہیں۔ میرا خیال ہے نہیں کھائے۔ اتنا یاد آتا ہے کہ نوڈل ٹھنڈے تھے۔" اسے خیال آیا کہ نوڈل کھانے سے پہلے ہی آنکھ کھل گئی ہو گی۔ ضرور یہی ہوا تھا۔

اسے نوڈلوں کا رنگ تک یاد تھا جو ایک سینی میں، جس پر باہر کی طرف کالا اور اندر کی طرف لال روغنی رنگ چڑھا ہوا تھا، بانسوں کی بنی پلیٹ پر رکھے تھے۔

بہرکیف، اسے یہ معلوم نہ تھا کہ رنگ اس نے خواب میں دیکھا تھا یا جاگنے کے بعد نوڈلوں سے منسوب کر دیا تھا۔ جو بھی سہی، اس کے ذہن میں نوڈل واضح تھے مگر باقی ساری تفصیل دھندلا چکی تھی۔

رکابی بھر نوڈل فرش پر رکھے ہوئے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ شگو نوڈلوں کے پاس کھڑا تھا۔ دکان دار اور اس کے گھر والے بیٹھے ہوئے معلوم ہوتے تھے مگر کسی کے پاس بیٹھنے کے لئے گدی تک نہ تھی۔ عجیب بات یہ تھی کہ بظاہر شگو اکیلا ہی کھڑا تھا۔ اتنا اسے یاد تھا لیکن صرف مبہم انداز میں۔

جاگنے پر اسے خواب صاف صاف یاد تھا۔ وہ دوبارہ سو گیا اور صبح اٹھا تو خواب اور بھی واضح طور پر یاد تھا۔ بہرحال، اب وہ خواب کو تقریباً بھول چکا تھا۔ اس کے ذہن میں وہ تصویر تو جوں کی توں موجود تھی نوڈل جس کا مرکزی نکتہ تھے لیکن یاد نہ آتا تھا کہ خواب کا پلاٹ کیا تھا یعنی پہلے کیا دیکھا تھا اور بعد میں کیا ہوا تھا۔

خواب میں جو آدمی دکھائی دیا تھا وہ الماریاں بنایا کرتا تھا اور تین چار سال پہلے

فوت ہوا تھا۔ ستر سے اوپر کا تھا گو اسی کا نہ ہوا تھا۔ چوں کہ وہ پرانی وضع پر قائم رہنے والا کاریگر تھا اس لئے شکو کو اس سے بہت لگاؤ ہو گیا تھا۔ شکو اسے خاصا کام دیتا رہتا تھا۔ پھر بھی وہ کوئی ایسا قریبی دوست تو تھا نہیں کہ مرنے کے اتنے عرصے بعد شکو کو خواب میں نظر آتا۔

شکو کو لگا تھا کہ نوڈل دکان کے پچھواڑے وہاں دیکھے تھے جہاں گھر والے رہتے تھے۔ اگرچہ اس نے شاید کبھی کبھار باہر کھڑے ہو کر بڑے میاں سے بات چیت کی ہو لیکن پچھلی طرف بنے کمروں میں کبھی جانا ہوا تھا، یہ یاد نہ آتا تھا۔ اس کی عقل چکرا گئی تھی کہ ایسا خواب کیوں آیا جس میں نوڈلوں سے واسطہ پڑا۔

بڑے میاں کی اولاد میں بیٹیاں ہی بیٹیاں تھیں۔ چھ بیٹیاں۔

خواب میں شکو کسی لڑکی کے ساتھ سویا تھا لیکن اب، شام کے وقت، یاد نہ آ رہا تھا کہ وہ انہیں چھ لڑکیوں میں سے تھی یا کوئی اور۔

کسی کو چھونا اسے واضح طور پر یاد تھا لیکن بالکل نہ سوجھ رہا تھا کہ وہ کون تھی۔ کوئی ایسی بات یاد نہ آتی تھی جس کی مدد سے کچھ اتا پتا ہی مل جاتا۔

اسے یوں لگا کہ جب پہلی بار آنکھ کھلی تھی تو اس وقت معلوم تھا کہ وہ کون تھی اور دوبارہ سو جانے کے بعد جب وہ دوسری بار جاگا تھا تو شاید اس وقت بھی یہ بات اس کے علم میں تھی۔ لیکن اب، شام کے وقت، اسے بالکل کچھ یاد نہ آ سکا۔

چونکہ وہ خواب اسی خواب کا تسلسل تھا جس میں بوڑھا الماری ساز نظر آیا تھا اس لئے شکو نے یہ تعین کرنا چاہا کہ جس لڑکی کے ساتھ سویا تھا وہ کہیں بڑے میاں کی بیٹیوں میں سے تو نہیں تھی۔ جاننے پہچاننے کی یہ کوشش بھی بیکار گئی۔ انتہا یہ کہ اسے یہ بھی یاد نہ آ سکا کہ ان لڑکیوں کی شکلیں کیسی تھیں۔

بات واضح تھی تو فقط یہ کہ خواب سے خواب جڑا ہوا تھا۔ لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ نوڈل نظر آنے سے پہلے کیا دیکھا تھا اور بعد میں کیا پیش آیا تھا۔ زیادہ امکان اب یہی تھا کہ آنکھ کھلنے پر ایک ہی چیز سب سے واضح طور پر یاد تھی اور وہ تھے نوڈل۔ تاہم خواب جس قاعدے قانون کے مطابق اثرانداز ہوتے ہیں اس کی رو سے کیا حقیقت میں یہ نہ ہونا چاہئے تھا کہ لڑکی سے ملاپ ہوتے ہی وہ، جھرجھری لے کر،

جاگ جاتا؟

یہ مانا کہ ملاپ کے اس احساس میں کوئی اتنی شدت نہ تھی کہ اس کی وجہ سے آنکھ کھل جاتی۔

اس ملاپ والے خواب کی کوئی ٹھوس تفصیل محفوظ نہ رہی تھی۔ جس سراپے سے دوچار ہونے کا موقع ملا تھا وہ ناپید ہو چکا تھا اور اسے دوبارہ نظر کے سامنے لانا شگو کے بس میں نہ تھا۔ صرف جسمانی طور پر دونوں کے انمل بے جوڑ ہونے، جسمانی ملاپ میں ناکام رہنے کا، احساس باقی تھا۔

شگو کا درحقیقت ایسی کسی عورت سے کبھی واسطہ نہ پڑا تھا۔ وہ اسے پہچاننے میں ناکام رہا لیکن خواب میں جسے دیکھا تھا وہ محض لڑکی بالی تھی۔ اس لئے یہ ممکن نہ تھا کہ اس طرح کی کوئی ملاقات حقیقی زندگی میں ہوئی ہو۔

باسٹھ سال کا ہو جانے پر جنسی مزوں سے بھرے خوابوں کا نظر نہ آنا انہونی بات نہیں لیکن اس وقت اسے حیرانی یہ تھی کہ جو دیکھا تھا وہ سارے کا سارا کتنا صاف بے مزہ تھا۔

وہ فوراً ہی پڑ کر دوبارہ سو گیا تو اسے ایک اور خواب دکھائی دیا تھا۔

موٹا بوڑھا آئیدا، ساکے شراب کی آدھے گیلن کی بوتل لئے، کہیں سے آٹپکا تھا۔ لگتا تھا کہ خوب پئے ہوئے ہے۔ لال لال چہرے پر مسام کھلے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

اس خواب کے دوران میں اور کیا دیکھا تھا، یہ شگو کو یاد نہ آیا۔ یہ بھی پتا نہ چلا کہ آئیدا اس والے گھر میں آیا تھا یا ایک اور مکان میں جس میں شگو پہلے کبھی رہتا تھا۔

کوئی دس سال پہلے آئیدا شگو کی کمپنی کے ڈائریکٹروں میں شامل تھا۔ پچھلے سال کے آخر میں سکتے میں مبتلا ہو کر مر گیا تھا۔ عمر کے آخری برسوں میں لاغر نظر آنے لگا تھا۔

"اور اس کے بعد میں نے ایک خواب اور دیکھا۔ اس بار آئیدا بوتل لئے ہمارے ہاں آیا۔"

"مسٹر آئیدا؟ لیکن کتنی عجیب بات ہے۔ مسٹر آئیدا تو شراب نہیں پیتے تھے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ اسے دمے کی بیماری تھی اور فالج گرا تو بلغم جم جانے کی وجہ سے فوت ہوا۔ لیکن شراب نہیں پیتا تھا۔ ہمیشہ دوائی کی شیشی ہاتھ میں لئے ادھر ادھر پھرتا رہتا تھا۔"

اور اس کے باوجود خواب میں وہ اس طرح ڈگ بھرتا وارد ہوا تھا جیسے کوئی منچلا رنگیلا ہو۔ شگو کے ذہن میں اس کی تصویر پوری طرح چمچماتی ہوئی ابھری۔

"اور کیا تم نے اور مسٹر آئیدا نے بیٹھ کے شراب اڑائی؟"

"میں نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ آئیدا میری طرف آ رہا تھا لیکن ابھی وہ بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔"

"بالکل بھلی بات نہیں یہ' مرے ہوؤں کو خواب میں دیکھنا۔"

"شاید وہ مجھے لینے آئے ہوں۔"

شگو کی عمر اتنی ہو چکی تھی کہ اس کے بیشتر دوست مر کھپ چکے تھے۔ اس لئے مرجانے والوں کو خواب میں دیکھنا شاید فطری امر تھا۔

بہرکیف' نہ تو بوڑھا الماری ساز اور نہ آئیدا اسے مردہ معلوم ہوئے۔ وہ خواب میں جیتے جاگتے انسان نظر آئے تھے۔

اور دونوں کے سراپے' جس طرح خواب میں نظر آئے تھے' اسی طرح اس کے ذہن میں اب تک روشن تھے۔ ان دونوں آدمیوں کے بارے میں اسے عام طور پر جو کچھ یاد تھا یہ سراپے اس سے بدرجہا واضح تھے۔ آئیدا کے چہرے پر' جو شراب خوری کی وجہ سے لال ہو رہا تھا' جس طرح کی کیفیت دیکھنے کو ملی تھی ویسی تو آئیدا کے چہرے پر زندگی میں کبھی نہ دیکھی گئی تھی۔ اور اس کے باوجود شگو کو بعض جزئیات بھی یاد تھیں۔ مثلاً یہ کہ آئیدا کے چہرے پر مسام پھولے پھولے نظر آئے تھے۔

آخر کیا وجہ تھی کہ وہ دونوں اسے اس قدر واضح طور پر یاد تھے مگر جس لڑکی نے اسے چھوا تھا اس کا چہرہ ذہن میں نہ آتا تھا بلکہ یہ بھی یاد نہ آ رہا تھا کہ وہ کون تھی؟

اس نے اپنے آپ سے پوچھا : کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ احساس جرم کے تحت

چہرہ بھول جانے میں کامیاب ہو گیا ہو؟ لیکن یہ بات بھی درست معلوم نہ ہوئی۔ آنکھ کھلنے کے بعد وہ ذرا سی دیر بیدار رہا تھا اور اس مختصر عرصے میں ایک طرح کی نفسانی مایوسی کے سوا کچھ محسوس نہ ہوا تھا۔

اس بات سے بھی اسے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی کہ یہ سب اس نے خواب میں دیکھا تھا۔

خواب کا یہ حصہ اس نے یاسوکو کے سامنے بیان نہیں کیا۔

کیکو اور فوساکو رات کا کھانا تیار کرنے میں مشغول تھیں۔ باورچی خانے سے ان کی آوازیں شنگو تک پہنچ رہی تھیں۔ ایسا لگا جیسے وہ ذرا زیادہ ہی اونچی آواز میں باتیں کر رہی ہوں۔

4

ہر رات ٹڈے چیری کے درخت سے اڑ کر اندر چلے آتے۔

شنگو اٹھ کر درخت کے تنے تک گیا۔

ہر طرف پروں کی پھرر پھرر کا شور سنائی دے رہا تھا۔ شنگو نے اوپر نظر کی۔ ٹڈوں کی تعداد دیکھ کر وہ حیران رہ گیا اور ان کے پروں کے شور پر بھی حیرت زدہ ہوا۔ ایسا لگتا تھا جیسے چڑوں کا جھنڈ کا جھنڈ پھر سے اڑا ہو۔

اس نے بڑے درخت کا غور سے جائزہ لیا تو ٹڈے اس پر سے اڑ اڑ کر ادھر ادھر جاتے نظر آئے۔

آسمان پر جتنے بھی بادل تھے سب مشرق کی طرف اڑے جا رہے تھے۔ موسمی پیش گوئی میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ امکان یہی ہے کہ سب سے منحوس دن، یعنی موسم بہار کے آغاز کے بعد کا دو سو دسواں دن* کسی گڑبڑ کے بغیر گزر جائے گا لیکن شنگو کا گمان تھا کہ تیز ہوا چلنے اور چھینٹے پڑنے سے درجہ حرارت نیچے آ رہے گا۔

کیکو بھی وہاں چلی آئی۔ ''کچھ ہو گیا کیا؟ ٹڈوں کا شور سنا تو میں سوچ میں پڑ گئی۔''

* جو ستمبر کے اوائل میں آتا ہے۔

"واقعی میں یہ شور اتنا کرتے ہیں کہ آدمی سمجھتا ہے شاید ان پر کوئی آفت آ گئی ہے' یہ خیال آتا ہے نا؟ بطخوں اور ہنسوں کے پروں کا چرچا تو سننے میں آتا ہے لیکن ان کے پر بھی دھاک بٹھانے میں کم نہیں۔"

کیکوکو کے ہاتھ میں سوئی اور سرخ دھاگا تھا۔ "پروں کا شور سن کر نہیں آئی۔ ایک دم بڑی چیں چیں مچی تھی۔ مجھے لگا ٹڈے شاید کسی چیز کو دیکھ کر سہم گئے ہیں۔"

"اس طرف میرا خیال اتنا نہیں گیا۔"

شگو نے اس کمرے کی طرف دیکھا جہاں سے کیکوکو اٹھ کر آئی تھی۔ یاسوکو کی ایک پرانی فتوحی کا کپڑا کاٹ چھانٹ کر کسی بچی کا لباس سیا جا رہا تھا۔ کمرے میں لباس کی تیاری کی چیزیں بکھری ہوئی تھیں۔ "ساتوکو اب بھی ٹڈوں سے کھیلتی ہے؟"

کیکوکو نے سر کو جنبش دی۔ ہونٹوں کی خفیف سی حرکت سے بظاہر لفظ "ہاں" ادا کیا۔

شہر میں پلنے والی بچی' ساتوکو' کو ٹڈے انوکھے اور دلچسپ جاندار معلوم ہوتے تھے۔ اور اس کی سرشت میں کوئی شے ایسی تھی جو اس کھیل سے مناسبت رکھتی تھی۔ جب فوساکو نے پہلے پہل ایک ٹڈا کھیلنے کے لئے اسے دیا تو وہ ڈرتی رہی تھی۔ پھر فوساکو نے ٹڈے کے پر کاٹ دئے اور اس کے بعد بچی جب بھی کوئی ٹڈا پکڑتی تو جو بھی نزدیک ہوتا' کیکوکو یا یاسوکو یا کوئی اور' اس کے پاس دوڑی دوڑی آتی کہ پر تراش دو۔

یاسوکو کو پر قینچ کرنے سے نفرت تھی۔

بڑبڑ کرتی کہ فوساکو سدا سے اس طرح کی لڑکی نہ تھی شوہر نے اسے بگاڑ دیا ہے۔

ایک بار یاسوکو نے جب دیکھا کہ بھوری چیونٹیوں کا غول ایک پرکٹے ٹڈے کو گھسیٹے لیے جا رہا ہے تو اس کا رنگ اڑ گیا۔

مجموعی طور پر یاسوکو اس طرح کی عورت نہ تھی جس پر ایسی باتوں کا کوئی اثر ہوتا۔ شگو کو ہنسی بھی آئی اور پریشانی بھی ہوئی۔

چیونٹیوں اور ٹڈے کو دیکھ کر یاسوکو یوں بدکی تھی جیسے کسی زہریلے بھکے سے

دوچار ہو گئی ہو۔ شاید اس نے اسے برا شگون سمجھا ہو۔ شکو کو شک پڑتا تھا کہ اصل مسئلہ ٹڈے نہیں تھے۔

ساتو کو اڑیل بچی تھی اور جب گھر کا کوئی بڑا اس کے ضدی پن سے ہار مان کر ٹڈے کے پر تراش دیتا تب بھی وہ پاس سے ہلنے کا نام نہ لیتی۔ پھر جب وہ تازہ تازہ پر قینچ ٹڈے کو اٹھا کر باغ میں پھینک آتی' جیسے اسے چھپانا مقصود ہو' تو اس کی غمگین آنکھوں میں سائے سے لہراتے۔ وہ جانتی تھی کہ بڑوں کی نظر اس پر جمی ہوئی ہے۔

یوں تو فوساکو ہر روز یاسوکو کے سامنے شکوے شکایت کا دفتر کھولے رکھتی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بنیادی مسئلے کو ابھی چھیڑا ہی نہیں گیا۔ وجہ یہ کہ اس نے کبھی جھوٹوں بھی یہ ذکر نہیں کیا تھا کہ میکے سے رخصت کب ہو گی۔

جب وہ سونے لیٹتے تو یاسوکو دن بھر کے گلے شکوے شنگو تک پہنچا دیتی۔ وہ ان معاملوں پر زیادہ دھیان تو نہ دیتا لیکن محسوس کرتا کہ کوئی بات ان کہی رہ گئی ہے۔

وہ جانتا تھا کہ باپ ہونے کے ناتے اسے خود آگے بڑھ کر فوساکو کو صلاح مشورہ دینا چاہئے۔ لیکن وہ تیس سال کی ہو چکی تھی۔ اوپر سے شادی شدہ تھی۔ جب صورت حال یہ ہو تو کوئی باپ آسانی سے معاملات نہیں سلجھا سکتا۔ جس عورت کے ساتھ دو بچیاں ہوں اسے گھر میں رکھنا' سارا خرچ اٹھانا سہل نہ ہو گا۔ چنانچہ فیصلہ کرنے کی گھڑی ہر روز ٹلتی رہی جیسے تمام بڑے کردار یہ انتظار کر رہے ہوں کہ جو ہونا ہے آپ سے آپ ہو جائے۔

"ابا جی کیکو کو کا کتنا خیال رکھتے ہیں" فوساکو نے کہا۔

کھانے کی میز پر کیکو کو اور شوئی چی دونوں موجود تھے۔

"ہاں' اس میں کیا شک ہے" یاسوکو بولی۔ "میں خود بھی اس کا خیال رکھنے کی کوشش کرتی رہتی ہوں۔"

فوساکو کے انداز سے ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ جواب کا تقاضا کیا جا رہا ہے۔ خواہ مخواہ جواب دیتے وقت یاسوکو کے لہجے میں ہنسوڑپن تھا لیکن جو بھی ہو اس کا مقصد یہ تھا کہ فوساکو کو اپنی اوقات معلوم ہو جائے۔

"پھر یہ بھی تو ہے' وہ بھی ہمارا خیال رکھتی ہے۔"

کیکوکو کا چہرہ لال ہو گیا۔

یاسوکو کے دوسرے جملے میں کسی قسم کا الجھاؤ تو نہ تھا تاہم کوئی نہ کوئی پہلو ایسا پایا جاتا تھا جیسے اپنی بیٹی پر چوٹ کی جا رہی ہو۔

اس بات چیت سے اشارہ یہ ملتا تھا کہ اسے اپنی خوش مزاج بہو پسند اور ناخوش بیٹی ناپسند ہے۔ اس رویے سے شاید کسی کو کینہ پروری اور بے دردی کی بو آتی۔ شنگو کو یہ بھی محسوس ہوا جیسے یاسوکو خود اپنے آپ سے گھن کھا رہی ہے۔ اس نے خود کو ٹٹولا تو خود سے گھن کھانے کی یہ کیفیت اسے اپنے میں بھی نظر آئی۔ اس کے باوجود اسے عجیب لگا کہ یاسوکو، عورت اور بوڑھی ہوتی ماں ہوتے ہوئے بھی، بیٹی کے منہ پر اس طرح کی بات کر بیٹھی۔

"اتنی مہربان کہاں ہے یہ، میں نہیں مانتا۔" شوئی چی نے کہا۔ "میاں پر تو مہربان نہیں۔" مذاق کرنے کی یہ کوشش ناکام رہی۔

ان سب کو، شوئی چی، یاسوکو اور خود کیکوکو کو، یہ صاف صاف نظر آ جانا چاہئے تھا کہ شنگو کیکوکو سے خاص طور پر شفقت سے پیش آتا ہے۔ یہ ایسی حقیقت تھی جس کے اظہار کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی اور پھر بھی یہ ذکر ہوا تو جانے کیوں اسے اداس کر گیا۔

شنگو کے لئے کیکوکو اس بے رونق گھر کے باہر کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے مانند تھی۔ وہ جو اس کا اپنا خون تھے ویسے نہ تھے جیسا وہ انہیں دیکھنا چاہتا تھا اور اگر اپنے سگے اپنی مرضی کی زندگی گزارنے میں ناکام ہو جائیں تو پھر ان کا ساتھ دوبھر ہو جاتا ہے، ان کی وجہ سے دم گھٹنے لگتا ہے۔ اس کی بہو نے آکر اس گھٹن کو دور کیا تھا۔

کیکوکو کے ساتھ شفقت سے پیش آنے کا عمل ایسا تھا جیسے کوئی کرن جو شنگو کی الگ تھلگ، دوسروں سے کٹی، زندگی میں روشنی بکھیر رہی ہو۔ جیسے اس طرح وہ خود اپنے سے لاڈ کر رہا ہو، جیسے اس کی زندگی میں بچپن کی ہلکی سی لہر در آئی ہو۔

جہاں تک کیکوکو کا تعلق تھا وہ عمر رسیدہ لوگوں کی نفسیات کے بارے میں وحشت ناک قیاس آرائیوں میں نہ پڑتی تھی۔ اور وہ شنگو سے کبھی خائف بھی معلوم نہ ہوئی تھی۔

شگو نے محسوس کیا کہ فوساکو کا جملہ اس کے راز کو چھو گیا ہے۔

فوساکو نے یہ بات تین چار دن پہلے رات کو کھانا کھاتے وقت کہی تھی۔

چیری کے درخت کے نیچے شگو کو اس جملے اور ساتوکو اور نڈے کے پروں کا خیال آیا۔

"فوساکو جھپکی لے رہی ہے؟"

"جی" کیکوکو نے اس کے چہرے پر نظر گاڑتے ہوئے کہا۔ "کونیکو کو سلانے گی ہے۔"

"کیا تماشا ہے یہ بچی، یہ ساتوکو۔ جہاں فوساکو نے ننھی کو سلانا شروع کیا خود بھی جا پہنچی اور ساتھ لیٹ کے ماں کی کمر سے چمٹ گئی۔ صرف اسی وقت نچلی رہتی ہے۔"

"کتنا اچھا لگتا ہے، بچی۔"

"یاسوکو کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ مگر چودہ پندرہ برس کی ہو لینے دو۔ پھر یہ بھی اپنی نانی جیسی بن کر، خراٹوں پر خراٹے مارا کرے گی۔"

بظاہر کیکوکو کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہا جا رہا ہے۔

شگو واپس جانے کے لئے مڑا تو کیکوکو نے آواز دی۔

"آپ ناچنے گئے تھے؟"

"کیا؟" شگو نے مڑ کے دیکھا۔ "کیوں جی، تمہیں بھی خبر مل گئی؟"

دو رات پہلے کا ذکر ہے وہ دفتر میں ملازم لڑکی کو ساتھ لے کر ایک ناچ گھر چلا گیا تھا۔ آج اتوار تھا۔ سو معلوم یہ ہوتا تھا کہ لڑکی نے، جس کا نام تانی زاکی ایکو تھا، ہفتے کے روز شوئی چی کو بتایا ہو گا اور شوئی چی کی زبانی یہ خبر کیکوکو تک پہنچ گئی۔

شگو کو ناچنا چھوڑے سالہا سال ہو گئے تھے۔ جب اس نے ناچ گھر چلنے کی دعوت دی تو لڑکی واضح طور پر حیران رہ گئی۔ کہنے لگی کہ اگر میں آپ کے ساتھ چلی گئی تو دفتر میں پریشان کن افواہیں پھیلیں گی جواب میں اس نے کہا کہ وہ کسی سے ذکر نہ کرے۔ اتنی احتیاط کافی ہو گی۔ اور لگتا یہ تھا کہ اس نے فوراً جا کے شوئی چی کو بتا دیا۔

جہاں تک شوئی چی کا تعلق تھا اس نے، نہ کل نہ آج، شگو کے سامنے اشارتاً

بھی یہ نہ جتایا کہ اسے سب معلوم ہے۔

ائیکو بظاہر وقتاً" فوقتاً" شوئی چی کے ساتھ ناچنے جایا کرتی تھی۔ شگو نے اسے ساتھ چلنے کی دعوت یہ سوچ کر دی تھی کہ ناچ گھر میں' جہاں ائیکو اور شوئی چی کا بہت آنا جانا تھا' شاید شوئی چی کی داشتہ نظر آ جائے۔

بہرحال' وہاں کوئی لڑکی ایسی دکھائی نہ دی جس پر شوئی چی کی محبوبہ کا گمان ہو سکتا۔ ائیکو سے پوچھنے کا حوصلہ نہ ہوا کہ کون سی لڑکی ہے۔

ایسا لگتا تھا کہ ناچ پر چلنے کی دعوت کے اچانک پن سے لڑکی ذرا بے اوسان ہو گئی تھی۔ ان میل سی یہ کیفیت شگو کو پرخطر بھی معلوم ہوئی اور دل پذیر بھی۔

بائیس تیئس سال کی ہو جانے کے باوجود ائیکو کی چھاتیاں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ مسا کر کے بس اتنی سی کہ لپ میں سما جائیں۔ شگو کو ہارو نوبو کی بنائی ہوئی ایک شہوانی تصویر یاد آ گئی۔

ناچ گھر میں چونکہ اردگرد غل غپاڑا مچا ہوا تھا اس لئے شگو کو تھوڑی سی ہنسی آئی کہ بات سے بات کیا سوجھی۔

"چاہو تو اگلی بار تمہیں لے چلوں۔" اس نے کیکو کو سے کہا۔

"ہاں' ضرور لے چلئے۔"

شگو کو واپس بلاتے ہی اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور شرم کی لالی اب تک دور نہ ہوئی تھی۔

کیا وہ بھانپ چکی تھی کہ شگو شوئی چی کی داشتہ کو دیکھنے کی امید لے کر ناچ گھر گیا تھا؟

اس واقعے کو پوشیدہ رکھنے کی شگو کے پاس کوئی خاص وجہ نہ تھی لیکن اس خیال سے وہ تھوڑا سٹپٹایا کہ دوسری عورتیں کیا کہیں گی۔

باہر کے دروازے سے ہو کر وہ شوئی چی کے کمرے میں پہنچا۔ "تمہیں تانی زاکی نے بتایا؟" اس نے کھڑے کھڑے پوچھا۔

"ارے ہاں۔ اسی نے بتایا۔ اہم خبر جس کا تعلق ہمارے گھرانے سے ہے۔"

"میری دانست میں تو اس میں خبرناکی کا کوئی خاص پہلو نہ تھا۔ لیکن اگلی بار ناچ

پر لے جانے لگو تو اسے ٹھیک ٹھاک سے ٹھنڈے کپڑے لے دینا۔"

"آپ کو اس کی وجہ سے خفت اٹھانی پڑی' یہی بات ہے؟"

"لگتا تھا بلاؤز اور سکرٹ ٹھیک طرح میچ نہیں کر رہے۔"

"اوہ' لباس تو اس کے پاس بہتیرے ہیں۔ قصور آپ کا ہے۔ خبردار تو کر دیا ہوتا۔ ساتھ لے جانا مقصود ہو تو اسے پہلے سے بتا دیا کریں۔ وہ موقع محل کی مناسبت سے کپڑے پہن کر آ جائے گی۔" شگو کمرے سے چلا آیا۔

اس کمرے کے برابر سے گزرتے ہوئے جس میں فوساکو اور دونوں بچیاں سو رہی تھیں شگو نے نظر اٹھا کر کلاک کی طرف دیکھا۔

"پانچ" اس نے بڑبڑا کر ایسے کہا جیسے کسی اہم بات کی تصدیق کر رہا ہو۔

بادلوں کا جگمگا

اگرچہ اخبار کی پیش گوئی تھی کہ اس دفعہ سال کا دو سو دسواں دن آرام سے گزر جائے گا اور کچھ بھی نہیں ہو گا' گزشتہ رات خوفناک طوفان آیا۔

شگو کو یاد نہ آ سکا کہ یہ مضمون کتنے روز پہلے نظر سے گزرا تھا اور شاید اسی لئے اسے موسمی پیش گوئی قرار دینا درست نہ تھا۔ جب دو سو دسواں دن قریب آیا تو ظاہر ہے پیش گوئیاں بھی ہوئیں' لوگوں کو خبردار بھی کیا گیا۔

''میرے خیال میں آج رات تم جلدی گھر آ جاؤ گے؟'' شگو نے شوئی چی سے کہا۔ یہ سوال کم اور صلاح زیادہ تھی۔

شگو دفتر سے نکلنے کے لئے تیار ہونے لگا تو ایکو نے اس کا ہاتھ بٹایا۔ اس کے بعد خود ایکو کو بھی گھر جانے کی جلدی پڑی۔ سفید شفاف برساتی میں سے نظر آنے والی اس کی چھاتیاں اور بھی چھوٹی معلوم ہو رہی تھیں۔

شگو جب اس کے ساتھ ناچنے گیا تھا تو اس رات اسے پتا چلا تھا کہ ایکو کی چھاتیاں کتنی ذرا سی ہیں۔ اس کے بعد سے وہ ایکو کی چھاتیوں پر زیادہ توجہ دینے لگا تھا۔

ان کے بعد ایکو بھی سیڑھیوں کے راستے دوڑی دوڑی نیچے آئی اور ان کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ موسلا دھار بارش کے پیش نظر بظاہر اس نے منہ پر دوبارہ پاؤڈر لگانے میں وقت صرف نہیں کیا تھا۔

''اور تم رہتی کہاں ہو؟'' لیکن شگو نے سوال نامکمل رہنے دیا۔ یہ بات وہ بیسیوں بار پوچھ چکا تھا اور یہ بھی یاد نہ رہا تھا کہ جواب میں کیا کہا گیا تھا۔

کاما کورا سٹیشن پر مسافر اوتیوں کے نیچے کھڑے ہو کر آندھی اور بارش کی شدت کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتے رہے۔

شکو اور شوئی چی جب اس گھر کے آگے سے گزرے جس کے گیٹ پر سورج مکھی کے پھول کھلے ہوئے تھے تو ہوا اور بارش کے شور میں "کوا تورزے ژدیئے" کے موضوعی نغمے کی آواز سنائی دی۔

"وہ کوئی زیادہ پریشان تو معلوم نہیں ہوتی۔" شوئی چی نے کہا۔

انہیں پتا تھا کہ لس گاوتی کا ریکارڈ کیکوکو ہی بجا رہی ہو گی۔

ریکارڈ ختم ہوا تو اس نے دوبارہ لگا دیا۔

ابھی وہ رستہ آدھا طے کر پائے تھے کہ جھلملیاں بند کرنے کا شور ہوا۔

اور انہوں نے سنا کہ جھلملیاں بند کرتے ہوئے کیکوکو ریکارڈ کے ساتھ ساتھ گا رہی ہے۔

ایک تو طوفان کا شور' دوسرے موسیقی۔ اس لئے کیکوکو کو گیٹ کھلنے اور ان کے اندر آنے کا پتا ہی نہ چلا۔

"جوتوں میں پانی بھر گیا۔" شوئی چی نے موزے دروازے پر ہی اتار دیے۔

شکو بھیگے موزوں وغیرہ سمیت اندر چلا آیا۔

"تو آپ آ ہی گئے" کیکوکو ان کی طرف آئی۔ اس کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

شوئی چی نے موزے اسے تھما دیے۔

"ابا جی کے موزے بھی لازمی تربتر ہوں گے۔" وہ بولی اور ریکارڈ دوبارہ لگا کر ان کے بھیگے ہوئے کپڑے اٹھا کر چلتی ہوئی۔

شوئی چی نے کمر کے گرد اوبی باندھتے ہوئے کہا۔ "سارا قصبہ تمہیں سن رہا ہے' کیکوکو۔ تھوڑی پریشان نظر آنے کی کوشش کر لو تو کیا ہے۔"

"مگر ریکارڈ بجا اسی لئے تو رہی تھی کہ پریشان ہوں۔ آپ دونوں کی فکر پڑی ہوئی تھی' نچلی کیسے بیٹھتی۔"

لیکن اس کی چنچلتا سے ٹپکتا تھا کہ طوفان کی وجہ سے مزاج پر شگفتگی غالب آ گئی ہے۔

شکو کے لئے چائے بنانے گئی تو اس وقت بھی گنگنا رہی تھی۔

شوئی چی نے، جو پیرس کے گیتوں کا دلدادہ تھا، گیتوں کا یہ مجموعہ کیکو کو کے لئے خریدا تھا۔

شوئی چی کو فرانسیسی آتی تھی۔ کیکو کو فرانسیسی سے نابلد تھی لیکن سبقا" سبقا" تلفظ سیکھنے کے بعد ریکارڈ کی نقل اتارنے میں خاصی ماہر ہو چکی تھی۔ یہ کہنا تو خیر ظاہر ہے، ممکن نہ تھا کہ گاؤتی کی طرح وہ بھی یہ محسوس کرا سکتی تھی کہ کوئی آدمی ہے جو کشمکش سے دوچار ہونے کے بعد کسی نہ کسی طرح جئے چلا گیا۔ جو بھی سہی، کیکو کو کی نازک، اٹکتی ہوئی ادائیگی بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔

شادی کے موقع پر کیکو کو کی کالج کی ہم جماعتوں نے تحفے میں نرسری گیتوں کا مجموعہ دیا تھا۔ گیت دنیا بھر سے اکٹھے کئے گئے تھے۔ شادی کے ابتدائی مہینوں میں کیکو کو کو یہ مجموعہ بہت بھاتا تھا۔ اکیلی ہوتی تو گیت کے ساتھ دبی دبی آواز میں آپ بھی گانے لگتی۔ اس کا گانا سن کر شکو کو گرما دینے والے سکھ کا احساس ہوتا۔

وہ سوچتا کہ یہ بہت ہی نسوانی وضع کی ریت ہے۔ اور نرسری گیت سنتے ہوئے محسوس کرتا کہ کیکو کو اپنے لڑکپن کی یادوں میں ڈوبی ہوئی ہے۔

"تم سے کہا جائے کہ میرے جنازے پر یہی گیت بجانا؟" شکو نے ایک بار کیکو کو سے کہا تھا۔ "پھر مجھے کسی قسم کی دعا مناجات کی ضرورت نہ رہے گی۔" یہ کہتے ہوئے وہ سنجیدہ تو نہ تھا لیکن اچانک آنکھوں میں آنسو آتے آتے رہ گئے۔

لیکن کیکو کو اب تک بے اولاد تھی اور لگتا تھا کہ مجموعے سے اس کا دل اچاٹ ہو چکا ہے۔ وجہ یہ کہ شکو نے حال میں ان گیتوں کو بجتے نہ سنا تھا۔

گیت کا اختتام قریب آیا تو آواز یکایک گم ہو گئی۔

ناشتے کے کمرے سے یاسوکو نے کہا۔ "بجلی چلی گئی۔"

"آج رات آنے سے رہی۔" کیکو کو نے گراموفون بند کرتے ہوئے کہا۔ "امی جی، کھانا جلدی کھائے لیتے ہیں۔"

جھلملیوں کی درزوں سے ہوا اندر آ رہی تھی اور کھانے کے دوران پتلی پتلی موم بتیاں تین چار مرتبہ بجھیں۔

سمندر ہوا سے بھی زیادہ غل مچاتا معلوم ہوا۔ یوں لگتا تھا جیسے دہشت کو دوچند کرنے کے لئے ہوا سے بڑھ چڑھ کر اپنی سی کئے جا رہا ہے۔

2

جو موم بتی لمحہ بھر پہلے بجھائی تھی اس کی بو اب تک شگو کی ناک میں بسی ہوئی تھی۔

ہر دفعہ جب مکان لرزتا تو یاسوکو ماچس کی طرف، جو بستر پر دھری تھی، ہاتھ بڑھاتی اور ڈبیا ہلاتی تاکہ تیلیوں کی کھڑکھڑ سنائی دے، جیسے خود کو رہ رہ کر تسلی دے رہی ہو اور یہ بھی چاہتی ہو کہ شگو کو معلوم ہو جائے کہ ماچس پاس ہے۔

اور وہ شگو کی طرف ہاتھ پھیلاتی اور اس کے ہاتھ کو نرمی سے چھوتی۔

''ہم صحیح سلامت بچ جائیں گے؟''

''بالکل۔ اور اگر کسی چیز سے باڑ ڈھے بھی گئی تو باہر نکل کر یہ دیکھنے سے تو خیر رہے کہ کیا ہوا ہے۔''

''فوساکو کے ہاں تو کوئی گڑبڑ نہیں ہو گی؟''

''فوساکو کے ہاں؟'' شگو کو فوساکو کا خیال نہ آیا تھا۔ ''میں سمجھتا ہوں کوئی گڑبڑ نہیں ہو گی۔ باقی راتوں کو چاہے کچھ کرتے ہوں، ایسی رات کو انہیں چاہئے کہ تمیز دار بیاہے جوڑے کی طرح سویرے سے پڑ کے سو جائیں۔''

''انہیں نیند کیسے آئے گی؟'' شگو کی بات الٹا کر یاسوکو خاموش ہو گئی۔

انہوں نے شوئی چی اور کیکوکو کو بولتے سنا۔ کیکوکو کی آواز میں ایک ملائم، پرچانے والی کیفیت تھی۔

کچھ دیر بعد یاسوکو بولی۔ ''فوساکو کی دو چھوٹی چھوٹی بچیاں ہیں۔ مشکل سے گزر ہوتی ہے۔ ہماری طرح کا آرام نصیب نہیں۔''

''اور اس کی ساس بھی اپاہج ہے۔ گٹھیا کیسا ہے اس کا؟''

''اوپر سے یہ بھی ہے۔ اگر بھاگنے کی نوبت آ گئی تو آئی ہارا کو بڑی بی کو چڑھی دینی پڑے گی۔''

"چل نہیں سکتی؟"

"میرا خیال ہے، کچھ چل پھر تو لیتی ہے۔ لیکن اس آندھی طوفان میں؟ یاسیت طاری ہو گئی ہے اس اندھکار سے، ہو گئی ہے نا؟"

"یاسیت طاری ہو گئی؟" تریسٹھ سالہ یاسوکو کے منہ سے "یاسیت" کا لفظ شگو کو مضحکہ خیز لگا۔

"اخبار میں تھا کہ ہر عورت زندگی کے دوران بالوں کا سٹائل جانے کتنی مرتبہ بدلتی ہے۔ یہ بات میرے دل کو لگی۔"

"یہ کہاں پہ تھا؟"

یاسوکو کے بقول، پرانی وضع کے ایک مصور نے، جو خواتین کے پورٹریٹ بنانے میں خصوصی مہارت رکھتا تھا، حال میں فوت ہونے والی ایک مصورہ کے بارے میں ایک تعریفی مقالہ قلم بند کیا تھا۔ وہ مصورہ بھی پرانی وضع کی حسیناؤں کی تصویریں بناتی تھی۔ بالوں کے سٹائل والی بات مقالے کی ابتدا میں کہی گئی تھی۔

لیکن اصل تعریفی مقالہ پڑھ کر پتا چلا کہ اس فنکارہ کی حد تک معاملہ الٹ تھا۔ وہ پچھتر برس کی ہو کر فوت ہوئی اور عمر کی تیسری دہائی سے مرتے دم تک، یعنی پورے پچاس سال، بال ماتھے سے سیدھے پیچھے لے جاتی رہی اور بالوں کو جمائے رکھنے کے لئے ان میں کنگھی اڑس لیتی۔

بظاہر یاسوکو کو یہ امر قابل داد معلوم ہوا کہ کسی عورت نے پوری زندگی اس طرح گزار دی کہ جب دیکھو بال ماتھے سے سیدھے پیچھے لے جا کے جمائے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ خیال بھی اچھا لگا کہ عورت زندگی میں بال بنانے کے بیسیوں انداز اپنانے پر کاربند رہے۔

یاسوکو کو عادت تھی کہ جو اخبار روز پڑھتی ان سب کو احتیاط سے اٹھا کر رکھ لیتی اور جب کئی دن کے اخبار جمع ہو جاتے تو ان کا ایک بار اور جائزہ لیتی۔ اس لئے یقین سے یہ کہنا مشکل ہوتا کہ وہ بیٹھے بٹھائے کتنے پرانے مضمون کا ذکر چھیڑ دے گی۔ خبروں پر نو بجے جو تبصرہ آتا تھا اسے بھی چونکہ وہ ہمیشہ بڑے غور سے سنتی تھی اس لئے انتہائی بعید از قیاس موضوعات پر فرفر بولنا شروع کر دیتی تھی۔

"تو گویا کہنا یہ چاہتی ہو کہ فوساکو طرح طرح سے بال بنایا کرے گی؟"

"وہ بھی عورت ہے نا آخر۔ لیکن جتنا رد و بدل ہمارا معمول تھا اتنی تبدیلیاں لائی وہ کیا جانے۔ ہم پرانی وضع کے مطابق بال بناتے تھے نا۔ اور کتنا زیادہ مزہ آتا اگر کیکوکو کی طرح وہ بھی خوش شکل ہوتی۔"

"وہ گھر آئی ہوئی تھی تو تم نے اس پر ترس نہ کھایا۔ اس کی جان پر بنی ہوئی تھی۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں تمہارے زیر اثر تھی؟ تمہیں تو بس کیکوکو کی پڑی رہتی ہے۔"

"غلط۔ پھر من گھڑت بات کی۔"

"غلط نہیں، صحیح۔ فوساکو تمہیں کبھی اچھی نہیں لگی۔ شوئی چی ہمیشہ تمہارا منظور نظر رہا۔ تمہارا مزاج ہی ایسا ہے۔ اس نے ایک اور عورت سے تعلقات قائم کر لئے ہیں اور تم ہو کہ اب بھی اسے ٹوک نہیں سکتے۔ اور سچ یہ ہے کہ کیکوکو کے ساتھ تمہارا اخلاص حد سے بڑھ گیا ہے۔ یہ بے دردی کے مترادف ہے۔ وہ اپنے حسد کا ذرا سا بھی اظہار نہیں کر سکتی۔ ڈرتی ہے کہ اس کا تم پر جانے کیا اثر ہو۔ سچ کہتی ہوں، ان باتوں سے میں یاسیت میں ڈوبی جاتی ہوں۔ کاش یہ ٹائی فون ہم سب کو اڑا لے جائے۔"

شنگو چونک پڑا۔ "ٹائیفون۔" اس نے بیوی کے مشاہدات میں غیظ و غضب کی بڑھتی ہوئی لہر پر غور کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں، یہ ٹائیفون ہی تو ہے۔ اور فوساکو، اس عمر کو پہنچ کر، آج کل کے دور میں، کوشاں ہے کہ اس کے والدین کسی طرح اسے طلاق لے دیں۔ یہ بزدلی ہے۔"

"رہنے بھی دو۔ لیکن کیا علیحدگی کی کوئی بات چلی ہے؟"

"مجھے جو اپنے آگے دکھائی دے رہا ہے زیادہ اہم وہ ہے۔ جب وہ گھر آ جائے گی اور تمہیں اس کا اور دونوں بچیوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا تو تمہارا منہ کپے کی طرح پھولا نظر آئے گا۔"

"تم نے بھی تو بات کرتے وقت دید لحاظ کا کوئی خاص ثبوت نہیں دیا۔"

"اس کی وجہ یہ کہ کیکو کو ہمارے ساتھ رہتی ہے جس سے اباجی کو اتنا لگاؤ ہے۔ لیکن کیکو کو کی بات جانے دو۔ مجھے یہ اقرار کرتے ہی بنے گی کہ جو کچھ ہو رہا ہے میں اس پر خوش نہیں۔ بعض اوقات کیکو کوئی ایسی بات کہتی ہے یا کوئی ایسا کام کرتی ہے کہ میرے ذہن سے بوجھ اتر جاتا ہے لیکن جب فوساکو کچھ کہہ دے تو بوجھ بس بڑھا سمجھو۔ جب تک اس کی شادی نہ ہوئی تھی بدمزگی کا یہ عالم نہ تھا۔ مجھے بخوبی علم ہے کہ میں اپنی ہی بیٹی اور نواسیوں کا ذکر کر رہی ہوں اور پھر بھی میری یہ سوچ ہے؟ ڈراؤنی سوچ' بات تو یہی ہے۔ یہ تمہارا اثر ہے۔"

"تم فوساکو سے بھی زیادہ بزدل ہو۔"

"میں مذاق کر رہی تھی۔ تم دیکھ نہیں سکتے کہ زبان نکال کے دکھا رہی ہوں۔"

"بڑی بی کی زبان خوب چلتی ہے۔ کمال ہے بھئی۔"

"لیکن مجھے فوساکو کا حال دیکھ کر رنج ہوتا ہے۔ تمہیں نہیں ہوتا؟"

"اگر چاہو تو اسے بلا لیں۔ یہیں گھر آ کے رہے۔" پھر جیسے اسے کچھ یاد آ گیا ہو۔ "بڑا رومال جو فوساکو ساتھ لائی تھی۔"

"رومال؟"

"رومال۔ میرا دیکھا ہوا ہے لیکن یاد نہیں آتا کہاں۔ یہ رومال ہم نے دیا تھا؟"

"بڑا دوسوتی کا رومال؟ بیاہی جانے پر اس میں اپنا آئینہ لپیٹ کر لے گئی تھی۔ بہت بڑا آئینہ تھا۔"

"گویا وہ والا رومال تھا یہ۔"

"رومال کی پوٹلی مجھے اچھی نہیں لگی۔ فوساکو چاہتی تو اپنی چیزیں بڑی آسانی سے اس سوٹ کیس میں رکھ کے لے آتی جو ہنی مون پر ساتھ لے گئی تھی۔"

"سوٹ کیس بہت وزنی ہو جاتا۔ ساتھ میں دونوں بچیاں بھی تو تھیں۔ اور میرا خیال ہے کہ اس موقع پر اسے بہت زیادہ فکر بھی نہ تھی کہ کس طرح کا حلیہ بنا رکھا ہے۔"

"لیکن ہمیں تو کیکو کو کا خیال رکھنا ہے۔ وہ رومال — جب میری شادی ہوئی تھی تو اس میں کوئی چیز لپیٹ کر لائی تھی۔"

"اوہ؟"

"یہ تو اور بھی پرانا ہے۔ باجی کا تھا۔ جب وہ فوت ہوئی تو سسرال والوں نے اس میں ایک بانسیا درخت باندھ کے گھر بھجوا دیا۔ بڑھیا قسم کا میپل۔"

"اوہ؟" شکو نے دوبارہ آہستگی سے کہا۔ اس کے سر میں اس غیر معمولی میپل کی سرخ دہک سما گئی۔

اس کے خسر دیہات میں رہتے تھے جہاں ان کی فضول خرچی کی ایک ہی بڑی مد تھی اور وہ تھی بالشتیے درختوں کی کاشت۔ بظاہر میپل ان کی توجہ کا مرکز تھے۔ یاسوکو کی بڑی بہن ان کا ہاتھ بٹاتی تھی۔

بستر پر لیٹے لیٹے، جب طوفان اس کے اردگرد گرج رہا تھا، شکو نے چشم تصور میں یاسوکو کی بہن کو ان الماری جیسے خانوں کے درمیان دیکھا جو بالشتیے درختوں کے لیے بنائے گئے تھے۔

شاید شادی کے موقع پر باپ نے اسے کوئی بالشتیا درخت دیا ہو۔ شاید اس نے آپ درخت کی فرمائش کی ہو۔ اور جب وہ فوت ہو گئی تو سسرال والوں نے درخت لوٹا دیا کیوں کہ وہ باپ کی نظر میں اہم تھا اور اس لیے بھی کہ ان کے گھر میں کوئی نہ تھا جو درخت کی دیکھ بھال کر سکتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ باپ خود جا کر اسے لے آیا ہو۔

جس میپل کا خیال اب شکو کے سر میں سمایا ہوا تھا وہ خاندانی آلٹر پر رکھا رہتا تھا۔

تو پھر فوساکو کی بہن کیا خزاں میں فوت ہوئی تھی؟ شی نانو میں خزاں جلدی آ جاتی تھی۔

لیکن کیا سسرال والوں نے درخت کو فوساکو کی بہن کی وفات کے فوراً بعد واپس بھجوا دیا ہو گا؟ لالوں لال اور آلٹر کی زینت بنا ہوا، یوں لگا جیسے ہر چیز کو ضرورت سے زیادہ نفاست سے ترتیب دیا گیا ہو۔ کیا پرانے سہانے سمے کی یادیں چوکھ ہو کر اس کے تخیل کو اکسا رہی تھیں؟ وہ اعتماد سے محروم ہو چکا تھا۔

شکو کو یاد نہ آ سکا کہ اس کی سالی کی برسی کب تھی۔ اس کے باوجود اس نے یاسوکو سے نہ پوچھا۔

وجہ یہ کہ یاسوکو نے ایک دفعہ کہا تھا۔ "جہاں تک درختوں کا تعلق تھا ابو نے مجھے کبھی ہاتھ بٹانے نہ دیا۔ میں سمجھتی ہوں اس میں میرے مزاج کا کچھ دخل ہو گا لیکن انہیں باجی سے کہیں زیادہ انس تھا۔ میں خود باجی کا سامنا نہ کر سکتی تھی۔ معاملہ محض حسد کا نہ تھا۔ مجھ پر شرمندگی طاری رہتی تھی۔ کوئی کام ایسا نہ تھا جو مجھ سے کہیں بہتر طور پر نہ کرتی ہو۔"

اس طرح کی بات وہ اس وقت کہا کرتی جب اثنائے گفتگو یہ ذکر آ جاتا کہ شنگو شوئی چی کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ ایسے موقع پر یاسوکو مزید کہتی۔ "میرا خیال ہے میں آپ بھی کچھ کچھ فوساکو جیسی تھی۔"

شنگو یہ سن کر حیران رہ گیا کہ وہ رومال یاسوکو کی بہن کی نشانی تھا۔ اب کہ باتوں باتوں میں بہن کا ذکر آ گیا تھا تو اس نے چپ سادھ لی۔

"ہم سو کیوں نہ جائیں" یاسوکو بولی۔ "وہ سوچیں گے کہ ہم بوڑھے بھی نیند نہ آنے کی وجہ سے تنگ ہیں۔ طوفان آیا ہوا تھا اور کیکوکو سارے وقت ہنستی رہی۔ کبھی ایک ریکارڈ بجاتی کبھی دوسرا۔ مجھے اس پر ترس آ رہا ہے۔"

"ان چند الفاظ میں بھی پھیر موجود ہے۔"

"ہمیشہ ہی ہوتا ہے۔"

"یہ تو مجھے کہنا چاہئے تھا۔ اپنا معمول بدل کر میں سویرے سے سونے لیٹ جاتا ہوں۔ دیکھوں مجھ پر کیا بیتتی ہے۔"

شنگو اب تک باشیا مپل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

اور ذہن کے ایک اور حصے میں اس نے خود سے پوچھا :یوں تو مجھے یاسوکو سے شادی کئے تیس برس سے زیادہ ہو گئے لیکن کیا یاسوکو کی بہن کی چاہت، لڑکپن کے ایک پرانے گھاؤ کی طرح، اب بھی دل میں باقی ہے؟

یاسوکو پہلے سو گئی۔ اسے کوئی گھنٹے بھر بعد نیند آئی۔ ایک زبردست دھڑاکے نے اسے جگا دیا۔

"کیا ہوا؟"

اس نے کیکوکو کو برآمدے میں چلتے سنا۔ وہ اندھیرے میں پھونک پھونک کر قدم

رکھ رہی تھی۔

"آپ جاگ رہے ہیں؟ سننے میں آیا ہے درگاہ سے ٹین کی ایک چادر اڑ کر ہماری چھت پر آگری ہے۔"

3

میکوشی* کے چھتر پر پڑی ہوئی ٹین کی چھت پوری کی پوری اڑ گئی تھی۔

درگاہ کا نگران منہ اندھیرے آیا تاکہ شگو کے گھر کی چھت اور باغ سے سات آٹھ چادریں اٹھا لے جائے۔

یوکوسوکا ریلوے لائن چل رہی تھی۔ شگو دفتر چلا گیا۔

"کیا حال رہا؟ نیند آئی؟" جب ائیکو چائے لائی تو شگو نے پوچھا۔

"پلک بھی نہیں جھپکی۔" ائیکو بتانے لگی کہ ٹرین کی کھڑکی سے دیکھتی آئی ہے کہ طوفان اپنے پیچھے کیا تباہی چھوڑ گیا ہے۔

"میں سمجھتا ہوں کہ آج ہم ناچنے نہیں جا سکیں گے۔" شگو نے ایک دو سگرٹ پھونکنے کے بعد کہا۔

ائیکو نے مسکراتے ہوئے نظر اونچی کی۔

"پچھلی مرتبہ جب اگلی صبح اٹھا تو کولھے اکڑے ہوئے تھے۔ بوڑھا ہو گیا ہوں۔"

وہ شوخ انداز میں مسکرائی۔ مسکراہٹ کی یہ کیفیت آنکھوں سے چھلک کر ناک تک پہنچی۔ "آپ کے خیال میں اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کمر پیچھے کو اکڑائے رکھتے ہیں؟"

"کمر پیچھے کو اکڑائے رکھتا ہوں؟ واقعی؟ کیا کولھوں کے اوپر اوپر سے جھکا رہتا ہوں؟"

"آپ کمر پیچھے کو اکڑائے رکھتے ہیں، فاصلہ رکھنے کے لئے۔ جیسے مجھے چھونا شاید قانون کے خلاف ہو۔"

---

* سفری درگاہ جس سے شنتو تہواروں میں کام لیا جاتا ہے۔

"یہ سچ نہیں ہو سکتا۔"

"اوہ، لیکن سچ ہے۔"

"کیا میں شائستہ نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا؟ مجھے کوئی احساس نہیں۔"

"کوئی احساس نہیں؟"

"تم نوجوان لوگ ناچتے وقت ایک دوسرے پر گرے پڑتے ہو۔ سراسر بدذوقی ہے یہ۔"

"یہ آپ نے دل دکھانے والی بات کی۔"

پچھلی مرتبہ شنگو سمجھا تھا کہ ایکو لڑکھڑا سی رہی ہے، شاید ہوش کچھ ٹھکانے نہیں ہیں اور اس کا یہ قیاس خواہ مخواہ کی خوش فہمی پر مبنی تھا۔ قصہ اصل میں کچھ یہ تھا کہ وہ خود، اکڑا اکڑا رہ کر، بے ڈھنگے پن کا ثبوت دیتا رہا تھا۔

"خیر، آؤ ایک بار اور چلتے ہیں۔ اس دفعہ میں آگے کو جھک کر تمہارے گلے کا ہار ہو جاؤں گا۔"

ایکو نظر جھکا کر ہنسنے لگی۔ "بصد خوشی۔ لیکن آج رات نہیں۔ ان کپڑوں میں نہیں۔"

ایکو نے سفید بلاؤز پہن رکھا تھا اور بالوں میں سفید ربن بندھا ہوا تھا۔

اس کے سفید بلاؤز پہننے میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ ممکن ہے سفید ربن کی وجہ سے، جو خاصا چوڑا تھا، بلاؤز زیادہ اجلا نظر آنے لگا ہو۔ جو ڈراکس کے باندھ رکھا تھا۔ کہہ سکتے تھے کہ یہ لباس وہ طوفان کی مناسبت سے پہن کر آئی ہے۔

ماتھے پر بالوں کے آغاز ہونے کا خط، تازہ اور صاف، کانوں کے پیچھے قوس بناتا چلا گیا تھا۔ بال، گوری گوری جلد کے مقابلے میں جسے وہ عام طور پر ڈھانپے رہتے تھے، بالکل صاف دکھائی دے رہے تھے۔

اس نے نیوی بلیو پتلی اونی سکرٹ پہن رکھی تھی جو قدرے بوسیدہ تھی۔

جب وہ اس طرح کا لباس پہنے ہوتی تو اس کے پستانوں کا چھوٹا پن کوئی معنی نہ رکھتا۔

"شوئی چی نے تمہیں دوبارہ ساتھ چلنے کی دعوت دی؟"

"نہیں۔"

"بڑا افسوس ہے۔ نوجوان تم سے اس لئے کھچا کھچا رہتا ہے کہ تم اس کے ابو کے ساتھ ناچنے جاتی ہو۔"

"مجھے اس سے آپ ہی کہنا پڑے گا کہ ساتھ لے چلو۔"

"تو گویا مجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"اگر آپ میرا مذاق اڑانے پر تلے رہے تو آپ کے ساتھ ناچ گھر جانے سے انکار کر دوں گی۔"

"میں تمہارا مذاق نہیں اڑا رہا۔ لیکن جب سے تم شوئی چی کی طرف متوجہ ہوئی ہو میں تم سے آنکھ نہیں ملا سکا۔"

ائیکو جواب دینے کے بجائے خاموش رہی۔

"میرا خیال ہے کہ تم شوئی چی کی عورت کو جانتی ہو۔"

اس دفعہ ائیکو کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار ظاہر ہوئے۔

"ناچتی ہے؟"

کوئی جواب نہ ملا۔

"عمر میں بڑی ہے؟"

"عمر میں بڑی؟ شوئی چی کی بیوی سے عمر میں بڑی ہے۔"

"اور خوبصورت ہے؟"

"ہاں، بہت خوبصورت۔" یہ کہتے ہوئے ائیکو کی زبان لڑکھڑائی لیکن وہ رکی نہیں۔ "اس کی آواز بھرائی ہوئی ہے۔ نہیں، اتنی بھرائی ہوئی نہیں جتنی، یہ کہہ لیں، اونچی نیچی ہے۔ پتی لگتی ہے آواز میں۔ شوئی چی کو اس کی آواز جنسی جذبات سے بہت بھرپور معلوم ہوتی ہے۔"

"اچھا!"

ائیکو بظاہر گفتگو جاری رکھنا چاہتی تھی۔ شنگو مزید کچھ سننے کے لئے آمادہ نہ تھا۔

اسے اپنے آپ پر شرم آئی اور گھن محسوس ہوئی جیسے شوئی چی کی عورت اور خود ائیکو کی اصل فطرت ابھر کر سامنے آنے کو ہو۔

یہ جو ذکر آیا کہ عورت کی آواز جنسی جذبات کو ابھارتی ہے تو یہ ابتدائی تفصیل سن کر ہی وہ سٹپٹا گیا۔ ظاہر ہے' شوئی چی نے تو بدذوقی کا ثبوت دیا تھا لیکن خود ائیکو کے بارے میں کیا کہا جائے؟

شگو کے چہرے پر ناخوشی کی کیفیت دیکھ کر ائیکو خاموش ہو گئی۔

اس رات شوئی چی شگو کے ساتھ گھر لوٹا۔ جھلملیاں بند کرنے کے بعد گھر کے چاروں فرد کان جن چو نامی کابو کی کھیل پر مبنی فلم دیکھنے گئے۔

جب سنیما جانے کے لئے کپڑے بدلتے وقت شوئی چی نے نچلی قمیض اتاری تو شگو کو اس کے سینے پر اوپر کی طرف اور کندھے پر سرخ نشان نظر آئے۔ کیا یہ نشان طوفان کے دوران کیکو کو نے ثبت کئے تھے ؟

فلم کے نمایاں اداکار' کوشی رو اور ازائے مون اور کیکوگورو سب مر چکے تھے۔

شگو کے احساسات کیکو کو اور شوئی چی کے احساسات سے مختلف تھے۔

"حیران ہو رہی ہوں کہ ہم نے کوشی رو دو بین کئی کو کتنی بار دیکھا ہو گا" یاسو کو کہنے لگی۔

"یاد نہیں۔"

"ہاں' تم ہمیشہ بھول جاتے ہو۔"

قصبہ چاندنی سے جگمگا اٹھا تھا۔ شگو نے نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔

چاند تابانی میں گھرا ہوا تھا۔ یا کم از کم عین اس وقت شگو کو یہی لگا۔

چاند کے اردگرد بادل دیکھ کر اسے وہ شعلے یاد آئے جو کسی تصویر میں اکالا کے پیچھے نظر آ رہے ہوں یا پھر لومڑی کی شکل دھارنے والی روح کی کسی تصویر کا خیال آیا۔ بادل گھونگریالے اور پیچ در پیچ تھے۔

لیکن بادل بھی اور چاند بھی یونہی سے سفید تھے۔ شگو کو محسوس ہوا کہ اس پر خزاں چھا گئی ہے۔

مشرق میں اونچا چاند تقریباً پورا تھا۔ وہ بادلوں کے جگ گگے کی لپیٹ میں تھا۔ بادلوں کے سامنے ماند پڑ گیا تھا۔

جس جگ گگے نے چاند کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اس کے آس پاس

دوسرے بادل نہ تھے۔ طوفان کے بعد ایک ہی رات میں آسمان بالکل کالا پڑ گیا تھا۔

دکانیں بند پڑی تھیں۔ رات کے وقت قصبے نے بھی ایک غمگین وضع اپنا لی تھی۔ فلم دیکھ کر گھر لوٹنے والے خاموش' سنسان سڑکوں پر چلے جا رہے تھے۔

"کل رات مجھے نیند نہیں آئی۔ آج جلدی لیٹ رہوں گا۔" شکو کو اپنے اندر ایک اجاڑ سرد کپکپی دوڑتی محسوس ہوئی اور انسانی گرماہٹ کی طلب نے بھی اسے گدگدایا۔

اور یہ ایسا تھا جیسے کوئی بحرانی لمحہ آ پہنچا ہو' جیسے کوئی فیصلہ خود کو منوانے پر تل گیا ہو۔

چیسنٹ

"گنگکو میں پھر کونپلیں نکل رہی ہیں" کیکو کو نے کہا۔
"تمہیں اب جا کے خبر ہوئی؟" شگو بولا۔ "میں تو کچھ عرصے سے انہیں دیکھ رہا ہوں۔"
"مگر، ابا جی، آپ اس کی طرف منہ کر کے جو بیٹھتے ہیں۔"
کیکو کو پیچھے مڑ کر گنگکو کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ یوں بیٹھی تھی کہ شگو کو اس کا نیم رخ نظر آ رہا تھا۔
وقت گزرنے کے ساتھ کھانے کی میز پر چاروں کی جگہیں متعین ہو چکی تھیں۔
شگو کا منہ مشرق کی طرف ہوتا۔ اس کے بائیں یاسوکو بیٹھتی، رخ جنوب کو۔ شگو کے دائیں ہاتھ پر شوئی چی، رخ شمال کی جانب۔ کیکو کو، جس کا منہ مغرب کی طرف ہوتا، شگو کے آمنے سامنے بیٹھتی۔
باغ چونکہ مشرق اور جنوب کی طرف تھا اس لئے، کہہ لیجئے، کہ بہتر نشستیں معمر افراد نے سنبھال رکھی تھیں۔ اور خواتین ایسی جگہوں پر بیٹھتی تھیں جہاں سے انہیں کھانا لانے، پیش کرنے اور اٹھا لے جانے میں سہولت ہو۔
کھانا کھانے کے علاوہ بھی جب وہ وہاں بیٹھتے تو نشستوں کی ترتیب یہی رہتی۔
سو یہی سبب تھا کہ گنگکو کی طرف کیکو کو کی ہمیشہ پیٹھ ہوتی۔
اس کے باوجود شگو خلجان میں پڑ گیا۔ اس بات سے ایک طرح کا خالی پن ظاہر ہوتا تھا کہ کیکو کو بڑے پیڑ پر بے رت کی کونپلوں کو دیکھ نہ پائی تھی۔
"لیکن کونپلوں پر تمہاری نظر اس وقت تو جانی چاہئے تھی جب تم جھلملیاں

کھولتی ہو یا باہر جا کر برآمدے کی صفائی کرتی ہو۔" وہ بولا۔

"میرا خیال ہے آپ درست فرما رہے ہیں۔"

"بے شک درست کہہ رہا ہوں۔ اور جب تم گیٹ سے اندر آتی ہو تو درخت تمہارے سامنے ہوتا ہے۔ اس پر نظر پڑے ہی پڑے، خواہ تم دیکھنا چاہو خواہ دیکھنا نہ چاہو۔ کیا تمہارے ذہن پر تفکرات کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ گھر آتے وقت نظر زمین پر جمی رہتی ہے؟"

"اس طرح تو بات بنتی نظر نہیں آتی" کیکو نے کندھے اسی موہ لینے والے انداز میں ہلکے سے اچکائے۔ "آئندہ سے بہت احتیاط برتوں گی تاکہ آپ جو بھی کریں وہ میری نظر میں ہو اور میں آپ کی پیروی کیے جاؤں۔"

شنگو کو اس جملے میں اداسی کی جھلک دکھائی دی۔ "بات یوں بھی کہاں بنے گی۔"

زندگی بھر کسی عورت نے اسے اتنا پیار کب کیا تھا جو چاہا ہو کہ وہ جو بھی کرے شنگو کی نظر میں رہے۔

کیکو گنکگو کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ "اور پہاڑ پہ بعض درختوں میں نئے پتے آ رہے ہیں۔"

"آ تو رہے ہیں۔ خدا جانے ان کے پتے کیا طوفان کی نذر ہو گئے۔"

شنگو کے باغ سے نظر آنے والے پہاڑ کے بیچ میں درگاہ کا احاطہ حائل تھا۔ ایک ہموار پھیلاؤ جو تھوڑی سی بلندی پر تھا۔ گنکگو کا درخت وہاں تھا جہاں پہنچ کر باغ ختم ہوتا تھا لیکن گھر کے ناشتے کے کمرے سے یوں لگتا تھا جیسے زیادہ اونچائی پر کھڑا ہو۔

طوفان کی رات میں اس کے سارے پتے نچ کھچ گئے تھے۔

گنکگو اور چیری، یہی دو درخت تھے جنہیں ہوا نے کھسوٹ کے ننگا کر دیا تھا۔

گھر کے آس پاس کھڑے درختوں میں چونکہ یہی دونوں زیادہ بڑے تھے شاید اسی لئے طوفان کا خوب نشانہ بنے۔ یا کہیں وجہ یہ تو نہیں تھی کہ ان کے پتے خاص طور پر نازک تھے اور ذرا سا جھٹکا نہ سہ سکے؟

طوفان کے بعد بھی چیری پر چند ایک پتے سرنگوں حالت میں نظر آئے تھے۔

لیکن اب درخت نے انہیں بھی گرا دیا تھا اور بالکل ننگا کھڑا تھا۔

پہاڑ پر لگے بانسوں کی پتیاں مرجھا گئی تھیں' شاید اس لئے کہ سمندر نزدیک تھا اور ہوا اپنے ساتھ کھاری بوچھار لاتی رہی تھی۔ بانسوں کے چٹ سے ٹوٹ جانے والے ڈنٹھل ہوا کے زور سے اڑ کر باغ میں آگرے تھے۔

بڑے گنگکو میں از سرنو کونپلیں پھوٹ رہی تھیں۔

جب بڑی سڑک سے شنگو اپنی گلی میں مڑتا تو درخت سامنے ہوتا اور ہر روز گھر آتے ہوئے وہ اس پر نظر ڈالتا۔ ناشتے کے کمرے سے بھی اسے دیکھتا رہتا۔

"گنگکو میں ایک طرح کا کس بل ہے جس سے چیری محروم ہے" وہ کہنے لگا۔ "میں سوچتا رہا ہوں کہ زیادہ عمر پانے والے باقیوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس جیسے پرانے درخت کو خزاں کے موسم میں کونپلیں لانے کے لئے اچھی خاصی توانائی صرف کرنی پڑتی ہو گی۔"

"لیکن جانے کیا ہے جو یہ کونپلیں اداس اداس معلوم ہوتی ہیں۔"

"مجھے تو یہ حیرانی ہے کہ کیا یہ موسم بہار میں نکلنے والی پتیوں جتنی بڑی ہو جائیں گی۔ مگر یہ بڑھنے کا نام نہیں لے رہیں۔"

چھوٹی چھوٹی ہونے کے علاوہ کونپلیں تھیں بھی بکھری ہوئی' اتنی تھوڑی کہ ٹہنیوں کو ڈھانپ نہ سکتی تھیں۔ دیکھنے میں بہت مہین' رنگ پھیکا زردی مائل' آدھا پونا سا ہرا۔

یوں لگتا تھا خزاں کی دھوپ ایسے گنگکو پر پڑ رہی ہے جو' کچھ بھی سہی' تھا تو ننگ دھڑنگ۔

درگاہ کے احاطے والے درخت بیشتر سدابہار تھے۔ لگتا تھا کہ وہ آندھی بارش کا استقامت سے مقابلہ کر سکتے ہیں اور انہیں طوفان سے ذرا بھی گزند نہ پہنچا تھا۔ گھنے سدا بہار درختوں کے اوپر نئی کونپلوں کی ہلکی سبزتہ تھی۔ کیکوکو کی نظر ان پر ابھی ابھی پڑی تھی۔

یاسوکو پچھلے گیٹ سے اندر آئی۔ شنگو نے پانی بہنے کی آواز سنی۔ یاسوکو نے کچھ کہا لیکن پانی کے شور کی وجہ سے اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہا ہے۔

"کیا کہہ رہی ہو؟" اس نے پکار کر پوچھا۔
کیکوکو اس کی مدد کو آ پہنچی۔ "وہ کہہ رہی ہیں کہ تپتیا جھاڑی پر خوب بہار آئی ہوئی ہے۔"
"اوہ؟"
کیکوکو نے ایک اور پیغام پہنچایا۔
"اور وہ کہتی ہیں کہ ہمپاس گھاس میں طرے آ گئے ہیں۔"
"اوہ؟"
یاسوکو کچھ اور بھی کہنا چاہ رہی تھی۔
"ارے چپ بھی رہو۔ تمہاری آواز مجھ تک نہیں آ رہی۔"
"ترجمانی کے فرائض انجام دے کر مجھے خوشی ہو گی" کیکوکو نے، جسے ہنسی آیا چاہتی تھی، آنکھیں جھکا لیں۔
"ترجمانی؟ ایک بڑھیا اپنے آپ سے باتیں کئے جا رہی ہے، اور کیا ہے۔"
"وہ کہتی ہیں رات خواب میں دیکھا کہ شی نانو والا مکان کھنڈر ہو چلا ہے۔"
"اوہ؟"
"اس بارے میں آپ کیا کہنا چاہیں گے؟"
"کہہ تو دیا : اوہ۔ اس کے سوا کچھ نہیں کہنا۔"
پانی گرنے کا شور تھم گیا۔ یاسوکو نے کیکوکو کو آواز دی۔
"کیکوکو، بھئی انہیں پانی میں رکھ دو۔ اتنے بھلے معلوم ہوئے کہ میں چند ایک توڑنے سے باز نہ رہ سکی۔ لیکن تم، بھئی، ان کا خیال رکھو۔"
"پہلے میں اباجی کو تو دکھا دوں۔"
وہ کولی بھر تپتیا جھاڑی اور ہمپاس گھاس اٹھائے اندر آئی۔
یاسوکو بظاہر ہاتھ دھو چکی تھی۔ پھر وہ ایک شگارا کی گلدان گیلا کر کے اندر لائی۔
"ساتھ والے گھر میں لگے امرپھول کا رنگ بھی بہت پیارا ہے" اس نے بیٹھتے بیٹھتے کہا۔
"سورج مکھی کے پھولوں والے گھر کے پاس بھی امرپھول لگا ہوا ہے۔" یہ کہتے

ہوئے شکو کو یاد آیا کہ ان انوکھے سورج مکھی کے پھولوں کا طوفان نے پڑا کر دیا ہے۔
پھول سڑک پر گرے پڑے تھے۔ ساتھ میں ان کے کوئی چھ انچ لمبے ٹوٹے ہوئے ڈنٹھل بھی۔ وہ کٹے ہوئے انسانی سروں کی طرح کئی دن وہاں پڑے رہے۔
پہلے پنکھڑیاں مرجھائیں، پھر ڈنٹھل سوکھے اور میلے اور خاکستری رنگ کے ہو گئے۔

شکو کو دفتر جاتے اور گھر آتے ہوئے ان پر سے گزرنا پڑتا تھا۔ اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ انہیں دیکھے۔
ڈنٹھلوں کے پتوں سے خالی نچلے حصے گیٹ کے پاس کھڑے تھے۔
ان کے پہلو میں امرپھول کی پانچ چھ ڈنڈیوں میں رنگ آ چلا تھا۔
"لیکن جیسے امرپھول ساتھ والے گھر میں ہیں ویسے یہاں اڑوس پڑوس میں کہیں بھی نہیں۔" یاسوکو نے کہا۔

2

یاسوکو نے خواب میں اپنا آبائی گھر دیکھا تھا۔
اس کے والدین کے فوت ہونے کے بعد وہ گھر کئی سال سے غیر آباد پڑا تھا۔
باپ کی نیت بظاہر یہ تھی کہ خاندانی نام یاسوکو کے حوالے سے باقی رہے۔ یہی سوچ کر اس نے بڑی بیٹی بیاہ دی تھی۔ کرنا اس کا الٹ چاہئے تھا کیونکہ بڑی بیٹی اسے زیادہ پیاری تھی لیکن یہ دیکھ کر کہ اتنے بہت سے مرد یاسوکو کی حسین بہن سے شادی کے امیدوار ہیں اسے غالبًا یاسوکو پر ترس آنے لگا تھا۔
یہی وجہ تھی کہ جب بڑی بہن کے انتقال کے بعد یاسوکو بظاہر بہن کی جگہ لینے کا ارادہ کر کے اسی گھر بار کا دھندا سنبھالنے چلی گئی جس میں بہن بیاہی گئی تھی تو باپ یاسوکو کی طرف سے مایوس ہو گیا۔ شاید اسے کسی طرح کا احساس جرم ستا رہا ہو کہ والدین اور گھر والوں کے دباؤ کی وجہ سے یاسوکو ایسا کرنے پر راغب ہوئی۔
یاسوکو کی شکو سے شادی پر بظاہر اسے خوشی ہوئی۔
اس نے طے کر لیا کہ باقی ماندہ زندگی کسی وارث کے بغیر گزار دے گا۔

یاسوکو کو بیاہتے وقت باپ کی جتنی عمر تھی شگو اب اس سے زیادہ سال کا ہو چکا تھا۔

پہلے یاسوکو کی ماں کا انتقال ہوا اور جب باپ فوت ہوا تو ساری زمینیں فروخت کر دی گئیں۔ صرف مکان اور تھوڑا سا جنگل بچا۔ ایسی جدی پشتی چیزیں گھر میں سرے سے نہ تھیں جن کی کوئی اہمیت ہوتی۔

بچی کھچی جائیداد یاسوکو کے نام تھی لیکن اس کی دیکھ بھال کی ذمے داری دیہات میں مقیم ایک رشتے دار کو سونپ دی گئی تھی۔ جنگل غالباً ٹیکسوں کی ادائیگی کے سلسلے میں کٹ کٹا کر برابر ہوا۔ بہت سال پہلے کہیں یاسوکو کو آخری بار دیہی املاک سے متعلق آمدنی یا اخراجات سے واسطہ پڑا تھا۔

جنگ کے دنوں میں' جب دیہی علاقوں میں ہر طرف پناہ گزین ہی پناہ گزین نظر آتے تھے' ایک بار کوئی خریدار سامنے آیا تھا۔ لگتا تھا خرید لے گا۔ لیکن یاسوکو اپنے گھر کو اتنی پیار بھری حسرت سے یاد کرتی رہتی تھی کہ شگو نے گھر بیچ ڈالنے پر اصرار نہیں کیا۔

ان کی شادی اسی گھر میں ہوئی تھی۔ اولاد میں یہی ایک بیٹی باقی تھی۔ اس لئے اسے بیاہتے وقت باپ نے تقاضا کیا کہ شادی کی رسم میکے میں ادا کی جائے۔

جب شادی کے موقع پر میاں بیوی رسماً" آپس میں جام ادل بدل رہے تھے تو درخت سے ایک چیسنٹ گرا۔ باغ میں ایک بڑے پتھر سے ٹکرایا۔ جس زاویے سے ٹکرایا تھا اس کی وجہ سے دوبارہ اچھل کر بڑی دور تک لڑھکتا ہوا ایک چشمے میں جا گرا۔ ٹکرا کر وہ اتنا اچھلا کہ شگو حیرت زدہ ہو کر بلند آواز سے اس غیر معمولی اچھاؤ کی طرف توجہ دلاتے دلاتے رہ گیا۔ اس نے کمرے میں ادھر ادھر دیکھا۔

بظاہر اور کسی نے چیسنٹ کے گرنے اور اچھلنے پر توجہ نہ دی تھی۔

اگلے دن شگو اس کی تلاش میں نکلا۔ چشمے کے کنارے اسے کئی چیسنٹ پڑے ملے۔ یقین سے کیسے کہتا کہ رسم کے دوران جس چیسنٹ کو گرتے دیکھا تھا وہ مل گیا ہے۔ پھر بھی ان میں سے ایک اس نے یہ سوچ کر اٹھا لیا کہ یاسوکو سے اس کا ذکر کرے گا۔

لیکن پھر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ بچوں جیسی حرکت ہو گی۔ اور کیا یاسوکو' یا دوسرے لوگ جن سے شاید وہ اس بارے میں بات کرے' اس کے کہے پر یقین کریں گے؟

اس نے چیسنٹ کولب جو گھاس کے ایک جھنڈ میں پھینک دیا۔

یاسوکو اس کے کہے پر یقین نہ کرے گی' اس کا شگو کو کوئی اتنا ڈر نہیں تھا۔ زیادہ شرم اپنے ہم زلف سے آتی تھی۔ اس شرماہٹ کے مارے اس سے بولا نہ گیا تھا۔

اگر ہم زلف موجود نہ ہوتا تو شگو شاید ایک روز پہلے ہونے والی تقریب کے دوران ہی چیسنٹ گرنے کا ذکر کر بیٹھتا۔ ہم زلف کی موجودگی میں اس نے خود کو بندھا بندھا محسوس کیا اور بندش کا یہ احساس خجالت سے بہت ملتا تھا۔

شگو کے دل میں چور سا تھا کہ شادی ہونے کے بعد بھی وہ یاسوکو کی بہن کی طرف مائل رہا تھا۔ ادھر بیوی کی موت اور یاسوکو کی شادی کی وجہ سے ہم زلف کو پریشانی لاحق تھی۔

یاسوکو لازمی طور پر دل میں اور بھی زیادہ شرمسار ہو گی۔ یوں کہہ لیجئے کہ رنڈوا بہنوئی جھوٹ موٹ یہ ظاہر کرتا رہا کہ اسے یاسوکو کے جذبات کا کوئی علم نہیں۔ یاسوکو سے اس طرح کام لیتا رہا جیسے ملازمہ کا کوئی بدل بیٹھے بٹھائے ہاتھ آ گیا ہو۔

رشتے دار ہونے کے ناتے اسے' معمول کے مطابق' یاسوکو کی شادی پر مدعو کیا گیا تھا۔ پھر بھی اس کی موجودگی بہت ہی تکلیف دہ ثابت ہوئی۔ شگو کو تو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی دوبھر ہو گیا۔

ہم زلف خوش شکل آدمی تھا۔ اس کے سامنے دلھن بالکل ماند پڑ گئی تھی۔ شگو کو لگا جیسے کمرے میں' جدھر وہ بیٹھا تھا' وہاں عجیب سی تابانی پھیلی ہوئی ہے۔

یاسوکو کی نظر میں بڑی بہن اور بہنوئی دونوں خوابوں کی کسی دنیا کے باشندے تھے۔ اس سے شادی کر کے شگو نے بھی خود کو اسی نچلی سطح پر لا کھڑا کیا جو یاسوکو کا مقدر بن چکی تھی۔

اسے محسوس ہوا جیسے ہم زلف کہیں بلندی پر سے سرد مہری کے ساتھ شادی کی

تقریب کو دیکھ رہا ہے۔

کتنی معمولی سی بات تھی کہ وہ یاسوکو سے چیسنٹ گرنے کا ذکر نہ کر پایا۔ لیکن اس ذرا سی ناکامی سے پیدا ہونے والا خلا شاید ان کی ازدواجی زندگی سے کبھی جدا نہ ہو سکا۔

جب فوساکو پیدا ہوئی تو شگو نے دل ہی دل میں امید باندھی کہ شاید وہ بھی اپنی خالہ کی طرح حسن کا پیکر ہو۔ اپنی امید کو وہ بیوی کے سامنے زبان پر نہ لا سکا۔ لیکن فوساکو اپنی ماں سے بھی کم رو ثابت ہوئی۔

شگو اس بات کو یوں کہتا : بڑی بہن کا خون چھوٹی کے رگ و پے میں دوڑنے میں ناکام رہا۔ یاسوکو نے اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

یاسوکو نے خواب میں جب دیہات والے مکان کو دیکھا تو اس کے تین چار دن بعد ایک رشتے دار کا تار ملا کہ فوساکو دونوں بچیوں کو لے کر وہاں پہنچ گئی ہے۔

کیکوکو نے دستخط کر کے تار وصول کیا اور یاسوکو کے حوالے کر دیا۔ یاسوکو شگو کے دفتر سے آنے کا انتظار کرتی رہی۔

"اس خواب میں کوئی شے کیا مجھے خبردار کر رہی تھی؟" شگو کو تار پڑھتے ہوئے دیکھتے وقت یاسوکو کمال پرسکون تھی۔

"واپس دیہات جا پہنچی، کیوں جی؟"

تو گویا وہ خودکشی نہیں کرے گی ـــــ یہ پہلا خیال تھا جو شگو کو آیا۔

"لیکن وہ یہاں کیوں نہ چلی آئی؟"

"شاید سوچتی ہو کہ ائی ہارا کو پتا چل گیا تو پیچھا کرے گا۔"

"ائی ہارا کی طرف سے کچھ آیا؟"

"نہیں۔"

"تو پھر، میرا خیال ہے، معاملہ ختم سمجھو۔ فوساکو بچیوں کو لے کے نکل گئی اور میاں کی طرف سے کوئی اطلاع تک نہیں۔"

"لیکن پچھلی دفعہ وہ گھر آ گئی تھی اور شاید اس بار بھی ائی ہارا کو یہی بتا کے آئی ہو کہ تھوڑے دن کے لئے پھر گھر جا رہی ہوں۔ ائی ہارا کے لئے منہ دکھانا آسان نہ

ہو گا۔"

"جو جی چاہے کہتی رہو۔ قصہ ختم ہو گیا۔"

"تعجب اس پہ آتا ہے کہ گاؤں چلی گئی۔ کیا حوصلہ ہے۔"

"آنا تھا تو یہیں آ جاتی۔ فرق کیا پڑتا۔"

"فرق کیا پڑتا —— لہجے میں ذرا سی بھی گرم جوشی نہیں۔ ہمیں اس پر ترس آنا چاہئے کہ لوٹ کر اپنے گھر بھی نہیں آ سکتی۔ ہم والدین' وہ ہماری بچی اور نوبت یہ آ گئی ہے۔ مجھے بہت دکھ ہوتا رہا ہے۔"

تیوری چڑھا کر شگو نے ٹائی اتارنے کے لئے ٹھوڑی بلند کی۔

"میرا کمونو کہاں ہے؟"

کیکو ایک کمونو لے آئی اور اس کا سوٹ اٹھا کر چپ چاپ چلی گئی۔

جتنی دیر شگو نے کپڑے بدلے یاسو کو سر جھکائے بیٹھی رہی۔

"والدین پر فرض ہے کیا کہ اولاد کی شادی کا ہمیشہ کے لئے ذمہ لیں؟"

"تم عورتوں کو کیا سمجھو۔ عورتیں اداس ہوں تو بات کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے۔"

"اور کیا تمہارے خیال میں کوئی عورت ہر دوسری عورت کے بارے میں ہر بات سمجھ سکتی ہے؟"

"شوئی چی آج رات پھر کہیں چلتا بنا۔ تم دونوں ساتھ ساتھ گھر کیوں نہیں آ سکتے؟ اکیلے گھر چلے آتے ہو اور یہاں پہ کیکو کو تمہارے کپڑے لانے لے جانے پڑتے ہیں۔ یہ ٹھیک لگتا ہے؟"

شگو نے کوئی جواب نہ دیا۔

"شوئی چی سے فوساکو کے بارے میں بات نہ کرنی چاہئے؟"

"ہم کہیں اس سے کہ گاؤں چلا جائے؟ غالباً اسے ہی بھیجنا پڑے گا کہ جا کے فوساکو کو لے آئے۔"

"فوساکو شاید پسند نہ کرے کہ شوئی چی اسے لینے آیا ہے۔ وہ فوساکو کو بے وقوف بنانے سے کبھی باز نہیں آتا۔"

"اس وقت یہ ذکر چھیڑنے کی کوئی تک نہیں۔ سنیچر کو اسے چلتا کر دیں گے۔"

"اتنا ضرور کہوں گی کہ باقی خاندان کے سامنے ہم نے اپنا بھرم قائم رکھا ہے۔ ہم یہاں اس طرح جم کے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے چاہتے ہی نہ ہوں کہ ان سے کبھی ذرا سا واسطہ بھی پڑے۔ عجیب بات یہ کہ فوساکو کے لئے وہ کوئی معنی نہیں رکھتے اور پھر بھی بھاگ کر کہیں جانے کا خیال آیا تو انہیں کو چنا۔"

"وہاں کون اس کا خبر گیر ہے؟"

"شاید پرانے گھر میں بسنے کی ٹھانی ہو۔ میری خالہ کے پاس تو سدا کیا رہے گی۔"

یاسوکو کی خالہ اسی نوے کے پیٹے میں ہو گی۔ یاسوکو نے خالہ سے یا اس کے بیٹے سے، جو اب خاندان کا سردھرا تھا، بہت کم سروکار رکھا تھا۔ شگو کو تو یہ بھی یاد نہ آتا تھا کہ وہ کل کتنے بہن بھائی تھے۔

اس خیال سے بڑی وحشت ہو رہی تھی کہ فوساکو بھاگ کر اس گھر میں جا اتری ہے جو خواب میں کھنڈر بنا دکھائی دیا تھا۔

3

ہفتے کی صبح شگو اور شوئی چی ساتھ ساتھ گھر سے نکلے۔ شوئی چی کی ٹرین کی روانگی میں ابھی کچھ دیر تھی۔

شوئی چی دفتر میں شگو کے پاس آیا۔ "یہ میں تمہارے پاس چھوڑے جاتا ہوں۔" اس نے اپنی چھتری ائیکو کو تھماتے ہوئے کہا۔

ائیکو نے چونک کر مستفسرانہ انداز میں سر اٹھایا۔ "کسی کاروباری دورے پر جا رہے ہو؟"

"ہاں۔"

اپنا بیگ نیچے رکھ کر شوئی چی شگو کے ڈیسک کے پاس ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ ائیکو کی نگاہیں اس کا پیچھا کرتی رہیں۔ "اپنا خیال رکھنا۔ غالباً ٹھنڈ ہو گی۔"

"ارے ہاں" شوئی چی نے شگو سے کہا، اگرچہ دیکھ ائیکو کی طرف رہا تھا۔ "سوچا یہ تھا کہ آج شام اس نوجوان خاتون کے ساتھ ناچنے جاؤں گا۔"

"اوہ؟"

"بابا جی سے کہو تمہیں لے جائیں۔"

ائیکو کا منہ لال ہو گیا۔

شگو کی طبیعت مائل نہ ہوئی کہ اس بارے میں کوئی رائے زنی کی جائے۔

ائیکو نے بیگ اس طرح اٹھا لیا جیسے شوئی چی کو دروازے تک چھوڑنے جا رہی ہو۔

"پلیز۔ کسی خاتون کو یہ زیب نہیں دیتا۔" اس نے بیگ چھینا اور دروازے سے نکل کر نظر سے اوجھل ہو گیا۔

ائیکو بے نمایاں انداز میں دروازے کی طرف ذرا سی بڑھی اور پھر مغموم ہو کر اپنے ڈیسک پر لوٹ آئی۔ شگو سمجھ نہ سکا کہ یہ حرکت ہڑبڑاہٹ کی غماز تھی یا سوچ سمجھ کر کی گئی تھی۔ لیکن اس سے کچھ کچھ نسائیت جھلکتی تھی جو شگو کو بھلی معلوم ہوئی۔

"تم سے وعدہ کر کے ایسا کیا۔ شرمناک حرکت ہے۔"

"ان دنوں میں اس کے وعدوں پر زیادہ تکیہ نہیں کرتی۔"

"اس کی جگہ میں چلوں؟"

"اگر آپ کا جی چاہے۔"

"کوئی الجھن والی بات ہے؟"

"کیا؟" ائیکو نے چونک کر نظر اٹھائی۔

"کیا شوئی چی کی عورت ناچ گھر آتی ہے؟"

"نہیں!"

ائیکو کی زبانی شگو کو پتا چلا تھا کہ عورت کی بھرائی ہوئی آواز جنسی جذبات کو بھڑکا دینے والی تھی۔ شگو نے مزید تفصیلات دریافت نہ کی تھیں۔

غالباً اس بات میں کوئی انوکھا پن نہ تھا کہ عورت سے اس کی سیکرٹری تو واقف تھی اور اس کے اپنے گھر والے نا آشنا۔ لیکن اس حقیقت کو قبول کرنا اس پر گراں گزرا۔

اس وقت کہ ائیکو سامنے موجود تھی اس حقیقت کو تسلیم کرنا خاص طور پر

گراں گزرا۔

یہ تو معلوم تھا کہ ائیکو کی کوئی حیثیت نہیں اور اس کے باوجود ان مواقع پر وہ بوجھل انداز میں روبرو منڈلاتی معلوم ہوتی تھی، جیسے خود زندگی کا پردہ سامنے تنا ہو۔ اسے پتا نہ چلتا تھا کہ ائیکو کا ذہن کن خیالات کی آماج گاہ بنا ہوا ہے۔

"کیا تمہاری ملاقات اس وقت ہوئی جب شوئی چی ناچ پر تمہیں ساتھ لے گیا؟" شگو نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"متعدد بار؟"

"نہیں۔"

"تعارف شوئی چی نے کرایا؟"

"اصل میں اسے تعارف نہیں کہنا چاہئے۔"

"میں نہیں سمجھا۔ وہ تمہیں اس سے ملانے لے گیا۔ اسے جلانا چاہتا تھا۔"

"مجھ سے کوئی کیا جلے گا۔" ائیکو نے کندھے بالکل آہستہ سے اچکائے۔

شگو کو نظر آ رہا تھا کہ وہ شوئی چی پر مائل ہے اور یہ کہ حسد بھی کرتی ہے۔

"تو پھر ایسی بن جاؤ کہ دوسرے جلنے لگیں۔"

"سچ مچ!" اس نے نظر جھکا لی اور ہنس پڑی۔ "کوئی اور بھی ساتھ تھا۔"

"کیا؟ ساتھ میں کوئی مرد تھا؟"

"مرد نہیں۔ عورت تھی۔"

"میں تو پریشان ہو گیا تھا۔"

"پریشان؟" ائیکو نے اس کی طرف دیکھا۔ "جس عورت کے ساتھ رہتی ہے وہ تھی۔"

"انہوں نے مل کے کمرا لے رکھا ہے؟"

"مکان ہے۔ ہے تو چھوٹا سا لیکن بہت عمدہ۔"

"تمہارا مطلب ہے تم اس کے گھر جا چکی ہو؟"

"ہاں" ائیکو نے اس طرح جواب دیا کہ آدھا لفظ منہ میں اٹکا رہ گیا۔

شگو ایک مرتبہ پھر حیران ہوا۔ ''مکان ہے کہاں؟'' اس نے ذرا دفعتاً'' پوچھا۔

''میں آپ کو نہیں بتاؤں گی'' ایکو نے دھیرے سے کہا۔ اس کے چہرے پر ایک سایہ لہرایا۔

شگو خاموش ہو گیا۔

''ہونگو میں' یونیورسٹی کے نزدیک۔''

''اوہ؟''

ایکو نے بات جاری رکھی جیسے اس پر سے دباؤ ہٹ گیا ہو۔ ''ایک تنگ اندھیری گلی میں آگے جا کے ہے لیکن خود مکان عمدہ ہے۔ اور دوسری خاتون خوبصورت ہے۔ مجھے بہت پسند ہے۔''

''تمہارا مطلب اس عورت سے ہے جو شوئی چی کی نہیں؟''

''ہاں۔ بہت ہی مزے کی آدمی ہے۔''

''اوہ؟ اور وہ کرتی کیا ہیں؟ کیا دونوں چھڑی ہیں؟''

''ہاں —— مجھے معلوم نہیں' دراصل۔''

''دو عورتیں ساتھ رہ رہی ہیں۔''

ایکو نے سر ہلایا۔ ''اس سے زیادہ خوش مزاج عورت میں نے کبھی دیکھی ہی نہیں۔ جی چاہتا ہے روز اس سے ملا کروں۔'' ایکو کے انداز میں ایک طرح کا لجیلا پن تھا۔ بات یوں کر رہی تھی جیسے اس عورت کی خوش مزاجی کی بدولت خود اسے اپنے آپ میں کسی بات سے معافی مل گئی ہو۔

یہ سب بہت عجیب و غریب ہے' شگو نے سوچا۔

یہ خیال اسے ضرور آیا کہ دوسری عورت کی تعریف کر کے وہ شاید بالواسطہ طور پر شوئی چی کی عورت کو برا بھلا کہہ رہی ہو۔ لیکن یہ اندازہ لگانے میں شگو کو دشواری ہوئی کہ ایکو کا اصل مقصد کیا ہے۔

ایکو نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ ''مطلع صاف ہو چلا۔''

''کھڑکی ذرا سی کھول دو تو کیسا رہے۔''

''چھتری یہاں چھوڑ جانے پر مجھے ذرا پریشانی ہوئی تھی۔ یہ خوب ہوا کہ سفر کے

دوران موسم اچھا رہے گا۔"

وہ کچھ دیر ایک ہاتھ کھلی کھڑکی پر رکھے کھڑی رہی۔ سکرٹ ایک طرف سے کچھ کر اونچی نیچی ہو گئی تھی۔ کھڑے ہونے کا انداز کہے دیتا تھا کہ ذہن پر الجھن سوار ہے۔

وہ سر جھکائے اپنے ڈیسک پر چلی گئی۔

ایک لڑکا تین چار خط لے کر آیا۔ ائیکو نے خط شگو کے ڈیسک پر رکھ دئے۔

"ایک اور جنازہ۔" شگو بڑبڑایا۔ "بہت زیادہ ہی ہو گئے۔ اس دفعہ توری یاما؟ خدا جانے اس کی بیوی کا کیا بنا۔"

شگو کے اس طرح اپنے آپ سے باتیں کرنے کی ائیکو عادی ہو چکی تھی۔ اس لئے بیٹھی بس اس کی طرف دیکھتی رہی۔

"آج رات ناچ پہ نہیں جا سکتا۔ جنازہ جو ہے۔" شگو ذرا سا منہ کھولے خالی خالی نظروں سے سامنے دیکھ رہا تھا۔ "اس کے ساتھ ظلم ہوا۔ بیوی نے سن یاس سے سابقہ پڑنے کے دوران اس پر سچ مچ بڑے ستم ڈھائے۔ اس کے لئے کھانا بنانا چھوڑ دیا۔ یہ حقیقت ہے، کھانا بنانا ہی چھوڑ دیا۔ گھر پر ناشتہ تو وہ کسی نہ کسی طرح کر لیتا لیکن کیا مجال جو بیوی کبھی اس کے لئے کھانا پکا دے۔ بچوں کے لئے کھانا بنتا اور بیوی کی آنکھ بچا کر اس میں سے کسی وقت وہ بھی ذرا سا چکھ لیتا۔ بیوی سے اس قدر خوف زدہ تھا کہ شام کو گھر کا رخ نہ کرتا۔ رات کو ادھر ادھر مارا مارا پھرتا، کوئی فلم یا ورائٹی شو دیکھ لیتا یا کہیں اور نکل جاتا اور جب تک سب اہل خانہ پڑ کے مزے سے سو نہ جاتے گھر میں قدم نہ دھرتا۔ بچے سب ماں سے ملے ہوئے تھے اور ماں سے مل کر اسے ستاتے رہتے تھے۔"

"بھلا وہ کس لئے؟"

"یہی کچھ ہوتا رہا۔ سن یاس ڈراؤنی چیز ہے۔"

ائیکو بظاہر سمجھی کہ اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ "کہیں میاں کا اپنا قصور ہی نہ ہو؟"

"وہ حکومت میں اہم عہدے پر فائز تھا اور بعد میں ایک پرائیوٹ فرم سے

وابستہ ہو گیا۔ جنازے کے لئے لواحقین نے مندر کرائے پر لیا ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے اس نے ٹھیک ٹھاک مال بنایا۔ جب وہ سرکاری ملازم تھا تو اسے کوئی بھی بری عادت نہ تھی۔"

"یہ سمجھا جائے کہ انہوں نے بیوی بچوں کا خیال رکھا؟"

"فطری بات ہے۔"

"اس معاملے کی تہ تک پہنچنا آسان نہیں۔"

"نہیں، میں بھی اسے آسان نہیں سمجھتا۔ لیکن پچاس سال سے اوپر اور ستر سال سے کم کے بہتیرے اچھے بھلے شرفاء موجود ہیں جو راتوں کو محض اس لئے مارے مارے پھرتے رہتے ہیں کہ انہیں اپنی بیویوں سے ڈر لگتا ہے۔"

شکو نے توری یاما کی شکل صورت نظر کے سامنے لانی چاہی مگر کچھ یاد نہ آسکا۔ انہیں ایک دوسرے سے ملے دس سال ہو چکے تھے۔

وہ اس سوچ میں پڑ گیا کہ آیا توری یاما گھر پر فوت ہوا تھا۔

4

شکو نے سوچا تھا کہ جنازے پر شاید ان ہم جماعتوں سے ملاقات ہو جائے جو یونیورسٹی میں ساتھ پڑھتے تھے۔ دھونی جلانے کے بعد وہ مندر کے گیٹ کے پاس کھڑا رہا لیکن کوئی جان پہچان والا نظر نہ آیا۔

جنازے پر کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو اس کا ہم عمر ہو۔ شاید وہ بہت دیر میں پہنچا تھا۔

اس نے مندر میں نظر ڈالی۔ بڑے ہال کے دروازے کے پاس والی قطار بکھرنے لگی تھی اور لوگ چل پڑے تھے۔

لگتا تھا اہل خانہ اندر ہیں۔

شکو کا اندازہ تھا کہ بیوی زندہ ہو گی اور وہ زندہ تھی۔ بیوہ وہی دبلی پتلی عورت ہو گی جو تابوت کے بالکل سامنے تھی۔

بیوہ نے بظاہر بال رنگے ہوئے تھے لیکن کچھ مدت پہلے کبھی رنگے ہوں گے۔

بالوں کی جڑیں سفید تھیں۔
بیوہ کو جھک کر سلام کرتے ہوئے شگو نے سوچا کہ توری یاما کی طویل علالت کے باعث اسے بال رنگنے کی فرصت نہ ملی ہو گی۔ لیکن جب وہ تابوت کے آگے دھونی جلانے کے لئے مڑا تو جی میں آیا کہ بڑبڑا کر خود سے کہے کہ یقین سے کبھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔
جب وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا اور اہل خانہ کو سلام عرض کیا تو بالکل بھول چکا تھا کہ متوفی کو کس طرح دق کیا گیا تھا۔ اور پھر جب وہ آداب بجا لانے کے لئے احتراماً مرنے والے کی طرف مڑا تو بھولی بات دوبارہ یاد آ گئی۔ اسے اپنے پر تعجب ہوا۔
باہر جاتے ہوئے شگو نے منہ موڑے رکھا تاکہ بیوہ پر نظر نہ پڑے۔
وہ بیوہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی عجیب بھول پر چونکا تھا۔ جب وہ پتھر کی سلوں سے بنی روش پر چلتا ہوا مندر سے لوٹا تو کسی وجہ سے کراہت محسوس کی۔
اور جس وقت وہ وہاں سے رخصت ہوا تو یوں لگا جیسے اس کی گدی فراموشی اور زیاں کے کسی بوجھ سے پس کر رہ گئی ہو۔
اب ایسے لوگ زیادہ باقی نہ تھے جو توری یاما اور اس کی بیوی کے بارے میں جانتے ہوں۔ شاید چند ایک ابھی زندہ ہوں لیکن تعلق ٹوٹ چکا تھا۔ اب بیوی پر منحصر تھا کہ ماضی کو جیسے جی چاہے یاد رکھے۔ میاں بیوی کے سوا اب اور لوگ تھے ہی کہاں جو گزرے ہوئے واقعات پر نظر رکھ سکتے۔
چھ سات ہم جماعتوں کی ایک محفل تھی جس میں شگو بھی موجود تھا۔ جب توری یاما کا نام آیا تو ان میں کوئی بھی اس پر سنجیدگی سے توجہ دینے کو تیار نہ ہوا۔ بس ہنستے رہے۔ جس آدمی نے توری یاما کا ذکر کیا اس کے جملوں پر بھی تمسخر اور مبالغے کی چھاپ تھی۔
اس محفل کے دو شرکاء توری یاما سے پہلے فوت ہو گئے۔
شگو کو یہ سوچنے میں اب کوئی دقت نہ ہوئی کہ خود توری یاما اور اس کی بیوی کو بھی معلوم نہ تھا کہ بیوی اسے کیوں ستاتی رہتی ہے یا وہ کس وجہ سے ستم رسیدہ بنا ہوا ہے۔

توری یاما، کچھ جانے بغیر، قبر میں اترنے والا تھا۔ بچھڑ جانے والی بیوی کی نظر میں یہ سب کچھ پرانا ہو چکا تھا۔ توری یاما کے نہ ہونے سے یہ باتیں ماضی کا حصہ بن چکی تھیں۔ شاید وہ بھی، کچھ جانے بغیر، اپنی قبر میں پہنچ جائے گی۔

ہم جماعتوں کی محفل میں جس شخص نے توری یاما کا ذکر کیا تھا اسے جدی پشتی ورثے میں نوہ ڈراموں میں کام آنے والے چار پانچ پرانے مکھوٹے ملے تھے۔ کہنے لگا کہ توری یاما ملنے آیا تھا اور جب مکھوٹے نکال کر دکھائے گئے تو اس نے جانے کا نام ہی نہ لیا۔ یہ چونکہ مشکل تھا کہ کسی ایسے آدمی کے لئے، جس نے انہیں پہلی بار دیکھا ہو، وہ مکھوٹے کسی خاص دلچسپی کے حامل ہوں اس لئے، اس شخص نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا، توری یاما غالباً وقت کاٹنا چاہتا تھا تاکہ گھر لوٹے تو بیوی بڑے مزے سے سو رہی ہو۔

لیکن آج شگو کو یوں محسوس ہوا کہ ہر رات سڑکوں پر مارا مارا پھرنے والا، پچاس ساٹھ سال کا آدمی، اپنے کنبے کا سربراہ، اتنے گہرے خیالات میں گم رہتا ہو گا کہ ان تک اوروں کی رسائی ممکن ہی نہ تھی۔

جنازے پر رکھا ہوا فوٹو بظاہر توری یاما کے سرکاری عہدے سے الگ ہونے سے پہلے نئے سال کے دن پر یا کسی اور تعطیل کے موقع پر اتارا گیا تھا۔ اس نے تقریب کی مناسبت سے لباس پہن رکھا تھا، چہرہ گول اور پر سکون تھا۔ فوٹوگرافر نے موقلم کی مدد سے تصویر میں نظر آنے والی چھائیوں کو مٹا دیا تھا۔

فوٹو میں دکھائی دینے والا پر طمانیت چہرہ تابوت کے پاس موجود بیوہ کی بہ نسبت بہت جوان نظر آ رہا تھا۔ دیکھنے والا یہ سوچے بغیر نہ رہ سکتا کہ اصل میں مظلوم تو خود بیوہ ہے جو وقت سے پہلے بوڑھی ہو گئی ہے۔

وہ چھوٹے قد کی عورت تھی اور شگو نے آنکھیں جھکا کر اس کے بالوں اور جڑوں سے جھلکنے والی سفیدی کو دیکھا۔ ایک کندھے کے تھوڑا سا جھکا ہونے سے خستگی اور نقاہت کا تاثر ملتا تھا۔

بیٹے اور بیٹیاں اور وہ جو ان کی بیویاں اور شوہر معلوم ہوتے تھے بیوہ کے پہلو میں صف بستہ تھے لیکن شگو نے اصل میں ان کی طرف دیکھا بھی نہیں۔

اس نے سوچ رکھا تھا کہ کوئی پرانا واقف کار مل گیا تو پوچھوں گا۔ "اور آپ کا کیا حال چال ہے؟" وہ مندر کے گیٹ پر کھڑا انتظار کرتا رہا۔

سوچا تھا کہ اگر یہی سوال خود اس سے کیا گیا تو جواب میں کہے گا۔ "میری تو کسی طرح بری بھلی گزر گئی مگر نہ تو بیٹے کی بیوی سے بنی ہے نہ بیٹی کی شوہر سے۔" اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے مسائل کا ذکر چھیڑے گا ضرور۔

اس طرح کے انکشافات سے دونوں میں سے کسی کا بھلا نہ ہو گا اور نہ کسی کو بیچ میں پڑنے کا خیال آئے گا۔ بس وہ ساتھ ساتھ قدم اٹھاتے بس سٹاپ تک چلے جائیں گے اور الوداع کہہ کر اپنی اپنی راہ لیں گے۔

شکو یہی کچھ کرنا چاہتا تھا۔

"توری یاما فوت ہو چکا۔ جس عذاب میں مبتلا رہا تھا اب اس کا کوئی بھی نشان باقی نہیں۔"

"اگر ان کے بیٹے بیٹیاں اپنے اپنے گھر میں خوش ہیں تو کیا توری یاما اور اس کی بیوی کو کامیاب انسان سمجھا جائے؟"

"ان دنوں ماں یا باپ پر اپنی اولاد کی آخر کتنی ذمے داری عائد ہوتی ہے؟"

شکو کو، جو بڑبڑائے جا رہا تھا، یہی سوال یکے بعد دیگرے سوجھے جیسے کسی پرانے دوست سے ملاقات ہونے کی صورت میں اس طرح کی باتیں کرنا چاہتا ہو۔

مندر کے گیٹ کی چھت پر گوریائیں چہک رہی تھیں۔

وہ اوتیوں کے ساتھ ساتھ قوسیں بناتی ہوئی اڑتیں اور بار بار اسی قوس نما اڑان کو دہراتیں۔

5

دفتر پہنچا تو دو ملاقاتی اس کے منتظر تھے۔ شکو نے پیچھے والی الماری سے وہسکی نکلوائی اور کالی چائے میں انڈیلی۔ حافظے کو تھوڑی سی تقویت دینے کے لئے۔

ملاقاتیوں کا خیرمقدم کرتے ہوئے اسے وہ گوریائیں یاد آ گئیں جو کل صبح سویرے باغ میں دیکھی تھیں۔

وہ پہاڑ کی تلیٹی میں ہمپاس گھاس کے طروں پر ٹھونگیں مار رہی تھیں۔ انھیں بجوں کی تلاش تھی یا کیڑوں کی؟ پھر شکو کو نظر آیا کہ جسے وہ گوریاؤں کا جھنڈ سمجھ رہا تھا اس میں ورسے بھی تھے۔ اس نے زیادہ غور سے دیکھنا شروع کیا۔

چھ سات چڑیاں طروں پر ادھر ادھر پھدک رہی تھیں۔ طرے زور زور سے جھوم رہے تھے۔

تین ورسے بھی تھے، گوریاؤں کے مقابلے میں کم چلبلے۔ ان میں نہ تو گوریاؤں جیسی بے چین توانائی موجود تھی نہ اتنے زیادہ پھدک رہے تھے۔

بال و پر کی چمک دمک اور چھاتی کے تازہ رنگ کی وجہ سے ورسے ایسے لگ رہے تھے جیسے اس برس نئے پرندے آ گئے ہوں۔ گوریائیں دھول میں اٹی معلوم ہوتی تھیں۔

شکو کو، ظاہر ہے، ورسے زیادہ بھائے۔ ان کی بولی اور طرح کی تھی اور گوریاؤں کی اور طرح کی اور اسی قسم کا فرق ان کی حرکات و سکنات میں بھی تھا۔

وہ کچھ دیر نظر جمائے دیکھتا اور سوچتا رہا کہ کیا گوریائیں اور ورسے آپس میں لڑ پڑیں گے۔

لیکن گوریائیں چہک چہک کر دوسری گوریاؤں کو بلاتیں اور مل کر اڑتیں۔ ورسوں نے اپنی ٹولی بنا رکھی تھی۔

کبھی کبھار وہ گھل مل جاتے اور پھر بھی لڑائی جھگڑے کے کوئی آثار نظر نہ آتے۔

شکو، جو نہانے دھونے میں مشغول تھا، تحسین آمیز نظر سے انھیں دیکھتا رہا۔

غالباً مندر کے گیٹ پر گوریاؤں کی موجودگی کی وجہ سے یہ منظر اس کے ذہن میں تازہ ہو گیا تھا۔

ملاقاتیوں کو رخصت کر کے آیا تو ائیکو کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ "شوئی چی کی عورت جہاں رہتی ہے مجھے وہاں لے چلو۔"

ملاقاتیوں سے گفتگو کرتے ہوئے وہ اس امکان کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔

ائیکو حیران رہ گئی۔

اس نے ایک دو پل کے لئے تیوری چڑھائی۔ یہ حرکت ظاہر کرتی تھی کہ شگو کا کہنا نہ مانے گی۔ پھر ایسا لگا کہ ڈھیلی پڑ گئی ہے۔ اس کے باوجود اس نے ٹھنڈے دل سے جواب دیا۔ اس کی آواز سے ضبط اور بے التفاتی نمایاں تھی۔ "اور جو آپ کو وہاں لے چلوں تو آپ کیا کریں گے؟"

"ایسی کوئی بات نہ ہو گی جو تمہارے لئے خفت کا باعث ہو۔"

"آپ اس سے ملنا چاہتے ہیں؟"

شگو نے ابھی اتنا آگے کا نہیں سوچا تھا کہ جا کر آج ہی اس سے ملا جائے۔

"آپ انتظار نہیں کر سکتے؟ شوئی چی کے ساتھ چلے جایئے گا۔" وہ اب بھی سکون سے بات کر رہی تھی۔

شگو نے محسوس کیا کہ ائیکو کے لہجے میں ایک طرح کی حقارت ہے۔

ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد بھی وہ خاموش رہی۔

ائیکو سے زبردستی بات منوانے پر شگو اپنے آپ سے ناخوش ہوا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ نہ صرف خود کو بلکہ اپنے بیٹے کو بھی بے عزت کر رہا ہے۔

اس نے سوچا تو یہ تھا کہ شوئی چی کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر معاملہ نمٹا آئے گا۔ مگر اسے شبہ تھا کہ وہ سوچنے کے سوا کچھ کر بھی سکے گا۔

"میری رائے میں اگر آپ کسی سے بات کرنا ہی چاہتے ہیں تو دوسری خاتون سے رجوع کیجئے۔"

"وہی جسے تم بہت خوش مزاج بتاتی ہو؟"

"ہاں۔ کیا اس سے کہوں کہ دفتر آ جائے؟"

"حیران ہوں کیا کہوں۔"

"ان کے گھر جا کر شوئی چی بہت زیادہ چڑھا لیتا ہے اور پھر لڑنے جھگڑنے لگتا ہے۔ دوسری خاتون کو حکم دیتا ہے کہ گانا سناؤ۔ اس کی آواز بہت اچھی ہے۔ اور پھر کینو رونے لگتی ہے۔ اگر ان باتوں سے وہ اتنا اثر قبول کرتی ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ دوسری خاتون کے کہے پر کان ضرور دھرتی ہو گی۔"

اپنا مدعا بیان کرنے کا یہ انداز ذرا الجھا الجھا تھا۔ کینو سے شوئی چی کی عورت

مراد ہو گی۔

شکو کو معلوم نہیں تھا کہ شوئی چی پینے لگا ہے۔

وہ یونیورسٹی کے قریب اترے اور ایک تنگ گلی کے سامنے جا پہنچے۔

"اگر اس بات کی شوئی چی کو خبر ہو گئی تو مجھے دفتر چھوڑنا پڑے گا" ائیکو نے آہستہ سے کہا۔ "یہ کہنے کے سوا چارہ نہ رہے گا کہ مجھے فارغ کر دیا جائے۔"

شکو کے جسم میں کپکپی دوڑ گئی۔

ائیکو رک گئی تھی۔ "وہ جو پتھر کی چہار دیواری ہے وہاں سے مڑ جائیے۔ چوتھا مکان ان کا ہے۔ گیٹ پر اکیدا کا نام لکھا نظر آئے گا۔ وہ مجھے دیکھ لیں گی۔ اور آگے نہیں جا سکتی۔"

"اگر تم اس وجہ سے اتنی گھبرا رہی ہو تو نہیں جاتے۔"

"کیوں؟ یہاں تک تو آ گئے۔ آپ کو آگے جانا ہی پڑے گا۔ جائیے کہ آپ کے گھر میں امن رہے۔"

شکو کو ائیکو کی اس بے باکی میں ایک طرح کا بغض نظر آیا۔

ائیکو نے پتھر کی چہار دیواری کہا تھا لیکن حقیقت میں وہ کنکریٹ کی بنی ہوئی تھی۔ وہ میپل کے ایک بڑے درخت کے پاس سے مڑا۔ جس چھوٹے اور پرانے مکان پر اکیدا کا نام لکھا ہوا تھا اس کا کوئی پہلو قابل ذکر نہ تھا۔ اندر جانے کے راستے میں' جو شمال رویہ تھا' اندھیرا تھا۔ اوپر کی منزل پر شیشے کا دروازہ بند پڑا تھا۔ گھر پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

اس کے سوا وہاں کچھ بھی نہ تھا جس پر شکو کی نظر جمتی۔

مغموم ہو کر وہ آگے بڑھ گیا۔

اس دروازے کے پیچھے اس کا بیٹا کس طرح کی زندگی گزارتا تھا؟ شکو اس کے لئے تیار نہیں تھا کہ پہلے سے اطلاع دئے بغیر وہاں جا پہنچتا۔

وہ ایک اور سڑک پر جا نکلا۔

ائیکو وہاں نہیں تھی جہاں وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ وہ اس بڑی سڑک پر بھی کہیں نظر نہ آئی جس سے وہ گلی میں مڑے تھے۔

گھر پہنچ کر اس نے کیکو کو سے آنکھ نہ ملائی۔ "شوئی چی چند منٹ کے لئے دفتر آیا تھا۔ پھر چلا گیا۔" وہ بولا۔ "مجھے خوشی ہے کہ سفر کے دوران موسم اچھا رہے گا۔"

تھکن سے نڈھال ہو کر وہ سویرے سویرے بستر پر جا لیٹا۔

"کتنے دن کی چھٹی لے کر گیا ہے؟" یاسوکو ناشتے والے کمرے میں تھی۔

شنگو نے بستر میں لیٹے لیٹے جواب دیا۔ "میں نے پوچھا نہیں۔ لیکن فوساکو کو لے کے آنے کے سوا کام ہی کیا ہے۔ میرے خیال میں دو تین دن لگیں گے۔"

"آج میں نے رضائیوں کی روئی بدلنے میں کیکو کو کا ہاتھ بٹایا۔"

فوساکو دو بچیوں کے ساتھ گھر آئے گی۔ شنگو نے سوچا کہ اب کیکو کو کے لئے زندگی کتنی مشکل ہو جائے گی۔

اس نے اپنے آپ سے کہا، شوئی چی کو چاہئے کہ الگ ہو جائے۔ کوئی مکان لے لے۔ اسے ہونگو والے گھر کا خیال آیا۔

اور اسے ائیکو کی بے باکی یاد آئی۔ ائیکو اور اس کا روز کا ساتھ تھا لیکن آج سے پہلے وہ کبھی اس طرح آپے سے باہر نہ ہوئی تھی۔

اس نے کیکو کو کو کبھی دل کی بھڑاس نکالتے نہ دیکھا تھا۔ یاسوکو کا کہنا تھا کہ وہ صرف شنگو کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے جلاپے کو بے قابو نہیں ہونے دیتی۔

اسے جلد ہی نیند آ گئی۔ یاسوکو کے خراٹے لینے سے آنکھ کھلی تو اس نے یاسوکو کی ناک انگلیوں میں دبا لی۔

"تمہارا کیا خیال ہے، فوساکو کے پاس وہ رومال اس دفعہ بھی ہو گا؟" یاسوکو نے اس طرح کہا جیسے اب تک سوئی ہی نہ ہو۔

"ہوا تو تعجب ہی کیا۔"

ان کے پاس ایک دوسرے سے کہنے سننے کے لئے اور کچھ نہ تھا۔

جزیروں کا خواب

کوئی بھولی بھٹکی کتیا شگو کے مکان کے فرش کے نیچے پلے چھوڑ کر چلتی ہوئی۔
"پلے چھوڑ گئی۔" جو ہوا اسے بیان کرنے کا یہ انداز قدرے کھردرا سہی مگر شگو اور اس کے اہل خانہ کے لئے معاملہ تھا اسی نوعیت کا۔ اچانک برآمدے کے نیچے جھول موجود۔

"امی جان، کل تیرو ہمیں دکھائی نہیں دی" کیکو نے کوئی ہفتے بھر پہلے باورچی خانے میں ذکر کیا تھا۔ "اور آج بھی ادھر ادھر نظر نہیں آ رہی۔ آپ کیا سمجھتی ہیں، بچے تو نہیں دینے والی؟"

"اب تم یہ بات لے بیٹھیں تو کہنا پڑے گا کہ اردگرد کہیں دکھائی تو نہیں دے رہی۔" یہ کہتے ہوئے یاسو کو نے کوئی خاص دلچسپی ظاہر نہیں کی۔

شگو کوتاتسو* میں بیٹھا چائے بنا رہا تھا۔ پچھلی خزاں سے اسے صبح اٹھ کر ایک سے ایک مہنگی چائے پینے کی لت پڑ گئی تھی۔ چائے خود بناتا تھا۔

کیکو نے تیرو کا ذکر اس وقت کیا جب وہ ناشتہ تیار کر رہی تھی۔ اس سلسلے میں مزید کچھ نہ کہا گیا۔

جب وہ ناشتہ لے کر آئی تو شگو نے چائے انڈیلتے ہوئے کہا۔ "ایک پیالہ چائے پی لو۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔" چائے پینے کی دعوت پہلے کبھی نہیں ملی تھی۔ کیکو نے از حد تکلیف سے کام لیا۔

---

* ہاتھ پاؤں گرم رکھنے کے لیے زمین میں گڑی انگیٹھی پر اونی کپڑے سے منڈھا ہوا غلاف

اس کے اوبی اور فرغل پر گل داؤدی بنے ہوئے تھے۔ "اور گل داؤدی کا موسم تو گزر بھی گیا۔ فوساکو کی وجہ سے جو بکھیڑا پڑا رہا تو ہمیں تمہاری سالگرہ یاد ہی نہ آئی۔"

"اوبی پر چار شہریار نامی طراز بنا ہوا ہے۔ اسے سال بھر پہن سکتے ہیں۔"

"چار شہریار؟"

"ارکڈ اور بانس اور آلوچہ اور گل داؤدی" کیکوکو نے کہا۔ "یہ طراز آپ نے کہیں نہ کہیں ضرور دیکھا ہو گا۔ کمونوؤں اور روغنی تصویروں میں استعمال ہوتا رہتا ہے۔"

"ندیدی قسم کا طراز۔"

"بڑی لذیذ تھی۔" کیکوکو نے چائے کا پیالہ نیچے رکھتے ہوئے کہا۔

"گیوکورو* ہمیں بھلا کس نے دی تھی؟ میرا خیال ہے کسی جنازے پر چڑھائے گئے نذرانے کے بدلے میں ملی تھی۔ تب سے ہم دوبارہ گیوکورو پینے لگے۔ ہر وقت یہی پیتے رہتے تھے اور بانچا* کو ہاتھ بھی نہ لگاتے تھے۔"

شوئی چی کبھی کا دفتر جا چکا تھا۔

دروازے تک پہنچ کر جوتے پہنتے وقت بھی شنگو اسی فکر میں تھا کہ اس دوست کا نام یاد آ جائے جس کی وجہ سے انہیں گیوکورو ملی تھی۔ نام کیکوکو سے پوچھ سکتا تھا لیکن اس نے پوچھا نہیں۔ وہ دوست کسی نوجوان لڑکی کے ساتھ ایک تفریحی مقام پر گیا ہوا تھا جہاں گرم چشمے تھے اور وہاں اچانک مر گیا۔

"یہ درست ہے کہ تیرو ہمیں نظر نہیں آ رہی۔" شنگو نے کہا۔

کیکوکو کہنے لگی۔ "کل نظر نہیں آئی اور آج بھی غائب۔"

کبھی کبھی تیرو یہ سن کر کہ شنگو گھر سے روانہ ہونے کے لئے تیار ہو رہا ہے دروازے پر آ کھڑی ہوتی اور اس کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی گیٹ سے باہر نکل جاتی۔

شنگو نے حال میں کیکوکو کو تیرو کا پیٹ ٹٹولتے دیکھا تھا۔

"سارا اپھرا اپھرا اور ھمھس" کیکوکو نے منہ بنا کر کہا۔ تاہم وہ پلوں کو ٹوہنے

* گیوکورو اور بانچا چائے کی اقسام ہیں

سے باز نہ آئی۔

"کل کتنے ہیں؟"

تیرو نے چھیڑ بھرے انداز میں کیکوکو کی طرف دیکھا' اس طرح کہ آنکھوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر وہ لوٹ کر الٹی ہو گئی' پیٹ اوپر۔

پیٹ اتنا پھولا ہوا نہیں تھا کہ دیکھ کر طبیعت الٹ پلٹ ہونے لگے۔ دم کی طرف' جہاں کھال پتلی معلوم ہوتی تھی' جلد کی رنگت ہلکی پیازی تھی۔ تھنوں کے گرد مٹی لگی ہوئی تھی۔

"دس ہیں؟" کیکوکو نے کہا۔ شگو نے آنکھوں آنکھوں میں گنا۔ سب سے اگلا جوڑا چھوٹا سا تھا جیسے سوکھ گیا ہو۔

تیرو کو کسی نے پال رکھا تھا۔ اس کا لائسنس بھی تھا۔ لیکن معلوم یہ ہوتا تھا کہ مالک اسے اکثر بھوکا ہی ٹرخا دیتا۔ ماری ماری پھرتی رہتی۔ اڑوس پڑوس کے باورچی خانوں کے پھیرے لگاتی۔ جب سے کیکوکو نے اسے بچا کھچا کھانا ڈالنا شروع کیا' جس میں کوئی چیز تیرو کے لئے خاص طور پر بڑھا دی جاتی' وہ زیادہ وقت شگو کے ہاں گزارنے لگی۔ اکثر رات کو باغ سے اس کے بھونکنے کی آواز آتی۔ لگتا تھا کہ وہ ان سے ہل گئی ہے لیکن کیکوکو تک کو یہ خیال کبھی نہ آیا کہ اسے اپنی پالو سمجھا جائے۔

بچے دینے کا وقت آتا تو تیرو ہمیشہ اپنے گھر چلی جاتی۔

کیکوکو کہنا چاہتی تھی کہ تیرو جو دو دن سے غائب ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک دفعہ پھر بچے دے کی غرض سے گھر چلی گئی ہے۔

یہ بات اداس کرتی تھی کہ تیرو کو اس مقصد کے لئے گھر جانا پڑتا ہے۔

لیکن اس مرتبہ پلے شگو کے گھر میں فرش کے نیچے پیدا ہوئے۔ کوئی دس دن گزر گئے۔ تب جا کر کسی کو یہ پتا چلا۔

شگو اور شوئی چی دفتر سے لوٹے تو کیکوکو نے کہا۔ "ابا جان' تیرو نے ہمارے ہاں بچے دئے ہیں۔"

"اوہ؟ کہاں پہ؟"

"ملازمہ کی کوٹھری کے نیچے۔"

"اوہ؟"

چوں کہ ان کے پاس ملازمہ کوئی نہیں تھی اس لئے ملازمہ والی چھوٹی تنگ کوٹھری سے سٹور روم کا کام لیا جاتا تھا۔

"جب دیکھو' تیرو ملازمہ کی کوٹھری کے نیچے جاتی رہتی ہے۔ اس لئے میں نے جا کے دیکھا۔ لگتا ہے وہاں پہ پلے ہیں۔"

"کتنے؟"

"اندھیرا اتنا ہے کہ بتا نہیں سکتی۔ نیچے کہیں پیچھے کو ہیں۔"

"تو گویا بچے اس نے یہاں دیئے۔"

"امی جان کہتی تھیں تیرو عجیب عجیب حرکتیں کر رہی ہے۔ ٹول شیڈ کے چکر پہ چکر کاٹنا' پنجوں سے زمین کریدنا۔ کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھی جہاں بچے دے سکے۔ میرا خیال ہے اگر ہم بھوسا بچھا دیتے تو وہ شیڈ میں بچے دیتی۔"

"بڑے ہوں گے تو ان کی وجہ سے اچھا بھلا مسئلہ کھڑا ہو جائے گا" شوئی چی نے کہا۔

شکو خوش ہوا کہ تیرو نے یہاں بچے دیئے۔ لیکن اسے یہ ناگوار خیال بھی آیا کہ اگر ان دوغلے پلوں کو پالنے کے لئے ادھر ادھر دینے دلانے میں کامیابی نہ ہوئی تو پھر ایک نہ ایک دن ان سے پیچھا چھڑانا ضروری ہو جائے گا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تیرو نے ہمارے ہاں بچے دیئے ہیں" یاسوکو کہنے لگی۔

"یہی میں نے سنا ہے۔"

"مجھے بتایا گیا ہے کہ بچے ملازمہ کی کوٹھری کے نیچے دیئے ہیں۔ گھر میں وہی ایک جگہ ہے جس میں کوئی نہیں رہتا۔ تیرو نے خوب سوچ سمجھ کے کام دکھایا۔"

یاسوکو ابھی کوتاتسو میں تھی۔ شکو کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہوئے اس کے ماتھے پر یوں ہی سا بل پڑا۔

شکو بھی کوتاتسو میں جا بیٹھا۔ چائے کا پیالہ پی لینے کے بعد اس نے شوئی چی سے کہا۔ "اس ملازمہ کا کیا بنا جو تانی زاکی نے ہمیں ڈھونڈ کے دینی تھی؟" اس نے پیالے میں اور چائے انڈیلی۔

"اباجی' یہ تو راکھ دانی ہے۔"

شگو نے چائے راکھ دانی میں انڈیل دی تھی۔

2

"بوڑھا ہونے کو آیا اور ابھی کوہ فوجی پر نہیں چڑھا۔" شگو اپنے دفتر میں تھا۔

ان الفاظ کا کوئی آگا تھا نہ پیچھا' غیب سے آ ٹپکے تھے' لیکن پھر بھی جانے کیوں اسے معنی خیز معلوم ہوئے۔ اس نے بڑبڑا کر انہیں دہرایا۔

رات اس نے ماتسوشی ما خلیج اور وہاں کے جزیروں کو خواب میں دیکھا تھا۔ شاید اسی وجہ سے ان الفاظ کی آمد ہوئی۔

اور اسے یہ خیال بھی آیا کہ اتنی عمر ہو گئی اور ابھی "جاپان کے تین عظیم مناظر" میں سے صرف ایک کو دیکھا۔ نہ تو ماتسوشی ما جانے کا اتفاق ہوا تھا اور نہ اما نو ہاشی داتے کا ساحل دیکھنے کا۔ ایک مرتبہ وہ کسی کاروباری سلسلے میں کیوشو گیا تھا تو واپسی پر میا جیما درگاہ دیکھنے چلا گیا۔ سردیوں کے دن تھے۔ جاڑوں میں درگاہ کی زیارت کرنے کا دستور نہ تھا۔

صبح کو اسے خواب کے تتر بتر اجزاء یاد آ سکے۔ لیکن جزیروں پر کھڑے چیڑ کے درختوں اور پانی کے رنگ کی ستھرائی اور شوخی ذہن سے محو نہ ہوئی تھی اور اسے یقین تھا کہ خواب میں ماتسوشی ما کو دیکھا ہے۔

چیڑ کے درختوں کی چھاؤں میں' جہاں ایک گھسیلا سبزہ زار تھا' اس نے کسی عورت کو آغوش میں لے رکھا تھا۔ وہ کسی کے خوف سے وہاں چھپے ہوئے تھے۔ لگتا تھا اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گئے ہیں۔ عورت بہت نوجوان تھی بلکہ لڑکی کہنا چاہیے۔ اسے یہ پتا نہ چل سکا کہ خود اس کی عمر کتنی ہے۔ لیکن جس چستی سے وہ چیڑ کے درختوں کے درمیان بھاگے جا رہے تھے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ وہ خود بھی ضرور جوان ہو گا۔ لڑکی کو بانہوں میں تھامے ہوئے اسے اپنی اور لڑکی کی عمر میں کوئی فرق معلوم نہ ہوا تھا۔ اس نے لڑکی کو اس طرح آغوش میں لے رکھا تھا جیسے وہ کوئی جوان آدمی ہو۔ تاہم نہ تو یہ خیال آیا کہ وہ ازسرنو جوان ہو گیا ہے اور نہ وہ

خواب مدتوں پرانا معلوم ہوا۔ لگتا تھا جیسے باسٹھ سال کا ہونے کے باوجود وہ بیس تیس سال سے زیادہ کا نہیں۔ اس بات سے خواب میں انوکھا پن آگیا تھا۔

انہیں لانے والی موٹر کشتی سمندر پر گرم سفر تھی۔ کشتی میں کھڑی کوئی عورت بار بار اپنا رومال لہرا رہی تھی۔ آنکھ کھلنے پر اسے صاف صاف یاد تھا کہ سمندر کے مقابلے میں رومال کا اجلا پن کس قدر واضح تھا۔ دونوں جزیرے پر اکیلے رہ گئے تھے۔ اس صورت حال سے جو تشویش انہیں لاحق ہونی چاہئے تھی اس کا کہیں پتا نہ تھا۔ اس نے خود سے بس یہ کہا تھا کہ کشتی سمندر پر دور جا چکی ہے اور کسی کو معلوم نہ ہو سکے گا کہ وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں۔

رومال کی اجلاہٹ دیکھتے دیکھتے اس کی آنکھ کھل گئی۔

آنکھ کھلی تو پتا نہ چلا کہ وہ عورت تھی کون۔ نہ اس کی صورت یاد آئی نہ انگلیٹ۔ یہ تاثر بھی باقی نہ تھا کہ وہ چھونے پر کیسی لگی تھی۔ صرف زمینی منظر کے رنگ روشن تھے۔ یہ بھی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ یقین کیوں کر لیا کہ وہ ماتسوشی ما پہنچا ہوا ہے یا خواب میں ماتسوشی ما کو دیکھا تو کیوں دیکھا۔

وہ نہ تو کبھی ماتسوشی ما گیا تھا نہ کشتی پر سوار ہو کر کسی غیر آباد جزیرے پر اترا تھا۔

خیال آیا کہ گھر میں کسی سے پوچھا جائے کہ اگر خواب میں رنگ دکھائی دیں تو کیا یہ اعصابی طور پر نڈھال ہو جانے کی علامت ہے لیکن آخرکار چپ رہنے پر اکتفا کی۔ اسے یہ سوچنا خوشگوار معلوم نہ ہوا کہ کسی عورت کو آغوش میں لینے کا خواب دیکھا ہے۔ اپنی موجودہ عمر کے پیش نظر یہ قطعی طور پر معقول معلوم ہوتا تھا کہ خواب میں وہ ویسا ہی رہا ہو گا جیسا جوانی میں تھا۔

یہ تضاد کسی وجہ سے اس کے لئے راحت کا باعث بنا۔

اس نے محسوس کیا کہ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ وہ عورت کون تھی تو انوکھا پن باقی نہ رہے گا۔ وہ بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

"صبح بخیر۔"

سوزو موتو کمرے میں داخل ہوا۔ "میرا خیال تھا تم ابھی آئے نہ ہو گے۔"

سوزوموتو نے ہیٹ اتار کر کھونٹی پر لٹکا دیا۔ تانی زاکی ذرا لپک کے آئی کہ کوٹ لے لے مگر وہ کوٹ اتارے بغیر بیٹھ گیا۔ اس کا گنجا سر شگو کو مضحکہ خیز معلوم ہوا۔ عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے کانوں سے اوپر کی طرف جلد کی بدرنگی نمایاں تھی۔ کنگھی کے اثر سے جلد کا رنگ گدلا پڑ چکا تھا۔

''آج سویرے سویرے کیسے آمد ہوئی؟'' ہنسی ضبط کرتے ہوئے شگو نے اپنے ہاتھوں پر نظر ڈالی۔ ہاتھ کی پشت سے کلائی تک خفیف سی بدرنگی پھیلی ہوئی تھی جو کبھی نظر آنے لگتی، کبھی ناپید ہو جاتی۔

''می زوتا۔ کیسے مزے سے مر گیا۔''

''ارے ہاں، می زوتا'' شگو کو یاد آیا۔ ''تدفین کے بعد اس کے گھر والوں نے گیوکورو بھجوائی اور مجھے گیوکورو پینے کا پھر سے چسکا پڑ گیا۔ تھی بھی بہت عمدہ۔''

''گیوکورو کا تو مجھے کچھ پتا نہیں لیکن جس طرح وہ فوت ہوا اس پر رشک آتا ہے۔ اس طرح کے واقعات سننے میں آئے تھے۔ یہ می زوتا کے ساتھ ہی ہونا تھا۔''

شگو نے نتھنوں سے تحقیر آمیز آواز نکالی۔

''تمہیں اس پر رشک نہیں آتا؟''

''تم گنجے بھی ہو اور موٹے بھی۔ اس لئے تمہارا کام بھی بن سکتا ہے۔ امید رکھو۔''

''لیکن جتنا بلڈ پریشر اسے تھا وہ میں کہاں سے لاؤں۔ سنا ہے می زوتا پر فالج گرنے کا خوف اتنا طاری تھا کہ رات کبھی تنہا گزارنے پر راضی نہ ہوتا تھا۔''

می زوتا گرم چشموں کے کنارے بنے ایک ہوٹل میں فوت ہوا تھا۔ جسے سوزوموتو نے مزے کی موت کہا جنازے پر پرانے دوست سرگوشیوں میں اس کا ذکر کرتے رہے تھے۔ فرض یہ کر لیا گیا کہ می زوتا مزے سے اس لئے فوت ہوا کہ کوئی جوان عورت اس کے ساتھ تھی۔ بعد ازاں، ان کا یہ فرض کر لینا کچھ عجیب معلوم ہوا۔ انہیں یہ تجسس بھی تھا کہ دیکھیں وہ عورت جنازے پر آتی ہے یا نہیں۔ ایسے لوگ بھی تھے جو کہتے تھے کہ ناگوار یادیں زندگی بھر اس عورت کا پیچھا نہ چھوڑیں گی اور ایسے بھی تھے جن کے بقول، اگر اسے می زوتا سے محبت تھی تو جو کچھ پیش آیا اس کی

وجہ سے احسان مند رہے گی۔

شگو کو یہ بات بڑھاپے کی ایک اور مکروہ نشانی معلوم ہوئی کہ جو لوگ کبھی یونیورسٹی میں ہم جماعت تھے اور اب ساٹھ ستر سال کے ہو چکے تھے آج بھی طالب علموں جیسی بولی ٹھولی اپنائے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے کو اسی طرح طالب علمی کے زمانے میں رکھے ہوئے الٹے پلٹے ناموں سے یاد کرتے' ایک دوسرے کو اسی طرح بے تکلفی اور پیار بھرے پرانے چھوٹے چھوٹے ناموں سے پکارتے۔ جب وہ نوجوان تھے تو ایک دوسرے کے ہر راز سے واقف تھے اور اس وجہ سے آپس میں بہت قریب بھی آ گئے تھے اور پرانی باتوں کو حسرت سے یاد بھی کرتے تھے۔ لیکن انا کا خول' جس پر کائی جم چکی تھی' ان باتوں کا برا مانتا تھا۔ خود می زوتا کی موت' جس نے توری یاما کے مرنے کا مذاق اڑایا تھا' اب لطیفہ بن گئی تھی۔

جنازے پر سوزو موتو مزے کی اس موت کا ذکر کرنے پر تلا ہوا تھا۔ لیکن اس کا خیال آتے ہی شگو کے رگ و پے میں کراہت کی لہر دوڑ گئی۔

"بوڑھے آدمیوں کو اس طرح کی حرکتیں زیب نہیں دیتیں" شگو نے کہا۔

"نہیں۔ اب ہمیں عورتوں کے خواب آتے بھی کہاں ہیں۔" سوزو موتو کا لہجہ بھی جذبات سے عاری تھا۔

"کبھی فوجی پر چڑھے ہو؟"

"فوجی؟" لگتا تھا سوال سن کر سوزو موتو چکرا گیا ہے۔ "فوجی کس لئے؟ نہیں' میں کبھی نہیں چڑھا۔ کیوں پوچھا؟"

"میں بھی نہیں چڑھا۔ بوڑھا ہو گیا اور اب تک کوہ فوجی پر نہیں چڑھا۔"

"ہیں؟ یہ کوئی گندا لطیفہ ہے کیا؟"

شگو کا قہقہہ نکل گیا۔

ائیکو' جو دروازے کے پاس ایباکس لئے حساب کر رہی تھی' دبی آواز میں ہنسی ٹھٹھی کرنے لگی۔

"غور کیا جائے تو ایسے لوگوں کی تعداد حیرت انگیز طور پر بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے جو فوجی پر چڑھے بنا یا تین عظیم مناظر دیکھے بغیر قبر میں جا سوئے۔ تمہاری رائے

میں کتنے فی صد جاپانی فوجی پر چڑھتے ہیں؟"

"میں کہوں گا' ایک فیصد بھی نہیں۔" سوزمو موتو اسی موضوع کی طرف پلٹ گیا جس سے گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ "مجھے شک ہے کہ ہزاروں میں ایک بلکہ لاکھوں میں ایک آدمی بھی قسمت کا اتنا دھنی ہوتا ہو گا جتنا می زوتا تھا۔"

"کوئی لاٹری جیت گیا تھا؟ مگر اس کے اہل خانہ کے حق میں تو یہ خوشگوار ہونے سے رہا۔"

"ہاں۔ اہل خانہ۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس کی بیوی آئی تھی۔" بات کرنے کے سبھاؤ سے ظاہر ہوا کہ سوزو موتو اپنے اصل مقصد کی طرف آیا چاہتا ہے۔ "اور مجھ سے ان کے بارے میں بات کی۔" اس نے کپڑے میں لپٹا ایک پارسل میز پر رکھ دیا۔ "کھلونے۔ نوہ کھلونے۔ کہنے لگی کہ خرید لو۔ میں نے سوچا کہ تم سے کہوں تم بھی دیکھ لو۔"

"مجھے کھلونوں کا کیا پتا۔ یہ بھی تین عظیم مناظر کی طرح ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ جاپان میں تین عظیم مناظر ہیں لیکن کبھی دیکھنے نہیں گیا۔"

دو ڈبے تھے۔ سوزو موتو نے کھلونوں کو تھیلوں سے نکالا۔

"یہ تو' مجھے بتایا گیا' جی دو کھلونا ہے اور یہ والا کاس ٹیکی ہے۔ دونوں بچوں کے ہیں۔"

"یہ بچے کا ہے؟" شگو نے کان سے کان تک بندھا کاغذی فیتہ پکڑ کر کاس ٹیکی کھلونا اٹھایا۔

"اس پر بال پینٹ کئے گئے ہیں۔ دیکھا؟ گنکگو کے پتے کی شکل میں۔ یہ علامت ہے ایسے لڑکے کی جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔ اور گالوں میں بھنوریاں پڑی ہوئی ہیں۔"

"اوہو؟" شگو نے کھلونے کو بازو بھر دور لے جا کر دیکھا۔ "تانی زاکی۔ میری عینک' وہ رہی' پلیز۔"

"نہیں' تم اسے ٹھیک طرح پکڑے ہوئے ہو۔ کہتے ہیں کہ نوہ کھلونے کو بازو پوری طرح پھیلا کر آنکھ کی سیدھ سے ذرا اوپر رکھ کے دیکھنا چاہئے۔ اصل میں ہم جیسے بوڑھوں کے لئے بہتر بھی یہی ہے۔ اور اسے ابر آلود کرنے کے لئے ذرا سا جھکا

دو۔"

"اس کی شکل میرے کسی جاننے والے سے ملتی ہے۔ بہت حقیقی۔"

سوزو موتو نے وضاحت کی کہ نوہ مکھوٹے کو ذرا سا نیچے کی طرف جھکانا "ابر آلود کرنا" کہلاتا ہے کیوں کہ ایسا کرنے سے مکھوٹے پر غمگین کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اسے اوپر کی طرف اٹھانے کو "چمکانا" کہتے ہیں کیوں کہ چہرہ چمک اٹھتا ہے اور بشاش معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس نے مزید بتایا کہ اسے دائیں یا بائیں موڑنے کو "برتنا" یا "کاٹنا" یا اسی طرح سے کچھ کہتے ہیں۔

"یہ شکل میرے کسی جاننے والے کی شکل سے ملتی ہے۔" شکو نے اپنی بات دہرائی۔ "اسے بچہ سمجھنا مشکل ہے۔ نوجوان آدمی سے زیادہ مشابہ ہے۔"

"ان دنوں بچے جلد بالغ ہو جاتے تھے۔ اور سچ مچ بچے جیسا چہرہ تو نوہ ڈرامے کے لئے نامناسب ہو گا۔ لیکن اسے غور سے دیکھو۔ یہ لڑکا ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ جی دو کسی قسم کا جل باشتیا ہے۔ غالباً دائمی شباب کی علامت۔"

شکو نے سوزو موتو کی ہدایات کے مطابق جی دو مکھوٹے کو ادھر ادھر گھمایا پھرایا۔

ماتھے پر ببریاں چھوٹی ہوئی تھیں، جیسی بچوں کی ہوتی ہیں۔

"دونوں کیوں نہیں لے لیتے۔ ساتھ رہیں گے۔" سوزو موتو نے کہا۔

شکو نے مکھوٹا میز پر رکھ دیا۔ "تمہیں خریدو۔ بیوی نے کہا بھی تم سے ہے۔"

"اس کے پاس اصل میں پانچ تھے۔ عورتوں کے جو دو مکھوٹے تھے وہ میں نے خرید لئے۔ ایک زبردستی انو کو ٹکا دیا۔ سوچا تھا باقی شاید تم لے لو۔"

"گویا بچا کھچا مال میرے حصے میں؟ اپنا سوجھتا خوب کیا۔ عورتوں والے مکھوٹے پہلے ہی خرید لئے۔"

"عورتوں والے لینے میں تمہیں کچھ زیادہ دلچسپی ہے؟"

"جب وہ بک ہی چکے تو فرق کیا پڑتا ہے۔"

"چاہو تو میں لے آؤں۔ خرید لو گے تو میری رقم بچے گی۔ بات صرف اتنی ہے کہ می زوتا جس طرح فوت ہوا اس کے خیال سے مجھے بیوی پر ترس آ گیا اور میں

انکار نہ کر سکا۔ لیکن وہ کہتی تھی کہ بناوٹ کے لحاظ سے یہ عورتوں کے مکھوٹوں سے بہتر ہیں۔ اور دائمی شباب کا تصور تمہیں بھلا نہیں لگتا؟"

"می زوتا مر گیا اور توری یاما ـــــ جو می زوتا کے گھر جا کے ان مکھوٹوں کو گھنٹوں دیکھتا رہا تھا ـــــ توری یاما بھی مر گیا۔ تمہارے مکھوٹے آدمی کا چین حرام کرنے کے لئے بہت ہیں۔"

"مگر جی دو مکھوٹا دائمی شباب کی علامت ہے۔ یہ تصور تمہارے دل کو بھلا معلوم نہیں ہوتا؟"

"تم توری یاما کے جنازے پر آئے تھے؟"

"یاد نہیں کیا وجہ تھی کہ پہنچ نہ سکا مگر شریک نہیں ہوا۔" سوزو موتو اٹھ کھڑا ہوا۔ "اچھا' یہ تمہارے پاس چھوڑے جاتا ہوں۔ انہیں اچھی طرح دیکھ بھال لو۔ اگر پسند نہ آئیں تو کوئی ایسا آدمی ڈھونڈ دو جسے پسند آ جائیں۔"

"قصہ یہ نہیں کہ مکھوٹے مجھے پسند ہیں یا پسند نہیں ہیں۔ یہ میرے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے۔ اس میں کلام نہیں کہ مکھوٹے اچھے ہیں۔ اور کیا یہ نہ سمجھا جائے کہ اگر میں نے نوہ سے ان کا ناتا توڑ دیا تو آپ تو جب مروں گا سو مروں گا' ساتھ میں انہیں بھی لے مروں گا؟"

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"مہنگے ہیں کیا؟"

"ہاں۔ ڈرتا تھا کہیں بھول نہ جاؤں۔ اس لئے قیمت اس سے لکھوا لی تھی۔ فیتے پر لکھی ہوئی تھی۔ قیمت قریب قریب وہی ہے جو ان کی ہونی چاہئے لیکن مجھے یقین ہے کہ تم مول تول کر سکتے ہو۔"

شگو نے عینک لگائی اور فیتے کے بل کھولنے شروع کئے۔ اور جوں ہی جی دو مکھوٹے کے بال اور ہونٹ صاف صاف دکھائی دئے تو اس قدر خوبصورت معلوم ہوئے کہ حیرت کے مارے اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

سوزو موتو چلا گیا تو ائیکو شگو کے ڈیسک کے پاس آئی۔

"خوبصورت ہے نا۔"

ائیکو نے سر ہلا کر خاموشی سے تائید کی۔

"ایک منٹ کے لئے پہننا۔"

"لیکن یہ تو بالکل غلط بات ہو گی۔ دیکھئے تو میں نے بدیسی لباس پہن رکھا ہے۔"

بہرحال، جب شگو نے مکھوٹا اس کی طرف بڑھایا تو اس نے لے کر پہن لیا اور فیتہ باندھنے لگی۔

"سر، بہت آہستگی سے، دائیں بائیں کرو۔"

ائیکو سامنے کھڑی ہو کر سر ادھر ادھر گھمانے لگی۔

"خوب۔ بہت خوب۔" یہ الفاظ آپ ہی آپ منہ سے نکل پڑے۔ حرکت برائے نام تھی لیکن اتنی سی ہل جل سے بھی مکھوٹے میں جیسے جان پڑ گئی۔ ائیکو نے گیروا لباس پہن رکھا تھا اور اس کے بال مکھوٹے کے دائیں بائیں بل کھاتے ہوئے پھیلے تھے لیکن اس میں جو دل فریبی پیدا ہو گئی تھی اس نے شگو کو موہ لیا۔

"بس کروں؟"

"ہاں۔" شگو نے ائیکو کو فوراً باہر بھیجا کہ نوہ مکھوٹوں پر حوالے کی ایک کتاب خرید لائے۔

3

مکھوٹوں پر بنانے والوں کے نام درج تھے۔ حوالے کی کتاب نے خبر دی کہ وہ موروماچی دور کے "پرانے مکھوٹوں" کے زمرے میں نہیں آتے تھے بلکہ اگلے دور کے استاد کاریگروں کے بنائے ہوئے تھے۔ شگو جیسا مبتدی بھی انہیں ہاتھ میں لیتا تو جان جاتا کہ وہ جعلی نہیں۔

"رونگٹے کھڑے ہو جائیں دیکھ کے" یاسوکو نے شگو کی بائی فوکل عینک لگاتے ہوئے کہا۔

کیکوکو آہستہ سے ہنسی۔ "آپ کو ابا جان کی عینک سے نظر آ جاتا ہے؟"

بیوی کی طرف سے شگو نے جواب دیا۔ "بائی فوکل بڑے ہرجائی ہوتے ہیں۔ تقریباً ہر کسی کا بائی فوکل ہر کسی کو لگ جاتا ہے۔"

یاسوکو اس عینک کو کام میں لا رہی تھی جو شگو نے جیب سے نکالی تھی۔

"بیشتر گھرانوں میں بائی فوکل شوہروں کے پہلے لگ جاتے ہیں لیکن اس گھر میں بڑی بی کی عمر ایک سال زیادہ ہے۔" شگو کی طبیعت جولانی پر تھی اور وہ کوٹ اتارے بغیر کوتاتسو میں جا بیٹھا۔ "بڑی مشکل یہ ہے کہ جس چیز کو آدمی دیکھنا چاہتا ہے وہی نظر نہیں آتی۔ سامنے رکھا ہوا کھانا دکھائی نہیں دیتا۔ اگر سالن باریک باریک کٹا ہوا ہو تو بعض اوقات دیکھ کر یہ بھی پتا نہیں چلتا کہ ہے کیا۔ پہلی دفعہ بائی فوکل لگا کے چاولوں سے بھرا ایسا پیالہ اٹھاؤ تو تمام دانے آپس میں گھلے ملے نظر آئیں گے، الگ تھلگ ہوتے ہی نہیں۔ ابتدا میں بائی فوکل کی وجہ سے بڑی زحمت ہوتی ہے۔" شگو کی نظر مکھوٹوں پر جمی ہوئی تھی۔

پھر اسے خیال آیا کہ کیکوکو، کمونو اٹھائے، انتظار میں ہے کہ وہ کپڑے بدل لے۔ اور اسے یہ خیال بھی آیا کہ آج شام شوئی چی پھر گھر سے غائب ہے۔

وہ کپڑے بدلنے کے لئے اٹھا تو کوتاتسو کی طرف ہی دیکھتا رہا۔ اس کی وجہ کچھ یہ بھی تھی کہ وہ کیکوکو سے آنکھیں چار کرنا نہ چاہتا تھا۔

اسے سینے پر بوجھ محسوس ہوا۔ کیکوکو مکھوٹے دیکھنے غالباً اس لئے چلی آئی تھی کہ شوئی چی گھر نہ پہنچا تھا۔ وہ اس کے کپڑے اٹھا اٹھا کر اس طرح رکھنے لگی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

"جیسے جلاد کے ہاتھوں کٹے ہوئے سر۔ انہیں دیکھ کر سچ مچ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں" یاسوکو نے کہا۔

شگو کوتاتسو میں لوٹ آیا۔ "تمہیں کون سا زیادہ پسند ہے؟"

"یہ" یاسوکو نے کسی پس و پیش کے بغیر جواب دیتے ہوئے کاس شیکی مکھوٹا اٹھا لیا۔

"اوہ؟" یاسوکو کے دو ٹوک فیصلے سے شگو کچھ دہل سا گیا۔ "انہیں بنانے والے تو مختلف ہیں لیکن دونوں کا تعلق ایک ہی دور سے ہے۔ قریب قریب تویوتومی ہی دو یوشی کا زمانہ سمجھ لو۔" شگو اپنا منہ ٹھیک اوپر سے جی دو مکھوٹے کے پاس لے گیا۔

کاس شیکی مردانہ وضع کا تھا۔ بھویں مردوں جیسی لیکن جی دو مذکر تھا نہ مونث۔

آنکھوں اور ابروؤں کے درمیان خاصی جگہ خالی تھی اور ڈھیلی کمانوں جیسے ابرو کی لڑکی کے ابروؤں سے ملتے جلتے تھے۔

جب اس نے اپنا چہرہ اوپر سے مکھوٹے پر جھکایا تو اس کی بوڑھی آنکھوں کو لگا کہ جلد، جو کسی لڑکی کی جلد کے مانند چکنی اور چمکیلی تھی، گداز ہو چلی ہے اور مکھوٹے میں جان پڑ گئی ہے، جیسے زندگی کی حرارت سے بھرپور ہو، مسکرا رہا ہو۔

اس کا اندر کا سانس اندر باہر کا باہر رہ گیا۔ آنکھوں سے تین چار انچ دور ایک جیتی جاگتی لڑکی ستھرے، پیارے انداز میں اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

منہ اور آنکھیں سچ مچ جاندار۔ آنکھوں کے خالی حلقوں میں کالی پتلیاں۔ لال لال ہونٹ رسیلے انداز میں تر۔ سانس روک کر وہ اتنا قریب ہوا کہ ناک تقریباً مکھوٹے سے جا لگی اور سیاہی مائل پتلیاں جیسے کسی تہ سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھیں اور نچلے ہونٹ کا گوشت ابھر آیا۔ وہ اسے چوما ہی چاہتا تھا کہ آہ بھر کر پیچھے ہٹ گیا۔

دور سے اسے یوں لگا جیسے مکھوٹا اس سے جھوٹ بولتا رہا تھا۔ دیر تک اس کا سانس پھولا رہا۔

افسردہ ہو کر اس نے جی دو مکھوٹا زربفت کی سرخ زمین والی تھیلی میں رکھ دیا۔ کاس ٹیکی مکھوٹے کی تھیلی کیکو کو تھما دی۔

"اسے لے جا کے رکھ دو۔"

اسے محسوس ہوا جیسے وہ جی دو کے نچلے ہونٹ کے پیچھے تک جھانک چکا ہو جہاں قدیم سرخ رنگ منہ میں پہنچ کر ماند پڑ گیا تھا۔ منہ ذرا سا کھلا تھا لیکن نچلے ہونٹ کے پیچھے دانتوں کی کوئی قطار نہ تھی۔ وہ ایسا لگ رہا تھا جیسے برف کے کسی انبار پر کھلتی کلی۔

اپنا چہرہ کسی نوہ مکھوٹے کے اتنے پاس لے جانا کہ دونوں مس ہونے لگیں غالباً ناقابل معافی بدفعلی تھی۔ بنانے والے نے مکھوٹا غالباً اس خیال سے نہیں بنایا تھا کہ اسے منہ سے منہ ملا کے دیکھا جائے۔ بنانے والے کو اپنی بنائی ہوئی چیز سے کتنا پیار تھا اس کا راز شگو نے اس طرح جانا کہ وہی مکھوٹا، جو نوہ سٹیج پر مناسب فاصلے سے دیکھنے پر انتہائی زندہ معلوم ہوتا ہو گا، اس وقت، اتنے قریب سے دیکھنے پر بھی کہ کوئی

دوری باقی نہ رہی تھی' انتہائی زندہ معلوم ہو رہا تھا۔

اسی لئے شگو کو محسوس ہوا جیسے کوئی آسمانی بے راہ روی اس کے رگ و پے میں دھڑکنے لگی ہو۔ تاہم اس نے اس کیفیت کو ہنسی میں اڑا دینا چاہا اور خود سے کہا کہ یہ اس کی بوڑھی آنکھوں کی وجہ سے تھا کہ مکھوٹے کی جلد کسی اصلی عورت کی جلد سے بھی زیادہ دل فریب نظر آنے لگی ہے۔

وہ حیران ہوا کہ آیا عجیب و غریب واقعات کے اس سلسلے کا ــــ خواب میں کسی لڑکی سے ہم آغوش ہونا' یہ خیال آنا کہ مکھوٹا پہن کر ائیکو خاصی دل کش لگ رہی ہے' جی دو کو چومتے چومتے رہ جانا ــــ مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی بات ہونے کو ہے جو اس کے گھرانے کی بنیادوں کو ہلا ڈالے گی۔

جب سے بائی فوکل پہننے شروع کئے تھے اسے اپنا منہ کسی نوجوان لڑکی کے منہ کے قریب لے جانے کا موقع نہ ملا تھا۔ کیا ایسا چہرہ' اس کی بوڑھی آنکھوں کو' خفیف سا ملائم تر نظر آئے گا؟

"یہ مکھوٹے می زوتا کی ملکیت تھے۔ جانتی ہو' وہی جس سے ہمیں گیوکورو ملی تھی۔ وہی جو کسی گرم چشمے پہ جا کے مر گیا تھا۔"

"رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں" یاسوکو نے پھر کہا۔

شگو نے اپنی چائے میں وہسکی ملائی۔ باورچی خانے میں کیکو مچھلی کے گاڑھے سوپ کے لئے پیازوں کو چھوٹے چھوٹے چوکور قتلوں میں کاٹ رہی تھی۔

4

انتیس دسمبر کی صبح کو شگو نے منہ دھوتے دھوتے دیکھا کہ تیرو اپنے سارے پلوں کو لئے دھوپ کھا رہی ہے۔

جب پلوں نے ملازمہ کی کوٹھری کے نیچے سے نکل کر باہر آنا شروع کر دیا تو بھی شگو کو پتا نہ چلا کہ وہ چار ہیں یا پانچ۔ کیکو جھپٹا مار کر کسی نہ کسی پلے کو پکڑتی اور گھر میں لے آتی۔ اس کی بانہوں میں تو پلے خاصے مسکین بنے رہتے لیکن جوں ہی کسی اور کو اپنی طرف آتا دیکھتے تو دوڑ کر واپس مکان کے نیچے جا چھپتے۔ ایسا کبھی نہ

ہوتا کہ وہ سب بیک وقت باہر آئے ہوں۔ کیکو کو نے ایک دفعہ تو انہیں کل چار بتایا اور دوسری دفعہ کہنے لگی کہ پانچ ہیں۔

شگو نے دیکھا کہ صبح کی دھوپ میں پانچ پلے باہر موجود ہیں۔

وہ پہاڑ کی تلیٹی میں تھے جہاں اس نے گوریاؤں میں ورسوں کو ملا دیکھا تھا۔ اس جگہ مٹی کا تودہ تھا۔ ہوائی حملوں سے بچاؤ کے لئے انہوں نے جو غار کھودا تھا یہ مٹی اس سے نکالی گئی تھی۔ وہاں جنگ کے دوران ایک قطعے پر انہوں نے سبزیاں بوئی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ جگہ اب جانوروں کے لئے مخصوص ہو گئی تھی۔ وہاں وہ دھوپ کھاتے تھے۔

پمپاس گھاس، جس میں گوریائیں اور ورسے اس قدر منہمک تھے، مرجھا چکی تھی مگر کڑیل ڈنٹھلوں نے، جو ابھی تک تنے کھڑے تھے، تودے کے اطراف کو ڈھانک رکھا تھا۔ ان سے اوپر والی جگہ پر ہر طرف نرم و نازک جنگلی جڑی بوٹیاں اگی ہوئی تھیں۔ شگو تیرو کی فراست پر عش عش کر اٹھا کہ اس نے اپنے لئے یہ جگہ چنی۔

اس سے پہلے کہ کسی کی آنکھ کھلتی یا اس وقت جب گھر والوں کی توجہ ناشتہ تیار کرنے پر تھی تیرو اپنے بچوں کو ایک اچھی جگہ لے آئی اور وہاں لیٹ کے انہیں دودھ پلانے لگی۔ بچوں کو بھی صبح کی دھوپ میں خود کو گرمانے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ فراغت کے ان لمحوں سے لطف اٹھا رہے تھے کہ ان کے آرام میں کوئی خلل ڈالنے والا نہ تھا۔ پہلے پہل وہ یہی سمجھا اور گرم دھوپ میں سامنے پھیلے اس منظر کو دیکھ کر مسکرا اٹھا۔ دسمبر کا آخر تھا مگر کاماکورا میں دھوپ میں خزاں کے دنوں جیسی حدت تھی۔

لیکن جب اس نے غور سے دیکھا تو پتا چلا کہ پانچوں ایک دوسرے کو ٹھیلنے اور دھکیلنے میں مصروف ہیں اور تھنوں تک پہنچنے کے لئے کشمکش ہو رہی ہے۔ ان کے اگلے پنجے تیرو کے پیٹ پر تیزی سے آگے پیچھے چل رہے تھے جیسے جلدی جلدی پیڈل مار رہے ہوں۔ انہوں نے اپنی تازہ تازہ حیوانی توانائی کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ اور تیرو انہیں دودھ پلانے پر راضی معلوم نہ ہوتی تھی، شاید اس لئے کہ ان میں اتنی جان آ چکی تھی کہ ڈھلان پر اپنے آپ چڑھ جاتے تھے۔ وہ بل کھا کے، کروٹ لے کر،

پیٹ کے بل لیٹ گئی۔ پنجوں کی مارا مار سے اس کا پیٹ لال ہو رہا تھا۔

آخر وہ اٹھ کھڑی ہوئی، جھرجھری لے کر پلوں کو پرے پھینکا اور ڈھلان پر دوڑتی ہوئی نیچے آئی۔ ایک کالا پلا جو کچھ زیادہ ہی اڑیل بن کر تھن سے چپکا ہوا تھا قلابازیاں کھاتا تودے سے نیچے آگرا۔

وہ تین فٹ کی اونچائی سے گرا تھا۔ شگو گھبرا کر دم بخود رہ گیا۔ پلا اس طرح اٹھ کھڑا ہوا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور پل دو پل کے لئے وہاں غبی انداز میں کھڑے رہنے کے بعد زمین کو سونگھتا ہوا چل دیا۔

"یہ کیا؟" اسے محسوس ہوا جیسے یہ پوز پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہے اور یہ بھی لگا کہ بالکل یہی پوز پہلے بھی نظر سے گزر چکا ہے۔ اس نے لمحہ بھر سوچا۔

"سمجھ گیا۔ سوتاتسو کی بنائی ہوئی پینٹنگ" وہ بڑبڑایا۔ "کمال ہے۔"

سوتاتسو نے کالی سیاہی سے پلے کی تصویر بنائی تھی۔ یہ تصویر شگو کی دیکھی ہوئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ تصویر میں حقیقت کا خیال نہیں رکھا گیا بلکہ اسلوب کی پاس داری کی گئی ہے۔ پلا کھلونے جیسا نظر آتا تھا اور اب یہ دیکھ کر شگو حیرت زدہ رہ گیا کہ وہی تصویر زندہ کر کے اس کے سامنے پیش کر دی گئی۔ کالے پلے میں بالکل وہی وقار اور بانک پن نظر آیا تھا جو سوتاتسو کی تصویر میں دیکھنے کو ملا تھا۔

شگو کو ایک بار پھر خیال آیا کہ کاس ٹیکی مکھوٹا حقیقت سے کتنا قریب تھا اور اس کو دیکھ کر اسے اپنا کوئی جاننے والا یاد آگیا تھا۔

سوتاتسو اور مکھوٹا ساز دونوں ایک ہی عہد سے تعلق رکھتے تھے۔

جس پلے کی سوتاتسو نے تصویر بنائی تھی اسے آج کل دوغلا کہا جائے گا۔

"آؤ دیکھو۔ سارے پلے باہر آگئے۔"

باقی پلے، جنہیں ڈر لگ رہا تھا، زمین سے لگے لگے ڈھلان سے اترے۔

وہ توقع بھری نظر سے دیکھتا رہا لیکن ان چاروں میں سے کسی نے سوتاتسو کی تصویر والا پوز نہ بنایا۔

اس نے پلے کو سوتاتسو کی تصویر اور جی دو مکھوٹے کو جیتی جاگتی عورت بنتے دیکھا تھا۔ اور کیا اڑتی سی جھلک اس کے الٹ کی نظر نہ آئی تھی؟ سوتاتسو کی تصویر کو

پلا اور جیتی جاگتی عورت کو جی دو مکھوٹا بنتے نہ دیکھا تھا؟

اس نے کاس تیکی مکھوٹا دیوار پر لٹکا دیا تھا لیکن جی دو مکھوٹے کو دراز میں خوب اندر ٹھونس دیا تھا جیسے وہ کوئی پر اسرار چیز ہو۔

پلوں کو دیکھنے کے لئے یاسوکو اور کیکوکو منہ ہاتھ دھونے کے سٹینڈ کے پاس کھڑی ہوئیں۔

"ہاتھ منہ دھوتے وقت تمہیں نظر نہیں آئے؟"

کیکوکو نے، جو پیچھے کھڑی جھانک رہی تھی، آہستہ سے یاسوکو کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "صبح کی ہبڑ دھبڑ میں عورت کو ہوش کہاں ہوتا ہے۔ یہی بات ہے نا، امی جان؟"

"یہی بات ہے۔ اور تیرو؟"

"کہاں گئی ہو گی؟ انہیں چھوڑ چھاڑ کے چل دی تاکہ یہ لاوارثوں کی طرح مارے مارے پھرتے رہیں" شنگو نے کہا۔ "یہ سوچ کے دل کڑھتا ہے کہ انہیں کہیں پھینک آنا پڑے گا۔"

"دو کا تو میں گھر بسا بھی چکی" کیکوکو نے کہا۔

"تمہیں کوئی مل گیا جو انہیں لینے کو تیار ہو؟"

"جی ہاں۔ ایک کا تقاضا تو تیرو کے مالک نے کیا ہے۔ کہتا ہے پلی چاہئے۔"

"واقعی؟ تیرو ماری ماری پھرنے لگی تو اس کے بدلے میں پلی لینے کی سوجھی ہے۔"

"یہی لگتا ہے۔" کیکوکو یاسوکو سے بات کرنے لگی۔ "تیرو کہیں پیٹ بھرنے گئی ہے۔" جو جواب وہ پہلے دے چکی تھی اس کی وضاحت ضروری نہ سمجھتے ہوئے دوسری بات کو شنگو کی خاطر کھول کر بیان کرنے لگی۔ "پڑوس میں سب تیرو کی ہوشیاری پر دنگ ہیں۔ تیرو کو معلوم ہے کہ کون کس وقت کھانا کھاتا ہے اور ٹھیک وقت پہ وہاں پہنچ جاتی ہے۔"

"واقعی؟" شنگو پر تھوڑی سی اوس پڑ گئی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ تیرو صبح شام چونکہ یہیں کے ٹکڑوں پر پلتی ہے اس لئے اس گھر کو اپنا ٹھکانا خیال کرنے لگی ہو گی۔ کیا وہ

اب بھی بچے کچھے لقموں کی تلاش میں اڑوس پڑوس میں گھومتی رہتی تھی؟

کیکو کو نے بات جاری رکھی۔ "یہ کہا جائے تو زیادہ درست ہو گا کہ اسے کھانے کے اوقات کا نہیں بلکہ ان اوقات کا پتا ہے جب گھر والے کھانے پینے سے فارغ ہو کر صفائی ستھرائی کر رہے ہوتے ہیں۔ پڑوس میں ہر کسی کی زبان پر ہے کہ تیرو نے ہمارے ہاں بچے دئے ہیں اور مجھے ہر طرح کی خبریں ملتی رہتی ہیں کہ تیرو نے یہ کیا' تیرو نے وہ کیا۔ اور' ابا جان' جب آپ چلے جاتے ہیں تو بچے آ آ کے کہتے ہیں کہ انہیں پلے دکھائے جائیں۔"

"لگتا ہے تیرو بہت مقبول ہے۔"

"ارے ہاں" یاسوکو بولی۔ "ایک صاحبہ نے دل چسپ بات کی۔ کہنے لگی کہ تیرو نے جب یہاں بچے دے ہی دئے ہیں تو اب ہمارے ہاں بھی بچہ ہو کے رہے گا۔ کہنے لگی کہ تیرو ہمیں بڑھاوا دے رہی ہے۔ ہم مبارکباد کے مستحق نہیں کیا؟"

"توبہ ہے' امی جان" کیکو کو کا منہ لال ہو گیا اور اس نے یاسوکو کے کندھے سے ہاتھ ہٹا لیا۔

"میں نے تو وہی بتایا جو پڑوس کی ایک خاتون نے کہا تھا۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ کوئی ایسی بھی ہے جو انسانوں اور کتوں کو ایک ہی درجے میں رکھتی ہے؟" شنگو کو خیال آیا کہ یہ بات کہنے والی میں تمیز کی خاصی کمی تھی۔

لیکن کیکوکو نے نظر اٹھا کر کہا۔ "امامیا دادا تیرو کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔ کہنے آئے تھے کہ اسے ہمیں کیوں نہیں پال لیتے۔ تیرو کا ذکر اس طرح کر رہے تھے جیسے کوئی بچی ہو۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ انہیں کیا جواب دوں۔"

"تو اسے پال کیوں نہیں لیتیں!" شنگو نے کہا۔ "ویسے بھی ہر وقت یہیں تو رہتی ہے۔"

امامیا کا مکان تیرو کے مالک کے مکان کے ساتھ تھا۔ کاروبار میں گھاٹا ہوا تو مکان بیچ کر ٹوکیو چلا گیا۔ اس کے ضعیف ماں باپ ساتھ رہتے تھے۔ گھر کے چھوٹے موٹے کام کر دیا کرتے تھے۔ ٹوکیو والی جگہ چونکہ چھوٹی تھی اس لئے امامیا انہیں ساتھ نہ لے گیا۔ وہ ایک کمرہ کرائے پر لے کر رہنے لگے۔ بڑے میاں پڑوس میں امامیا دادا

کے نام سے مشہور تھے۔

تیرو سب سے زیادہ انہیں سے ہلی ہوئی تھی۔ کرائے کے کمرے میں منتقل ہونے کے بعد بھی وہ اس کا حال پوچھنے آتے رہے۔

"میں دوڑ کے انہیں بتا آتی ہوں۔" کیکو کو نے گھر میں جاتے ہوئے کہا۔ "ان کی ساری پریشانی دور ہو جائے گی۔"

کالے پلے کو دیکھتے دیکھتے شکو کو کھڑکی تلے بھٹ کٹیا کا پودا نظر آیا جو ٹوٹا پڑا تھا۔ پھول جھڑ چکا تھا لیکن تنا' زمین کے پاس سے مڑا ہوا' ابھی تک بالکل ہرا تھا۔

"بھٹ کٹیا بڑا سخت جان پودا ہے" شکو نے کہا۔

جاڑوں میں چیری

نئے سال سے پہلے کی رات کو مینہ برسنا شروع ہوا اور نئے سال کے پہلے دن برسات کا سا سماں تھا۔

نئے سال کے پہلے دن عمر شمار کرنے کے مغربی طریقے کو سرکاری حیثیت حاصل ہو گئی۔ لہٰذا شگو کی عمر اکسٹھ سال قرار پائی، یاسوکو کی باسٹھ۔

نئے سال کا آغاز ان لوگوں کا دن تھا جو دیر تک سوئے پڑے رہتے ہیں۔ لیکن شگو کو ساتوکو نے سویرے سویرے جگا دیا۔ وہ برآمدے میں ادھر سے ادھر دڑنگے لگا رہی تھی۔

"ساتوکو، ادھر آؤ" معلوم ہوتا تھا کہ کیکوکو بھی اٹھ چکی ہے۔ "میرے پاس نئے سال کی پڈنگ ہے تمہارے لئے۔ آؤ، مل کے اسے گرم کئے لیتے ہیں۔"

بظاہر وہ چاہ رہی تھی کہ بچی کو کسی طرح بہلا پھسلا کر، شگو کے کمرے سے دور، باورچی خانے میں بلا لے۔ بہرحال، ساتوکو نے کوئی اعتنا نہ کیا۔ بھاگ دوڑ، اچھل کود جاری رہی۔

"ساتوکو" فوساکو نے بستر میں لیٹے لیٹے آواز دی۔ "ادھر آؤ، ساتوکو۔" ساتوکو نے ماں کو جواب دینے میں بھی کسی خاص عجلت کا ثبوت نہ دیا۔

"بارش والا نیا سال" یاسوکو نے کہا۔ وہ بھی جاگ گئی تھی۔

شگو غرا کے رہ گیا۔

"ساتوکو اٹھ جائے تو کیکوکو کو بھی اٹھ کے کام میں لگنا پڑتا ہے۔ میں دیکھتی ہوں، فوساکو جانے کیسے بستر سے ہلنے کا نام ہی نہیں لیتی۔" آخری الفاظ ادا کرتے

ہوئے اس کی زبان لڑکھڑائی۔ شکو کو ہنسی آنے لگی۔ "نئے سال کے پہلے دن کی بچے نے مجھے صبح صبح آخری مرتبہ کب اٹھایا تھا؟ مدتوں پہلے کبھی جگایا ہو گا۔"

"ایسی اور بھی بہت سی صبحیں تمہیں نصیب ہوں گی۔"

"ارے نہیں۔ سچ پوچھو تو میرے خیال میں یہ نوبت نہیں آئے گی۔ بات صرف اتنی ہے کہ ائی ہارا کے گھر میں برآمدے وغیرہ تو ہیں نہیں۔ ایک بار ان برآمدوں سے جی بھر جائے گا تو پھر یہ بھاگ دوڑ ختم۔"

"میں کیا جانوں۔ کیا اس عمر میں اکثر بچوں کو برآمدوں میں بھاگنا دوڑنا اچھا نہیں لگتا؟ اس کے پیروں کی آواز سے ایسا کیوں معلوم ہو رہا ہے کہ وہ فرش سے چپک رہے ہیں؟"

"اس لئے کہ وہ بہت نرم ہیں۔" یاسوکو کان لگا کر سننے لگی۔ "یہ آواز سن کر دل پر عجیب اثر ہوتا ہے، نہیں ہوتا کیا؟ ساتوکو اب کی بار پانچ سال کی ہو جانا چاہئے تھا اور اچانک تین سال کی رہ گئی۔ مجھے کون سا ایسا خاص فرق پڑے گا اگر چونسٹھ سال کے بجائے باسٹھ سال کی ہو جاؤں۔"

"لیکن تمہیں ایک بات کا خیال نہیں آیا۔ میری سالگرہ تمہاری سالگرہ سے پہلے آتی ہے اور کچھ دیر کے لئے ہم دونوں کی عمر برابر ہو جائے گی۔ میری سالگرہ سے تمہاری سالگرہ تک۔"

لگتا تھا یاسوکو پر یہ حقیقت پہلی بار منکشف ہوئی ہے۔

"کیا کہنا۔ بڑی دور کی سوجھی۔ زندگی میں ایسی روز کہاں سوجھتی ہے۔"

"یونہی سہی" یاسوکو بڑبڑائی۔ "لیکن ساری عمر کٹ جانے کے بعد سن و سال کے لحاظ سے برابر ہو جانے میں رکھا ہی کیا ہے۔"

"ساتوکو" فوساکو نے دوبارہ آواز دی۔ "ساتوکو۔" بظاہر دوڑ بھاگ سے اکتا کر ساتوکو ماں کے پاس چلی گئی۔ "چھو کے دیکھو ذرا۔ تمہارے پیر کتنے ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔"

شکو نے آنکھیں میچ لیں۔

"ہمارے ہوتے ساتے دوڑتی بھاگتی پھرے تو کوئی تک بھی ہو" یاسوکو نے ذرا

ٹھہر کے کہا۔ "لیکن جہاں ہمیں دیکھا بسورنے لگی' ماں سے جا چمٹی۔"

شاید دونوں ہی ایک دوسرے میں بچی سے لگاؤ کے کوئی اثر آثار تلاش کرنا چاہتے تھے۔

جو بھی ہو' شگو کو یہی محسوس ہوا کہ یاسو کو اسے ٹوہ رہی ہے۔

یا شاید وہ خود اپنے آپ کو ٹوہ رہا تھا۔

پیروں کے فرش سے چپکنے کی آواز اسے بھلی نہ لگی تھی کیونکہ وہ نیند بھر کے سو نہ سکا تھا۔ لیکن' اس کے برعکس' اس آواز سے کوئی خاص کوفت بھی نہ ہوئی تھی۔

تاہم نواسی کے قدموں کی چاپ سن کر دل کو جس طرح ٹھنڈک پہنچنی چاہئے تھی وہ اس کے حصے میں نہ آئی تھی۔ اس بارے میں کسی شک کی گنجائش نہ تھی کہ شگو کا دل شفقت سے خالی تھا۔

اسے یہ احساس تک نہ ہوا کہ جھلملیاں تو ابھی بند ہیں اور برآمدے میں اندھیرا چھایا ہوا ہو گا۔ جس اندھیرے کی طرف اس کا خیال نہ گیا اسے یاسو کو نے بظاہر فوراً محسوس کر لیا۔ انہیں باتوں سے بچی یاسو کو کے دل میں دردمندی کے جذبات ابھارنے میں کامیاب ہو جاتی تھی۔

2

فوساکو کی ازدواجی زندگی کی بدمزگی نے ساتو کو بھی چرکا لگا کر چھوڑا تھا۔ یہ دیکھ کر شگو میں بھی ایک طرح کی دردمندی بیدار ہو جاتی لیکن کوفت زیادہ ہوتی۔ اس سلسلے میں کچھ کیا جو نہیں جا سکتا تھا۔

اسے حیرت ہوتی کہ وہ کس حد تک بے بس ہے۔

ظاہر ہے والدین میں سے کوئی بھی اولاد کی ازدواجی زندگی میں بہت زیادہ دخل نہیں دے سکتا۔ لیکن معاملات اتنے بگڑ جانے کے بعد کہ طلاق کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آتا تھا جو بات اب سب سے زیادہ چونکاتی تھی وہ بیٹی کی اپنی بے چارگی تھی۔

طلاق کے بعد والدین بیٹی اور نواسیوں کو گھر لے بھی آتے تو کیا۔ مسئلے تو جوں کے توں رہتے' درماں کی کوئی صورت نہ نکلتی اور بیٹی اپنی مرضی کی مالک بن کر زندگی

پھر بھی نہ گزار سکتی۔

تو پھر کیا کسی ایسی عورت کے سامنے، جس کی شادی ناکام ہو گئی ہو، مسئلے کا کوئی حل سرے سے ہے ہی نہیں؟

خزاں میں، فوساکو نے شوہر سے منہ موڑا تو والدین کے پاس آنے کے بجائے شی نانو چلی گئی جسے آبائی ٹھکانے کی حیثیت حاصل تھی۔ وہاں سے تار بھیج کر میکے کو خبر دی کہ شوہر کے گھر سے چلی آئی ہے۔

شوئی چی گیا کہ اسے میکے لے آئے۔

وہ ایک مہینہ کاماکورا میں رہی۔ پھر یہ کہہ کے چلی گئی کہ ائی ہارا سے قطعی اور حتمی طور پر تعلق ختم کر کے رہے گی۔

گھر والوں نے کہا بھی کہ اگر ائی ہارا سے بات ہی کرنی ہے تو شاید شگو یا شوئی چی کا جانا بہتر رہے۔ لیکن فوساکو نے کسی کی نہ سنی۔ خود جانے پر اڑی رہی۔

"لیکن بچیوں کا کیا کریں، یہی تو سارا مسئلہ ہے۔" فوساکو نے یہ اس وقت کہا جب ماں نے تجویز کیا کہ کم از کم بچیوں کو تو ننھیال چھوڑ جائے۔ وہ یاسوکو پر اس طرح چڑھ دوڑی جیسے دورہ پڑ گیا ہو۔ "مجھے تو یہ بھی پتا نہیں کہ بچیاں میرے پاس رہیں گی یا ائی ہارا انہیں رکھ لے گا۔" اور یوں وہ گھر سے رخصت ہوئی تھی اور لوٹ کر نہ آئی تھی۔

پھر بھی یہ میاں بیوی کا آپس کا معاملہ تھا اور شگو اور اس کے گھر والے پریشان تھے۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کب تک یونہی منہ سئے انتظار کرتے رہیں۔ اور یوں بے کلی کے وہ دن گزرتے رہے۔

فوساکو کی طرف سے کوئی خیر خبر نہ آئی۔

کیا وہ دوبارہ ائی ہارا کے گھر بس گئی تھی؟

"یہ سلسلہ تو بس اسی طرح گھسٹتا رہے گا" یاسوکو نے کہا۔

"خیر، اس کے گھسٹنے کے ذمے دار تو ہمیں ہیں" شگو نے کہا۔ دونوں کے چہرے مکدر تھے۔

پھر سال کے آخری دن شام کے وقت فوساکو اچانک لوٹ آئی۔

"کیا ہوا؟" بیٹی اور نواسیوں کو دیکھ کر یاسوکو سہمی ہوئی لگ رہی تھی۔
فوساکو نے کانپتے ہاتھوں سے چھتری بند کرنے کی کوشش کی۔ ایسا لگتا تھا کہ چھتری کی ایک دو تیلیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔
"بارش ہو رہی ہے؟" یاسوکو نے پوچھا۔
کیکو گھر سے نکل کر دروازے تک آئی اور ساتو کو گود میں اٹھا لیا۔
وہ نئے سال کے لئے کھانے پینے کی چیزیں تیار کرنے میں یاسوکو کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔
فوساکو باورچی خانے کے راستے اندر آئی تھی۔
شنگو کو شک گزرا کہ وہ روپیہ مانگنے آئی ہے لیکن بات کچھ اور معلوم ہوتی تھی۔
یاسوکو نے ہاتھ پونچھے اور بیٹھک میں چلی گئی۔ "یہ ایک ہی رہی۔ کل نیا سال چڑھنے کو ہے اور تمہیں گھر سے چلتا کر دیا۔" وہ بیٹی کو کھڑی تکتی رہی۔
فوساکو چپ چاپ رو رہی تھی۔
"جو ہوا اسی کو بہتر سمجھو" شنگو نے کہا۔ "صاف صاف چھٹم چھٹا۔"
"اوہ؟ کیا یہ ممکن ہے کہ کسی کو نئے سال چڑھنے کی رات کو گھر سے نکال دیا جائے؟ میں تو یہ سوچ ہی نہیں سکتی تھی۔"
"میں اپنی مرضی سے آئی ہوں۔" آنسوؤں سے فوساکو کا گلا رندھا ہوا تھا۔
"اوہ، خیر، یہ تو، میں سمجھتی ہوں، بات ہی اور ہے۔ تم بس اپنے گھر نیا سال گزارنے آئی ہو۔ مجھے بات کو یہ رنگ نہ دینا چاہئے تھا۔ غلطی ہوئی۔ معافی چاہتی ہوں۔ لیکن، چلو، اب اس بارے میں کیا گفتگو کرنی۔ جو کہنا سننا ہے چھٹی کے دوران جی بھر کے کہہ سن لیں گے۔" یاسوکو باورچی خانے میں چلی گئی۔
بیوی کے لہجے پر شنگو تھوڑا سٹپٹایا۔ لیکن اس لہجے میں کچھ شائبہ مامتا کا بھی تھا۔
نئے سال سے پہلے کی رات کو یہ دیکھ کر کہ بیٹی باورچی خانے کے دروازے سے گھر میں آئی ہے یا اندھیرے برآمدے میں بچی کے قدموں کی آواز سن کر یاسوکو کے دل پر چوٹ لگنا فطری امر تھا لیکن شنگو نے محسوس کیا کہ ان باتوں میں ایک پہلو اس کے

حفظ مراتب کا بھی تھا۔
نئے سال کے پہلے دن فوسا کو صبح کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ دیر تک سوتی رہی۔
میز کے گرد بیٹھے ہوئے وہ اسے غرارے کرتے سن سکتے تھے۔ اس کی شست وشو ختم ہونے میں نہ آ رہی تھی۔
"انتظار کر ہی رہے ہیں تو اتنے ایک ایک پیالہ ہو جائے" شوئی چی نے باپ کے لئے ساکے انڈیلتے ہوئے کہا۔ "ان دنوں آپ کے سر پر خاصے سفید بال نظر آ رہے ہیں۔"
"درست۔ میری عمر کو پہنچنے کے بعد ہر روز زیادہ بال سفید ہوتے جاتے ہیں۔ ہر روز۔ بعض دفعہ تو آنکھوں کے سامنے، دیکھتے دیکھتے، سفید ہو جاتے ہیں۔"
"گپ۔"
"نہیں۔ لو دیکھو۔" شگو آگے جھکا۔ یاسوکو اور شوئی چی اس کے سر کو دیکھنے لگے اور کیکو کو تو ٹکٹکی باندھے ہوئے تھی۔
فوساکو کی چھوٹی بچی اس کی گود میں تھی۔

3

فوساکو اور بچیوں کے لئے ایک اور کوتاتسو نکالا گیا تھا۔ کیکوکو دوسرے کمرے میں ان کے پاس چلی گئی۔
شگو اور شوئی چی شراب کے پیالے لئے آمنے سامنے ڈٹے ہوئے تھے۔ یاسوکو ایک طرف ہو کے بیٹھی تھی۔
شوئی چی گھر پر شاذ ہی پیتا تھا لیکن شاید نئے سال کے پہلے دن کے بھیگے بھیگے موسم کے زیر اثر، اپنی بت سے باہر ہو کے، باپ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے، پیالے پر پیالہ چڑھائے جا رہا تھا۔ عام حالات میں اس کے چہرے پر جو کیفیت نظر آتی تھی اس کا کہیں پتا نہ تھا۔ تیور بدلے بدلے تھے۔ شگو سن چکا تھا کہ شوئی چی کس طرح اپنی داشتہ کے ٹھکانے پر پی پی کے دھت ہو گیا تھا اور کس طرح ضد کرنے لگا تھا کہ داشتہ

کی سہیلی کو گانا سنانا پڑے گا اور داشتہ رو دی تھی۔

یاسوکو نے آواز دی۔ ”کیکوکو، زحمت نہ ہو تو تھوڑے سے سنگترے ہمیں بھی لا دو؟“ کیکوکو نے دروازہ کھسکا کر کھولا۔ ”آؤ، یہاں آ کے بیٹھو۔ مجھے دو چپ چاپ شرابیوں کو سنبھالنا پڑ رہا ہے۔“

کیکوکو نے شوئی چی پر نظر ڈالی۔ ”میرے خیال میں ابا جان کوئی زیادہ تو نہیں پی رہے۔“

”میں تھوڑا غور کرتا رہا ہوں“ شوئی چی بڑبڑایا۔ ”ابا جی کی زندگی کے بارے میں۔“

”میری زندگی کے بارے میں؟“

”اوہ، کسی قسم کی قطعیت کے بغیر۔ لیکن اگر مجھ سے اپنی قیاس آرائیوں کا خلاصہ تیار کرنے کو کہا جائے تو میرا خیال ہے کہ عبارت کچھ یوں ہو گی :ابا جی کامیاب ہوئے یا ناکام رہے؟“

”کیا سمجھتے ہو، اس بارے میں کوئی فیصلہ دے سکو گے؟“ شگو ایک لمحے کے لئے خاموش رہا۔ ”بھئی اس برس نئے سال کے لئے پکے ہوئے کھانے میں تھوڑا سا ذائقہ وہی ہے جو جنگ سے پہلے ہوا کرتا تھا۔ اس اعتبار سے تم کہہ سکتے ہو کہ میں کامیاب ہوں۔“

”کھانا — یہی کہا نا آپ نے؟“

”یہی کہا۔ اور بس اتنی سی بات کافی نہیں کیا؟ اگر تمہارا یہ کہنا ہے کہ اپنے والد کی زندگی کے بارے میں تھوڑی بہت سوچ بچار کرتے رہے ہو۔“

”تھوڑی بہت۔“

”ایک معمولی، بری بھلی سی زندگی جس کا سلسلہ دراز ہوتے ہوتے یہاں تک آ پہنچا ہے اور اب نئے سال کے موقع پر جسے محض اتفاق سے تر مال ہاتھ آ گیا ہے۔ بہت سے لوگ مر چکے ہیں، تمہیں معلوم ہی ہے۔“

”صحیح۔“

”لیکن بظاہر کسی ماں یا باپ کی کامیابی کا کچھ نہ کچھ تعلق اس بات سے ہے کہ

اولاد کی شادیاں کامیاب ہوئیں یا ناکام- میں اس ضمن میں زیادہ کامیاب نہیں رہا-"

"تو آپ یہ محسوس کرتے ہیں، کیوں جی؟"

"ارے بس بھی کرو، تم دونو" یاسوکو نے ان کی طرف دیکھا- "تم سال کو کوئی اچھا آغاز فراہم نہیں کر رہے-" اس نے آواز نیچی کی- "اور یہ نہ بھولو کہ فوساکو آئی ہوئی ہے- میں نے کہا، وہ ہے کہاں؟"

"سو گئی" کیکوکو نے بتایا-

"ساتوکو؟"

"ساتوکو اور چھوٹی بھی-"

"لو دیکھو- اور تینوں سوئی پڑی ہیں-" یاسوکو کی آنکھیں گول تھیں اور چہرے پر اس معصومیت کی ذرا سی جھلک تھی جو بڑھاپا آنے پر نمودار ہو جاتی ہے-

باہر کا گیٹ کھلا- کیکوکو اٹھ کر باہر گئی- تانی زاکی ائیکو نئے سال کا سلام کرنے آئی تھی-

"لو دیکھو- اور اس بارش میں-" شنگو سچ مچ حیران رہ گیا تھا لیکن یہ "لو دیکھو" کہنا یاسوکو سے سیکھا تھا-

"کہتی ہے کہ اندر نہیں آئے گی" کیکوکو نے کہا-

"اوہ؟" شنگو دروازے تک گیا-

ائیکو کالی مخمل کا لباس پہنے، کوٹ بازو پر ڈالے کھڑی تھی- لگتا یہی تھا کہ شیو کر کے چہرے کا رواں صاف کر چکی ہے لیکن پھر بھی بھاری میک اپ کر رکھا تھا- سلام کرنے کے لئے کولھوں پر سے جھکی تو اور بھی چھوٹی معلوم ہونے لگی-

اس کے آداب بجا لانے کے انداز میں تھوڑا سا تکلف پایا جاتا تھا-

"تمہاری عنایت جو اس موسلا دھار بارش میں چلی آئیں- مجھے توقع نہیں تھی کہ کوئی مجھ سے ملنے آئے گا اور اپنے طور پر باہر کہیں جانے کا سوچا بھی نہیں تھا- اندر آ جاؤ اور خود کو گرما لو-"

"شکریہ-"

ائیکو ہوا اور بارش کی سردی جھیلتی ہوئی وہاں تک پہنچی تھی- شنگو کو یہ سمجھنے

میں دشواری ہوئی کہ آیا وہ کوئی احتجاج کرنے کی غرض سے آئی ہے یا واقعی اس کے پاس کہنے سننے کے لئے کچھ ہے۔

جو بھی ہو، شگو نے محسوس کیا کہ ائیکو نے جرات مندی کا ثبوت دیا ہے۔

معلوم ہوتا تھا کہ ائیکو اندر آنے سے ہچکچا رہی ہے۔

"اگر یہ بات ہے تو مجھے ذرا سنبھلنے کا موقع دو۔ میں تمہارے ساتھ باہر چلا چلتا ہوں۔ میں جتنی دیر میں تیار ہوں تم اندر آ کے انتظار کیوں نہیں کر لیتیں؟ میں ہمیشہ اور کسی سے نہیں تو مسٹر ایتاکورا سے ملنے تو جاتا ہی ہوں۔ وہ کمپنی کے پرانے صدر ہیں۔"

پوری صبح ایتاکورا کا خیال اس کے ذہن پر چھایا رہا تھا اور ائیکو کے آنے کے بعد اسے فیصلہ کرتے دیر نہ لگی۔ وہ جلدی سے کپڑے بدلنے چلا گیا۔

شگو اٹھ کے باہر گیا تھا تو بظاہر شوئی چی کوتاتسو میں ٹانگیں پھیلائے لیٹا رہا تھا۔ شگو نے کپڑے بدلنے شروع کئے تو وہ دوبارہ اٹھ بیٹھا۔

"تانی زاکی آئی ہے" شگو نے کہا۔

شوئی چی نے "ہاں" اس طرح کہا جیسے تانی زاکی کے آنے سے اسے کوئی سروکار نہیں اور وہ جا کر تانی زاکی سے دعا سلام کرنے پر آمادہ نظر نہ آیا۔

شگو باہر جانے لگا تو شوئی چی نظر اٹھا کر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ "اندھیرا ہونے سے پہلے آ جایئے گا۔"

"میں جلدی لوٹ آؤں گا۔"

تیرو گیٹ پر پہنچ چکی تھی۔

ایک کالا پلا دوڑا دوڑا آیا اور اپنی ماں کی نقل اتارتا ہوا شگو کا راستہ کاٹ کے گیٹ کی طرف چلا۔ لڑکھڑا کے جو گرا تو بدن ایک طرف سے بھیگ گیا۔

"کتنا برا ہوا" ائیکو نے کہا۔ ایسا لگا کہ وہ پلے کے پاس پہنچ کر گھٹنوں کے بل جھکنے ہی والی ہے۔

"ہمارے پاس پانچ تھے۔ چار تو دے دلا دئے۔ اب یہی بچا ہے۔ اسے دینے کا وعدہ بھی کر چکے ہیں۔"

یوکوسوکا لائن والی ٹرین خالی چل رہی تھی۔

ہوا کے زور سے بارش افقی بوچھار میں تبدیل ہو گئی تھی۔ بارش کو دیکھتے ہوئے شگو کو ایک طرح کی خوشی محسوس ہوئی کہ ایکو اس آندھی پانی کو خاطر میں نہ لائی تھی۔

"عام طور پر تو ہاچی مان درگاہ سے آنے والے لوگ جوق در جوق موجود ہوتے ہیں۔" ایکو نے سرہلا کر تائید کی۔

"ہاں' یہ درست ہے۔ نئے سال کے پہلے دن تم ہمیشہ آتی ہو۔"

"ہاں۔"

ایکو کچھ دیر آنکھیں جھکائے رہی۔ "میں چاہوں گی کہ نوکری چھوڑنے کے بعد بھی آتی رہوں۔"

"ایک دفعہ شادی ہو گئی تو پھر نہ آسکو گی۔ تم کچھ سوچ کے ملنے آئی تھیں؟"

"نہیں۔"

"شرمانے کی ضرورت نہیں۔ ان دنوں میں تھوڑا سا مٹھا اور غائب دماغ ہوں۔"

"بنئے مت" یہ عجیب بات کہی گئی۔ "لیکن میرے خیال میں آپ سے کہنا ہی پڑے گا کہ مجھے فارغ کر دیں۔"

یہ اعلان بالکل غیر متوقع نہ تھا لیکن شگو سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔

"میں نئے سال کے پہلے دن خاص طور پر یہ بتانے نہیں آئی تھی۔" بات کرنے کا انداز ایسا تھا جیسے' نوجوان عورت کے بجائے' کوئی بڑی عمر کی عورت بول رہی ہو۔ "اس بارے میں پھر کبھی بات کریں گے۔"

"اوہ؟" شگو کی خوشی کافور ہو چکی تھی۔

ایکو کو اس کے دفتر میں کام کرتے ہوئے تین سال ہو گئے تھے اور اب' اچانک وہ اور ہی کوئی عورت معلوم ہونے لگی۔ جس ایکو کو روز دیکھتا تھا یہ وہ نہیں تھی۔

ویسے شگو نے اس پر کبھی کوئی زیادہ توجہ دی بھی نہیں تھی۔ وہ محض اس کی سیکرٹری تھی۔

شکو نے، ظاہر ہے، یہ محسوس کیا کہ وہ اسے ملازمت پر برقرار رکھنا چاہے گا۔
تاہم وہ کسی اعتبار سے اس کی بندھوا نہیں تھی۔

"لیکن میں سمجھتا ہوں قصور میرا ہے کہ تم ملازمت چھوڑنا چاہتی ہو۔ میں نے تمہیں مجبور کیا کہ مجھے لے چلو اور وہ گھر دکھاؤ اور میری وجہ سے تمہیں بہت سی ناگوار باتیں سہنا پڑیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ شوئی چی سے بہ امر مجبوری ملتے جلتے رہنا آسان کام نہیں۔"

"مشکل تو پیش آئی" ائیکو کے جواب میں کسی قسم کا ابہام نہیں تھا۔ "لیکن جب میں نے بعد میں اس سارے معاملے پر غور کیا تو لگا کہ آپ نے وہی کیا جو کسی باپ کو کرنا چاہئے تھا۔ اور مجھے پتا چلا کہ میں خود بھی غلطی پر تھی۔ جب شوئی چی مجھے ناچ گھر لے گیا اور کینو کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا تو میں خود کو بڑا کچھ سمجھنے لگی۔ میں نے اخلاق سے گری ہوئی حرکت کی۔"

"یہ تو ذرا زیادہ سخت الفاظ استعمال کر رہی ہو۔"

"لیکن میں اور بھی زیادہ بیہودگی پر اتر آئی تھی۔" ملال کی وجہ سے ائیکو کی آنکھیں ادھ مندی تھیں۔ "اگر میں نے ملازمت چھوڑ دی تو کینو سے کہوں گی کہ شوئی چی سے تعلقات ختم کر لے تاکہ آپ نے مجھ پر جو جو احسانات کئے ان سب کے بدلے میں آپ کے لئے کچھ کر سکوں۔"

شکو چونک اٹھا۔ یوں لگا جیسے کسی دکھتی رگ کو چھو لیا گیا ہو۔

"دروازے پر وہ اس کی بیوی آئی تھی؟"

"کیکو کو؟"

"ہاں۔ یہ مجھ پر بہت گراں گزرا۔ میں نے طے کر لیا کہ کینو سے واقعی بات کرنی پڑے گی۔"

شکو کو لگا جیسے ائیکو پر سے بوجھ کچھ کم سا ہو گیا ہے اور یہ بھی کہ خود اس کی زندہ دلی لوٹ آنے کو ہے۔

اسے خیال آیا: یہ ناممکن تو نہیں کہ ایسی ہلکی پھلکی تدبیروں ہی سے شاید یہ مسئلہ غیر متوقع طور پر جھٹ پٹ حل ہو جائے۔

"سچ پوچھو تو میں تم سے اس طرح کا کوئی تقاضا نہیں کر سکتا۔"

"جو کر رہی ہوں اس میں میری مرضی شامل ہے۔ آپ نے میرے لئے اتنا کچھ کیا۔ اس لئے لازم ہے کہ میں بھی آپ کے کسی کام آؤں۔"

اس قدر پرزور مکالمہ جب ائیکو کے چھوٹے چھوٹے ہونٹوں سے ادا ہوا تو اسے سنتے ہی شگو کو ایک بار پھر کسی دکھتی رگ کے احساس نے آلیا۔

اور اسے خیال آیا کہ ائیکو سے کہہ دے کہ جن معاملوں سے اسے کچھ لینا دینا نہیں ان میں کود پڑنے سے باز رہے۔

لیکن معلوم ہوتا تھا کہ ائیکو اپنے "فیصلے" سے بہت متاثر ہوئی ہے۔

"اتنی اچھی بھلی بیوی کے ہوتے ہوئے یہ کچھ۔ شوئی چی میری سمجھ میں تو آتا نہیں۔ اسے کینو کے ساتھ دیکھتی ہوں تو دل پر چھریاں چلنے لگتی ہیں لیکن اس کی بیوی سے حسد نہیں کر سکتی۔ ان میں آپس میں چاہے کتنی ہی گاڑھی چھنے مجھے کوئی پروا نہیں ہو گی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ مردوں کی ان عورتوں سے تسلی نہیں ہوتی جنہیں دیکھ کر دوسری عورتیں خار نہ کھاتی ہوں؟"

شگو کے لبوں پر زہرناک مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"ہمیشہ یہی کہتا رہتا ہے کہ وہ بچوں جیسی ہے۔"

"تم سے؟" شگو کے ان الفاظ میں تلخی تھی۔

"ہاں اور کینو سے بھی۔ کہتا ہے کہ آپ کو اسی لئے اچھی لگتی ہے۔ بچی جو ہوئی۔"

"احمق کہیں کا" شگو نے ائیکو نے طرف دیکھا۔

"لیکن اب اس طرح کی باتیں نہیں کرتا" ائیکو نے کچھ گھبرا کر کہا۔ "اپنی بیوی کا ذکر کرنا چھوڑ دیا ہے۔"

غصے کے مارے شگو پر تقریباً لرزہ طاری تھا۔

وہ جان گیا کہ شوئی چی اشارتاً کیکو کو کے بدن کا ذکر کر رہا تھا۔

کیا اسے امید تھی کہ دلھن کی صورت میں کوئی بیسوا مل جائے گی؟ اگر بات یہی تھی تو اس سے حیرت زدہ کرنے والی بے عقلی کا' اور شگو کو محسوس ہوا' روح کی کسی

ذراونی معذوری کا بھی' ثبوت ملتا تھا۔

کیا جس بے شرمی سے اس نے کینو بلکہ ائیکو تک کے سامنے اپنی بیوی کا ذکر کیا وہ اسی معذوری کا نتیجہ تھی؟

اسے شوئی چی میں سنگ دلی نظر آئی۔ اور صرف اسی میں نہیں' کیکوکو کے حوالے سے کینو اور ائیکو میں بھی سنگ دلی کا احساس ہوا۔

کیا شوئی چی کیکوکو کے ستھرے پن کو کبھی محسوس نہیں کر سکا؟

اپنے بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹی کیکوکو کا پیلا' نازک' بچوں جیسا چہرہ' اس کی نگاہوں میں گھومنے لگا۔

شنگو پر عیاں تھا کہ اپنی بہو کی خاطر بیٹے سے شہوانی سی رنجش محسوس کرنا ذرا غیر نارمل بات ہے۔ لیکن اس معاملے میں اس کا کوئی بس نہیں چلتا تھا۔

ایک زیریں رو اس کی زندگی میں کارفرما رہی تھی یعنی وہی غیر نارملیت جس نے اسے' جو یاسوکو کی بہن پر مائل تھا' بہن کی وفات کے بعد' یاسوکو سے شادی کرنے پر اکسایا' جو عمر میں ایک سال بڑی تھی۔ کیا کیکوکو کی موجودگی نے اس غیر نارملیت کو مزید بگاڑ دیا تھا؟

جب شوئی چی نے شادی ہوتے ہی اپنے لئے کوئی اور عورت ڈھونڈ لی تھی' اور وہ بھی اتنی جلد کہ حیرت ہوتی تھی' تو کیکوکو کی سمجھ میں نہ آیا تھا کہ اپنے جلاپے پر کیسے قابو پائے۔ اور اس کے باوجود معلوم یہ ہوتا تھا کہ شوئی چی کی سنگ دلی اور اخلاقی معذوری کو دیکھ کر بلکہ کہنا چاہئے عین انہیں کی وجہ سے' کیکوکو کے اندر کی عورت بیدار ہو چکی ہے۔

اسے یاد آیا کہ جسمانی طور پر ائیکو کیکوکو کے مقابلے میں کم بالیدہ تھی۔

شنگو خاموش ہو گیا اور اپنی مغمومی کی مدد سے غصے پر کسی طرح قابو پانے کی سعی کرتا رہا۔

ائیکو بھی چپ تھی۔ دستانے اتار کر اس نے بال ہموار کرنے کے لئے ہاتھ پھیرا۔

4

شگو اتامی میں تھا۔ ہوٹل کے باغ میں چیری کا ایک درخت سر تا بقدم پھولوں سے لدا ہوا تھا۔ جنوری کے دن تھے۔

اسے بتایا گیا تھا کہ زمستانی چیری کے درختوں پر سال ختم ہونے سے پہلے ہی پھول آ گئے تھے لیکن اس نے محسوس کیا کہ وہ کسی بالکل ہی مختلف دنیا کے موسم بہار سے دوچار ہو گیا ہے۔

آلوچے کے سرخ پھولوں کو اس نے غلطی سے آڑو کے شگوفے سمجھ لیا اور حیران ہوتا رہا کہ سفید سفید پھول کہیں خوبانی کے تو نہیں۔

چیری کے پھولوں کا عکس جس طرح تالاب میں پڑ رہا تھا اسے دیکھ کر وہ ان کی طرف کھنچا چلا گیا اور تالاب کے کنارے جا کھڑا ہوا۔ اسے ابھی اپنا کمرا نہیں دکھایا گیا تھا۔

پل پار کر کے وہ دوسرے کنارے پر پہنچا تاکہ آلوچے کے ایک درخت کو دیکھے جسے چھتری کی شکل دی گئی تھی اور جو سرخ پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔

کئی بطخیں درخت کے نیچے سے دوڑی دوڑی آئیں۔ ان کی زرد چونچوں اور پنجوں کے ذرا نسبتاً گہرے زرد رنگ کو دیکھ کر اسے پھر بہار کا احساس ہوا۔

کل کو فرم مہمانوں کو ضیافت دے گی اور شگو اس کا انتظام کرنے آیا تھا۔ اس کے ذمے جو کام تھا وہ ہوٹل کے مالک سے صلاح مشورے کے بعد ختم ہو گیا۔

وہ برآمدے میں جا بیٹھا اور باغ کو دیکھتا رہا۔

سفید ایزیلیا کے پھول بھی تھے۔

بہرحال، جکو درے کی جانب سے بھاری برساؤ بادل اُمڈے آ رہے تھے اور وہ اندر چلا گیا۔

ڈیسک پر ایک جیبی گھڑی اور ایک رسٹ واچ رکھی تھی۔ رسٹ واچ دو منٹ آگے تھی۔

دونوں گھڑیوں میں ٹھیک ایک ہی وقت ہو، ایسا بہت کم ہوتا تھا۔ شگو کو اس وجہ سے کبھی کبھی اُلجھن ہونے لگتی تھی۔

"لیکن ان کی وجہ سے اگر تمہیں اتنی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے تو پھر صرف ایک کو ساتھ کیوں نہیں رکھتے؟" یاسوکو نے کہا۔

اس میں شک نہیں کہ یاسوکو کی بات وزن رکھتی تھی، لیکن دو گھڑیاں رکھنے کی عادت بھی تو برسوں پرانی تھی۔

رات کے کھانے سے پہلے ہی موسلا دھار بارش ہونے لگی اور تیز ہوائیں چلیں۔

بجلی چلی گئی تو وہ سویرے سے بستر میں جا لیٹا۔

باغ میں کسی کتے کے چیخنے چلانے اور ہوا اور بارش کے شور سے، جو کسی طوفانی سمندر کی گھن گرج سے مشابہ تھا، شنگو کی آنکھ کھل گئی۔

اس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں تھیں۔ کمرے میں ایک طرح کا بوجھل پن تھا، جیسا بہار کے دنوں میں سمندر کنارے کسی طوفان کی آمد آمد کے وقت ہوتا ہے۔ ہوا نیم گرم سی تھی اور لگتا تھا کہ اس کا دم گھٹا جا رہا ہے۔

گہرا سانس لیتے ہوئے اس نے محسوس کیا کہ بے اطمینانی کا کوئی ریلا آیا ہے، جیسے وہ خون تھوکنے ہی والا ہو۔

"تکلیف میرے سینے میں نہیں" اس نے بڑبڑا کر کہا۔ اسے محض متلاہٹ کا دورہ پڑا تھا۔

کانوں میں ایک ناگوار تناؤ کنپٹیوں سے ہوتا ہوا اس کے ماتھے پر اکٹھا ہو گیا۔ اس نے ماتھے اور گلے کو سہلایا۔

گرجتے سمندر جیسا شور پہاڑی علاقے میں ہونے والی دھواں دھار بارش کا تھا اور اس شور سے بالا بالا ہوا کی تند کھرچیلی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔

طوفان کی گہرائیوں میں ایک گرج تھی۔

اسے خیال آیا کہ کوئی ٹرین تنا سرنگ میں سے گزر رہی ہے۔ حقیقت میں بات تھی بھی یہی۔ جب ٹرین سرنگ سے باہر آئی تو سیٹی سنائی دی۔

شنگو پر اچانک خوف غالب آ گیا۔ اب وہ پوری طرح بیدار ہو چکا تھا۔

گرج مسلسل سنائی دے رہی تھی، ختم ہونے میں نہ آتی تھی۔ سرنگ چونکہ کوئی پانچ میل لمبی تھی اس لئے ٹرین کو گزرنے میں شاید سات آٹھ منٹ لگنے چاہئیں تھے۔

اس کا تاثر یہ تھا کہ اس نے ٹرین کو سرنگ کے دور والے دہانے سے، جو کنامی سے پرے تھا، اندر داخل ہوتے سنا ہے۔ لیکن کیا یہ ممکن تھا کہ اتنی دور سے ٹرین کی آواز سنائی دے گئی ہو، جب کہ وہ اتامی کی طرف واقع دہانے سے بھی، جہاں سے ٹرین کو باہر آنا تھا، آدھے میل دور تھا؟

اس نے جانے کیسے سرنگ میں ٹرین کی موجودگی کو اس طرح محسوس کیا جیسے وہ اس کے سر میں چل رہی ہو۔ ٹرین کو پورا راستہ طے کرتے محسوس کیا یہاں تک کہ وہ نزدیک والے دہانے تک آ پہنچی اور جب سرنگ سے باہر آ گئی تو اطمینان کا سانس لیا۔

لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا۔ اس نے طے کیا کہ صبح اٹھ کر ہوٹل والوں سے پوچھ گچھ کرنے کے علاوہ ریلوے سٹیشن بھی فون کرے گا۔

کچھ دیر اسے نیند نہ آئی۔

"شگو...و...و! شگو...و...و!" اس حالت میں کہ پوری طرح نہ سویا ہوا تھا نہ پوری طرح جاگ رہا تھا اس نے سنا کہ کوئی اسے بلا رہا ہے۔

اگر کوئی اس خاص لے میں آواز دیتا تھا تو وہ یاسوکو کی بہن تھی۔

اس بیداری میں شگو کے لئے دل میں کھب جانے والی لذت تھی۔

"شگو...و...و! شگو...و...و! شگو...و...و!"

آواز دبے پاؤں پائیں باغ میں چلی آئی اور کھڑکی کے نیچے سے بلند ہوئی۔

شگو جاگ رہا تھا۔ ہوٹل کے پیچھے بہنے والے چشمے کی آواز گرج میں تبدیل ہو چکی تھی۔ بچوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

وہ اٹھا اور پچھواڑے کی طرف کھلنے والی جھلملیاں وا کیں۔

صبح کی دھوپ چمک رہی تھی۔ اس میں جاڑوں کے سورج کی وہ گرم چمک تھی جو موسم بہار کی بارش میں نہائی ہوئی ہو۔

چشمے سے پرے رستے پر اپنے گرامر سکول جانے والے سات آٹھ بچے جمع تھے۔

کیا اس نے انہیں ایک دوسرے کو آواز دیتے سنا تھا؟

لیکن شگو کھڑکی سے باہر جھکا اور چشمے کے ارلے کنارے پر اگی بانس واڑی کو کھوجنے لگا۔

گجردم پانی

جب نئے سال کے پہلے دن بیٹے نے شگو کو بتایا تھا کہ اس کے بال سفید ہو چلے ہیں تو شگو نے جواب دیا تھا کہ اس عمر کو پہنچ کر ہر روز آدمی کے زیادہ بال سفید ہوتے جاتے ہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ آنکھوں کے سامنے سفید ہونے لگتے ہیں۔ ابھی کالے، ابھی دیکھتے دیکھتے سفید۔ اسے کیتا موتو یاد آ گیا تھا۔

سکول میں اس کے ہم جماعت اب ساٹھ ستر کے ہو چکے تھے۔ ان میں ایسے لوگوں کی تعداد خاصی تھی جن کی قسمت پھوٹ چکی تھی۔ جنگ کے دوران جو پیچ پڑا تو شکست ہونے تک سنبھالا نہ لے سکے۔ چونکہ اس وقت تک ان کی عمر پچپن سے تجاوز کر چکی تھی اس لئے یہ ادبار سفاک تھا اور بحالی دشوار۔ اور اس عمر والوں کے بیٹے جوان ہوتے ہیں۔ سو بیٹے جنگ میں کام آتے رہے۔

کیتا موتو کے تین بیٹے مارے گئے تھے۔ جب اس کی کمپنی نے جنگی سازوسامان کی تیاری شروع کی تو اس جیسے تیکنیکار کی خدمات کی مزید کوئی ضرورت نہ رہی۔

ایک پرانے دوست نے، جو شگو کے دفتر آیا ہوا تھا، کیتا موتو کے بارے میں بتایا۔ "کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب وہ آئینے کے سامنے بیٹھا سفید بال اکھاڑ رہا تھا۔ گھر بیٹھا تھا۔ کرنے کے لئے کچھ تھا نہیں۔ پہلے پہل گھر والوں نے کوئی زیادہ خیال بھی نہ کیا۔ سوچا کہ خود کو مصروف رکھنے کے لئے سفید بال اکھاڑنے میں لگا ہوا ہے۔ اس میں پریشان ہونے کی بھلا کون سی بات ہے۔ لیکن وہ روز آئینے کے آگے اکڑوں بیٹھ جاتا۔ جہاں جہاں سے اپنے خیال میں سارے بال اکھاڑ چکا تھا وہاں اسے سفید بال پھر نظر آنے لگتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دراصل بال تھے ہی اتنے زیادہ

کہ وہ سب کو ٹھکانے نہیں لگا سکتا تھا۔ روزانہ بیشتر وقت آئینے کے سامنے بیٹھا رہتا۔ گھر والے حیران ہوتے رہتے کہ وہ کہاں چلا گیا اور ادھر وہ آئینے کے آگے بیٹھا بال اکھاڑنے میں مصروف ہوتا۔ اگر آئینے کے سامنے سے صرف ایک منٹ کے لئے بھی ہٹنا پڑتا تو اس پر بدحواسی اور ہلبلاہٹ طاری ہو جاتی اور دوڑ کے واپس آئینے کے سامنے جا بیٹھتا۔ آخر نوبت یہ آئی کہ وہ ہر وقت وہیں بیٹھا رہنے لگا۔"

"حیرت اس پر ہے کہ اس کے سارے بال اکھڑ کیوں نہ گئے۔" شگو کو ہنسی آنے لگی تھی۔

"اسے مذاق نہ سمجھو۔ بال اکھڑ گئے۔ اس نے ایک بال نہ رہنے دیا۔"

اس بار شگو کھل کر ہنس پڑا۔

"لیکن اس میں کوئی جھوٹ نہیں" دوست نے شگو کے چہرے پر نظر گاڑ کے کہا۔ "لوگوں کا کہنا ہے کہ ادھر وہ سفید بال اکھاڑنے میں مصروف تھا ادھر اس کے مزید بال سفید ہوتے جا رہے تھے۔ ایک سفید بال اکھاڑتا تو آس پاس کے دو تین بال سفید ہو جاتے۔ آئینے میں اپنی شکل دیکھتا رہتا۔ تیور ایسے نظر آتے جیسے جان پر کھیل جانے کی ٹھان رکھی ہو۔ جوں جوں سفید بال اکھاڑتا بال پہلے سے بھی زیادہ سفید ہوتے جاتے۔ بال مہین سے مہین تر ہوتے گئے۔"

شگو نے ہنسی ضبط کی۔ "اور بیوی نے اسے بال اکھاڑتے رہنے دیا؟"

لیکن دوست نے بات اس طرح جاری رکھی جیسے اس سوال کا جواب درکار نہ ہو۔ "آخر کار تقریباً کوئی بھی بال باقی نہ رہا۔ اور جو رہ گئے وہ سفید تھے۔"

"تکلیف ضرور ہوتی ہو گی۔"

"جب وہ انہیں اکھاڑتا تھا؟ نہیں، تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ کالا بال کوئی ضائع نہ ہو اور سفید بالوں کو احتیاط سے ایک ایک کر کے اکھاڑتا رہتا۔ لیکن جب فارغ ہوا تو کھچاؤ کی وجہ سے کھال جھریا گئی تھی۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ کھال پر ہاتھ پھیرنے سے درد ہوتا تھا۔ خون تو نہیں نکلتا تھا لیکن چھلی ہوئی اور لال لال نظر آتی تھی۔ بالآخر اسے دماغی امراض کے ہسپتال بھیج دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ جو تھوڑے بہت بال سلامت رہ گئے تھے ہسپتال پہنچ کے وہ بھی اکھاڑ پھینکے۔ لیکن سوچو تو سہی، کیسی

قوت ارادی، کیسی یکسوئی۔ ان کے خیال سے آدمی تقریباً سہم جاتا ہے۔ وہ بوڑھا ہونا نہیں چاہتا تھا۔ دوبارہ جوان ہونے کا خواہش مند تھا۔ یہ کسی کو معلوم نہیں کہ آیا بال اس لئے اکھاڑنے شروع کئے کہ دماغ چل گیا تھا یا دماغ اس لئے چل گیا کہ ضرورت سے زیادہ بال اکھاڑ لئے تھے۔"

"لیکن اب حالت بہتر ہو گی، کیوں؟"

"ہاں۔ اور ایک معجزہ رونما ہوا۔ اس کے گنجے سر پر کالے سیاہ بادلوں کی اچھی بھلی فصل اگ آئی۔"

"بے پر کی اڑانے لگے" شکو کو دوبارہ ہنسی آ گئی۔

"لیکن یہ حقیقت ہے" دوست نے مسکرائے بغیر کہا۔ "پاگلوں کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ اگر تم اور میں، ہم دونوں، پاگل ہوتے تو شاید خاصے جوان نظر آتے۔" اس نے شکو کے بالوں پر نظر ڈالی۔ "امید کا دامن ابھی تمہارے ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، امید کبھی کی ختم ہو چکی۔"

دوست کے سر کے بیشتر بال جھڑ چکے تھے۔

"اپنا کوئی بال اکھاڑ کے دیکھوں؟" شکو بڑبڑایا۔

"آزمائش شرط ہے۔ لیکن مجھے شبہ ہے کہ تم میں اتنی قوت ارادی ہے کہ ان سب کو اکھاڑ سکو گے۔"

"شبہ تو مجھے بھی ہے۔ اور سفید بالوں کی وجہ سے کوئی الجھن بھی نہیں ہوتی۔ کالے بالوں کا مجھے کوئی جنون نہیں۔"

"تمہیں تحفظ حاصل رہا۔ جب باقی سب غوطے کھا رہے تھے تو تم آرام سے تیر کے پار اتر گئے۔"

"اتنی آسانی سے بھی نہیں جتنا تم کہہ رہے ہو۔ کیتا موتو سے کہہ ہی دیا ہوتا کہ جان عذاب میں نہ ڈالے، خضاب لگا لے۔"

"خضاب لگانا بے ایمانی ہے۔ اگر ہم نے بے ایمانی کے بارے میں سوچنے کی ٹھان لی تو پھر مجھے شک ہے کہ ہم کیتا موتو والے معجزے کی امید رکھ سکتے ہیں۔"

"لیکن کیتا موتو مر نہیں گیا؟ معجزہ رونما ہونے کے باوجود۔"

"تم جنازے پر گئے تھے؟"

"اس وقت مجھے پتا نہیں چلا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جب حالات میں کچھ سدھار ہوا تب کہیں خبر ملی۔ بہرحال' مجھے یقین نہیں کہ اس وقت میں ٹوکیو جاتا بھی۔ ہوائی حملوں کا زمانہ تھا۔"

"معجزوں کا سہارا بہت دیر نہیں لیا جا سکتا۔ کہنے کو تو کیتا موتو نے اپنے سفید بال اکھاڑ ڈالے اور بڑھاپے کے سامنے ڈٹا رہا لیکن زندگی اپنے ڈھرے پر چلتی رہتی ہے۔ کوئی آدمی صرف اس بنا پر زیادہ دن نہیں جی سکتا کہ اس کے بال پھر سے کالے ہو گئے ہیں۔ اس کا الٹ ہو سکتا ہے۔ کیا پتا کیتا موتو نے اپنی ساری توانائی کالے بالوں کو دوبارہ اگانے میں صرف کر دی ہو اور اس کی زندگی درحقیقت کم ہو گئی ہو۔ لیکن یہ مت سمجھو کہ یہ کشمکش میرے تمہارے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی۔" جو نتیجہ نکالا تھا اس پر زور دینے کے لئے اس نے سر ہلایا۔ گنجے سر پر بال اس طرح جمے ہوئے تھے جیسے چلمن کی تیلیاں۔

"ان دنوں جس سے ملاقات ہوتی ہے اس کا سر سفید نظر آتا ہے۔" شکو نے کہا۔ "جنگ کے دوران میری حالت اتنی ردی نہ تھی لیکن اس کے بعد سے تو بال سفید اور زیادہ سفید ہوتے جا رہے ہیں۔"

شکو نے قصے کی تمام تفصیلات پر یقین نہ کیا۔ اسے شبہ تھا کہ بعض باتیں زیب داستاں کے طور پر بڑھا دی گئی ہیں۔

بہرکیف' یہ حقیقت تھی کہ کیتوموتو کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کی خبر شکو کو کسی اور سے ملی تھی۔

شکو نے کہانی کے بارے میں سوچنا شروع کیا تو خیالات نے عجیب رخ اختیار کر لیا۔ اگر یہ سچ ہے کہ کیتا موتو مر چکا تو یہ بھی ضرور سچ ہو گا کہ اس کے سفید بال کالے ہو گئے تھے۔ اگر یہ سچ ہے کہ اس کا دماغ چل گیا تھا تو یہ بھی ضرور سچ ہو گا کہ اس نے اپنے بال اکھاڑ ڈالے تھے۔ اگر یہ سچ ہے کہ اس نے اپنے بال اکھاڑ ڈالے تھے تو یہ بھی ضرور سچ ہو گا کہ بال اس وقت سفید ہوئے ہوں گے جب وہ آئینے کے سامنے بیٹھا رہتا ہو گا۔ تو پھر کیا پوری کی پوری کہانی سچ نہ تھی؟ اس نتیجے پر پہنچ کر شکو

تو حیران رہ گیا۔

"یہ پوچھنا بھول گیا کہ جب کیتا موتو فوت ہوا تو اس کے بال سفید تھے یا کالے" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ لیکن نہ تو اس کے الفاظ کسی نے سنے نہ ہنسی کسی کو سنائی دی۔ یہ بات اور ہنسی اس کی اپنی ذات تک محدود تھی۔

جو کہانی اس نے سنی اگر وہ سچ بھی تھی اور اس میں کلی پھندنے بھی نہیں لگائے گئے تھے تو بھی جس انداز سے سنائی گئی اس میں تھوڑا سا رنگ پیروڈی کا شامل تھا۔ ایک بوڑھے نے تضحیک آمیز لہجے میں، بے دردی کے ساتھ، کسی اور بوڑھے کی موت کا ذکر کیا تھا۔ اس ملاقات نے طبیعت پر جو اثر چھوڑا وہ خوشگوار نہ تھا۔

طالب علمی کے زمانے کے دوستوں میں یہی دو، کیتا موتو اور می زوتا، ایسے تھے جو عجیب طرح فوت ہوئے۔ می زوتا گرم چشموں والے ایک تفریحی مقام پر اچانک مر گیا۔ کسی نوجوان لڑکی کو ساتھ لے کر وہاں گیا ہوا تھا۔ پچھلے سال کے آخر میں شگو سے بڑا تقاضا کیا گیا تھا کہ می زوتا کے نوہ مکھوٹے خرید لے۔ ایکو کے ملازم رکھے جانے میں کیتا موتو کا دخل تھا۔

می زوتا کا انتقال چونکہ جنگ کے بعد ہوا تھا اس لئے شگو کو اس کے جنازے پر جانے میں دقت نہ ہوئی تھی۔ کیتا موتو نے ہوائی حملوں کے دوران وفات پائی تھی۔ اس کے مرنے کی خبر شگو کو بہت بعد میں ملی۔ اور جب تانی زاکی ایکو تعارفی رقعہ لے کے آئی تو کیتا موتو کی بیوہ اور اولاد ابھی گیفو محال میں مقیم تھی جہاں وہ سب ہوائی حملوں سے بچنے کے لئے چلے گئے تھے۔

ایکو کیتا موتو کی بیٹی کی دوست تھی۔ دونوں ایک سکول میں پڑھتی رہی تھیں۔ لیکن یہ ادب آداب کے سراسر منافی معلوم ہوتا تھا کہ اس طرح کی سفارش لڑکی کرے۔ شگو نے کیتا موتو کی بیٹی کو کبھی دیکھا بھی نہ تھا اور ایکو کا کہنا تھا کہ جنگ کے بعد اس کی بھی اپنی سہیلی سے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ دونوں لڑکیوں نے کچھ زیادہ ہی نامناسب جلد بازی سے کام لیا تھا۔ اگر بیٹی کے یاد دلانے پر کیتا موتو کی بیوہ کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ شگو کون ہے تو تعارفی رقعہ اسے خود لکھنا چاہئے تھا۔

شکو پر کیتا موتو کا کوئی احسان تو تھا نہیں جو بیٹی کا لحاظ کرتا یا تعارفی رقعے کو اہمیت دیتا۔

جہاں تک ائیکو کا تعلق تھا، جو رقعہ لے کر آئی تھی، تو وہ جسمانی طور پر بالکل چھپٹی سی اور ذہنی طور پر اول جلول معلوم ہوتی تھی۔

تاہم اس نے ائیکو کو ملازم رکھ لیا اور دفتر میں اپنے پاس جگہ دی۔ وہاں کام کرتے ہوئے اسے تین سال ہو گئے تھے۔

تین سال تیزی سے گزر گئے تھے لیکن اب یہ تعجب خیز معلوم ہوتا تھا کہ وہ اتنے عرصے ٹکی رہی۔ شاید اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہ تھی کہ تین سال کی مدت کے دوران وہ نہ صرف شوئی چی کے ساتھ ناچنے جاتی رہی بلکہ حد یہ کہ شوئی چی کی داشتہ کے گھر بھی ہو آئی۔ اور شکو آپ، اس کی رہ نمائی میں، اس گھر پر نظر ڈالنے چلا گیا تھا۔

ایسا لگتا تھا کہ ان واقعات سے ائیکو پر خوف طاری ہو گیا۔ اسے اپنا کام برا معلوم ہونے لگا۔

شکو نے ائیکو سے کیتا موتو کا ذکر نہیں کیا تھا۔ ائیکو کو شاید علم نہیں تھا کہ وہ پاگل ہو گیا تھا۔ غالباً ائیکو اور کیتا موتو کی بیٹی میں اتنی گہری دوستی نہیں تھی کہ ایک دوسرے کے گھر آنا جانا لگا رہتا۔

وہ شکو کو اول جلول معلوم ہوتی تھی لیکن جب سے ملازمت چھوڑی تھی تو شکو کو اب اس میں احساس ذمے داری اور نیک دلی کی بعض جھلکیاں نظر آنے لگی تھیں۔ اور پاکیزگی کی بھی کیونکہ ائیکو ابھی بن بیاہی تھی۔

2

"آپ جلدی اٹھ گئے، ابا جان۔" جس پانی سے وہ اپنا منہ دھونے ہی والی تھی اسے انڈیل کر کیکو کو نے شکو کے لئے پانی بھرا۔

خون کی ایک بوند پانی میں گری، پھیلی اور گھل چلی۔

جب اسے یاد آیا کہ کھانسنے کے ساتھ خود اس نے تھوڑا سا خون کس طرح

تھوکا تھا اور یہ بھی سوچا کہ کیکو کو کا خون مقابلتاً" کتنا زیادہ صاف ہے تو اسے خدشہ محسوس ہوا کہ شاید کیکو کو بھی خون تھوکنے لگی ہے۔ لیکن اس کی نکسیر پھوٹ گئی تھی۔
کیکو کو نے ناک پر کپڑا رکھا ہوا تھا۔ لہو اس کی کلائی سے کہنی تک لکیر کھینچتا چلا گیا۔
"اوپر دیکھو' اوپر دیکھو۔" شنگو نے اس کے کندھوں پر بازو رکھا۔ وہ ذرا سا آگے کو گری جیسے اس سے الگ ہونا چاہتی ہو۔ شنگو نے کندھے تھام کر اسے پیچھے کی طرف کھینچا اور ماتھا پکڑ کے اوپر دیکھنے پر مجبور کیا۔
"میں بالکل ٹھیک ہوں' ابا جان۔ معافی چاہتی ہوں۔"
"چپ رہو اور گھٹنوں کے بل جھکو۔ لیٹ جاؤ۔"
شنگو کا سہارا لے کر کیکو کو نے دیوار سے ٹیک لگا لی۔
"لیٹ جاؤ" شنگو نے دوبارہ کہا۔
لیکن وہ آنکھیں بند کئے اسی طرح ٹیک لگائے رہی۔
اس کے چہرے پر' جو اس طرح فق تھا جیسے وہ بے ہوش ہو' بھولی بھولی کیفیت تھی' اس بچی کی سی کیفیت جو مزاحمت کرنے سے باز آ گئی ہو۔ شنگو کو اس کے ماتھے پر زخم کا چھوٹا سا نشان نظر آیا۔
"خون رک گیا؟ اگر رک گیا ہے تو اندر جا کے لیٹ جاؤ۔"
"جی ہاں' بالکل ٹھیک ہو گئی ہوں۔" کیکو کو نے کپڑے سے ناک پونچھی۔ "بیسن گندا ہو گیا۔ ٹھہریں' دھو دوں۔"
"رہنے دو بھئی۔"
شنگو نے ذرا جلدی سے پانی گرا دیا۔ بیسن کی تہ میں خون کے خفیف سے نشانات تھے جو آہستہ آہستہ تحلیل ہو رہے تھے۔
شنگو نے بیسن استعمال نہیں کیا۔ براہ راست ٹونٹی سے پانی لے کر منہ دھویا۔
اسے خیال آیا کہ یاسو کو جگائے اور کہے کہ جا کے کیکو کو کو سہارا دے۔ لیکن اس نے فیصلہ کیا کہ نہیں۔ کیکو کو شاید اپنی تکلیف ساس سے چھپانا چاہتی ہو۔

خون اس طرح گرا تھا جیسے پک کر پھٹنے والی کسی پھلی سے ٹپکا ہو۔ اسے یوں لگا جیسے تکلیف خود پھوٹ نکلی ہو۔

وہ بالوں میں کنگھی کر رہا تھا کہ کیکو کو پاس سے گزری۔

"کیکو کو؟"

"جی؟" اس نے چلتے چلتے مڑ کر شگو کی طرف دیکھا لیکن رکی نہیں' باورچی خانے میں چلی گئی۔ وہ ایک پرات میں چارکول لے کر لوٹی۔ شگو نے دیکھا کہ چارکولوں سے چنگاریاں اڑ رہی ہیں۔ اس نے کوتاتسو کے لئے چارکول باورچی خانے میں گیس پر سلگائے تھے۔

شگو اپنی بھول پر آپ چونک اٹھا۔ اسے بالکل یاد ہی نہ آیا تھا کہ اس کی اپنی بیٹی' فوساکو گھر آئی ہوئی ہے۔ ناشتے کے کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا کیونکہ فوساکو اور دونوں بچیاں ساتھ والے کمرے میں سو رہی تھیں۔ جھلملیوں کو ابھی کھولا نہیں گیا تھا۔

اپنی عمر رسیدہ بیوی کو جگانے کے بجائے وہ کیکو کو کی مدد کے لئے فوساکو کو اٹھا سکتا تھا۔ عجیب بات تھی کہ جب اس نے یاسوکو کو بلا لانے کا سوچا تو ذہن میں یہ آیا ہی نہیں کہ فوساکو بھی تو موجود ہے۔

کوتاتسو میں کیکو کو نے اس کے لئے چائے انڈیلی۔

"سر چکرا رہا ہے؟"

"بس یونہی سا۔"

"ابھی تو سویرا ہے۔ تم آج صبح آرام کیوں نہیں کر لیتیں؟"

"وقت جو ہو گیا تھا اٹھنے اور کام سے لگنے کا" کیکو کو نے اس طرح کہا جیسے کسی ہیچ پوچ معاملے کا ذکر کر رہی ہو۔ "اخبار لینے گئی تو ٹھنڈی ہوا کا مجھ پر اچھا اثر ہوا۔ اور پھر سدا سے یہی سنتی آ رہی ہوں کہ عورت کی نکسیر پھوٹ جائے تو اس میں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ آپ خود کیوں اتنے سویرے اٹھ بیٹھے؟ آج صبح پھر ٹھنڈ ہو گئی۔"

"کیا بتاؤں۔ درگاہ کی گھنٹی بجنے سے پہلے ہی آنکھ کھل گئی۔ جاڑے ہوں یا

گرمیاں، گھنٹی، بارہ مہینے، چھ بجے بجتی ہے۔"

شکو شوئی چی سے پہلے اٹھ گیا تھا لیکن دفتر کے لئے روانہ بعد میں ہوا۔ جاڑوں میں باپ بیٹے کا یہی معمول تھا۔

دفتر کے قریب یورپی طرز کا ایک ریستوراں تھا۔ وہ شوئی چی کو لنچ کھلانے وہاں لے گیا۔

"تمہیں کیکو کو کے ماتھے پر زخم کے نشان کا علم ہے؟"

"ہاں۔"

"میرا خیال ہے، جراحی چمٹی سے پڑنے والا نشان ہے۔ پیدائش کے وقت مشکل پیش آئی تھی نا۔ اب یہ تو واقعی نہیں کہہ سکتے کہ پیدائش کے موقع پر جو دکھ اٹھانا پڑا تھا یہ اس کی باقیات ہے لیکن جب اسے کوئی تکلیف ہوتی ہے تو نشان ابھر آتا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے جیسے آج صبح۔"

"ہاں۔"

"غالباً نکسیر پھوٹنے کی وجہ سے۔ جب اس کے چہرے کی رنگت ٹھیک نہیں رہتی تو نمایاں ہو جاتا ہے۔"

شکو کو کچھ ایسا لگا جیسے اس کے منہ سے بات چھین لی گئی ہو۔ کیکو کو نے شوئی چی کو کس وقت بتایا ہو گا؟

"لیکن رات اسے نیند نہیں آئی۔"

شوئی چی کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ "کسی غیر عورت کے ساتھ اتنی تمیزداری سے پیش آنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"غیر عورت؟ وہ تمہاری بیوی نہیں کیا؟"

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں۔ آپ کو اپنی بہو کے ساتھ اتنی تمیزداری سے پیش آنے کی ضرورت نہیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

شوئی چی نے کوئی جواب نہ دیا۔

3

شکو دفتر واپس آیا تو ملاقاتیوں کے کمرے میں ائیکو بیٹھی تھی۔ ایک اور خاتون اس کے پاس کھڑی تھی۔

ائیکو بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے دعا سلام کے طور پر وہی باتیں دہرائیں جو موسم کے حوالے سے کی جاتی ہیں اور اپنی غفلت کا ذکر کیا۔

"اتنی دیر بعد آئی ہوں۔ دو مہینے۔"

ایسا معلوم ہوا کہ ائیکو ذرا سی موٹی ہو گئی ہے۔ چہرے پر میک اپ پہلے سے بھی زیادہ تھپا ہوا تھا۔ شکو کو یاد آیا کہ جب وہ ناچنے جایا کرتے تھے تو اس کی چھاتیاں اتنی چھوٹی لگتی تھیں جیسے مٹھی میں آ جائیں گی۔

"یہ مسز اکیدا ہیں۔ آپ کو یاد ہو گا میں نے ان کا ذکر کیا تھا۔" ائیکو کی آنکھیں تقریباً لجاجت کر رہی تھیں جیسے اس کے آنسو بہنے ہی والے ہوں۔ جب کوئی بہت ہی سنجیدہ موقع آتا تھا تو اس کی یہی حالت ہو جاتی تھی۔

"آپ کے مزاج کیسے ہیں۔" شکو خود کو آمادہ نہ کر سکا کہ، آداب کے مطابق، مسز اکیدا کا شکریہ ادا کرے جو شوئی چی کی خاطر مدارات کرتی رہی تھی۔

"میں مسز اکیدا کو کھینچ کر یہاں لے آئی۔ یہاں آنا نہیں چاہتی تھیں، یہی کہا تھا۔ کہہ رہی تھیں کہ آپ کے پاس آنے کی تک کوئی نہیں۔"

"اوہ؟ یہیں بیٹھ کر بات کر لیں یا آپ کہیں تو کہیں باہر چلے چلیں؟"

ائیکو نے دوسری عورت کی طرف اس طرح دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو کہ کیا کرنا ہے۔

"جو مجھ سے پوچھتے ہیں تو یہ جگہ بھی بہت مناسب ہے" اس نے بلا تامل کہا۔

شکو کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ اسے یہ تو یاد آ گیا کہ ائیکو نے کہا تھا کہ وہ اس عورت کو ملانے لائے گی جو شوئی چی کی داشتہ کے ساتھ رہتی تھی۔ شکو نے کوئی دلچسپی ظاہر نہ کی تھی۔

اسے یہ واقعی بہت عجیب معلوم ہوا کہ ملازمت چھوڑنے کے دو مہینے بعد ائیکو کو اپنی ذمے داری نبھانے کی سوجھی۔

کیا شوئی چی اور اس کی داشتہ آخرکار الگ ہونے پر راضی ہو گئے تھے؟ شکو منتظر تھا کہ ایکو یا مسز اکیدا کچھ کہے۔

"ایکو میری جان کھا گئی۔ اس لئے آنا پڑا۔ لیکن اس کا فائدہ کچھ نہ ہو گا۔" اس کا انداز مخاصمانہ تھا۔ "میں کینو سے کہتی رہی ہوں کہ اسے شوئی چی سے تعلق ختم کر لینا چاہئے۔ میں نے سوچا کہ یہاں آ کے شاید آپ سے کوئی مدد مل سکے۔"

"سمجھا۔"

"ایکو پر آپ کے احسانات ہیں اور اسے شوئی چی کی بیوی سے ہمدردی ہے۔"

"بہت نفیس خاتون ہیں" ایکو نے لقمہ دیا۔

"یہ بات ایکو کینو سے بھی کہہ چکی ہے۔ لیکن آج کل ایسی عورتیں ہیں کتنی جو محض اس وجہ سے تعلق قطع کرنے پر تیار ہو جائیں کہ کسی مرد کی بیوی بڑی اچھی ہے۔ کینو کہتی ہے کہ اگر اس سے کسی کا مرد لوٹانے کا تقاضا ہے تو ہونا یہ چاہئے کہ اسے بھی اپنا میاں واپس مل جائے۔ کینو کا آدمی جنگ میں مارا گیا تھا۔ کہتی ہے کہ بس اتنا کرو کہ اسے زندہ سلامت میرے پاس واپس پہنچا دو اور پھر میں حرف بہ حرف وہی کروں گی جو اس کی منشا ہو گی۔ وہ جتنی عورتوں سے چاہے یارانہ گانٹھے اور جتنی عورتوں کو چاہے داشتہ بنا کے رکھے۔ مجھ سے پوچھتی ہے کہ میری ہاں میں ہاں ملاتی ہو کہ نہیں؟ جس عورت کا شوہر جنگ میں کام آ چکا ہو وہ ہاں میں ہاں نہ ملائے تو کیا کرے؟ جنگ لڑنے انہیں کس نے بھیجا؟ ہم نے۔ اور اب کہ وہ مر کھپ گئے تو ہم کیا کریں؟ وہ کہتی ہے کہ جب شوئی چی میرے پاس آتا ہے تو اسے جان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ میں اسے صحیح سالم واپس کرتی ہوں۔"

شکو کے چہرے پر طنز بھری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"مجھے اس سے غرض نہیں کہ وہ کتنی اچھی گھر والی ہے۔ جنگی بیوہ تو نہیں۔"

"بات کرنے کا یہ انداز لٹھ مار قسم کا ہے۔"

"ہاں۔ جب اسے نشہ چڑھ جاتا ہے تو یہی کہتی ہے۔ وہ اور شوئی چی پیتے اس طرح ہیں کہ کتوں کووں کو بھی گھن آئے۔ کہتی ہے، جا کے بیوی سے بولو کہ اسے تو کسی کے لام سے گھر آنے کا انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ اسے جس کا انتظار رہتا ہے وہ گھر

آئے ہی آئے۔ شوئی چی گلا پھاڑ کے کہتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ بتا دوں گا۔ میں بھی بیوہ ہوں۔ کوئی جنگی بیوہ کسی پر مرنے لگے تو ہمیشہ ستیاناس ہو کر رہتا ہے نا؟"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"شوئی چی بھی۔۔۔ پینے کی کوئی تمیز ہی نہیں۔ کینو سے بڑی بدسلوکی کرتا ہے۔ اس سے کہنے لگا کہ گانا سناؤ۔ اسے گانے سے نفرت۔ میرے پاس اور چارہ ہی کیا تھا۔ اس کے بدلے گانا سنانے لگی۔ دھیمے سروں میں گاتی رہی۔ اسے غل غپاڑا مچانے سے باز رکھنے کی کوئی تدبیر نہ کرتی تو محلے میں ہماری ناک کٹ جاتی۔ خود مجھے اتنی ہتک محسوس ہوئی کہ گانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن میں حیران ہوں کہ کیا ان باتوں کا تعلق پینے پلانے سے ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کا تعلق جنگ سے ہو۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ شاید اس طرح کی عورتوں میں وہ پہلے بھی اٹھتا بیٹھتا رہا ہو۔ اسے آپے سے باہر دیکھ کر مجھے لگا جیسے میرا اپنا میاں نظر کے سامنے ہے، جیسا وہ جنگ کے دنوں میں تھا۔ میرا سر گھومنے لگا، سانس لینا مشکل ہو گیا اور ایسا محسوس ہوا جیسے میں ہی اس کی داشتہ ہوں۔ میں رو پڑی اور بعض گیت ایسے گائے جو بہت شائستہ نہیں تھے۔ میں نے کینو سے کہا کہ فرض تو یہی کرنا چاہتی ہوں کہ صرف میرا میاں ہی مزاج کا ایسا تھا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ شوئی چی بھی اسی قماش کا آدمی ہے۔ بعد میں جب شوئی چی مجھے گانا سنانے پر مجبور کرتا تو کینو بھی روتی میں بھی روتی۔"

شکو کا چہرہ مکدر ہو گیا۔ یہ گھناؤنا قصہ تھا۔

"اس معاملے کو جتنی جلد ممکن ہو ختم کر دیا جائے۔ سب سے بہتر یہی ہو گا۔"

"مجھے اتفاق ہے۔ شوئی چی کے جانے کے بعد ہر بار وہ یہی کہتی ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہا تو انجام مکمل تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر وہ یہی محسوس کرتی ہے تو پھر بے شک اسے شوئی چی سے الگ ہو جانا چاہئے۔ لیکن مجھے شبہ کچھ اور ہے۔ میرے خیال میں اسے ڈر یہ ہے کہ الگ ہوئی تو پھر سچ مچ تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ عورت کے لئے....."

"اسے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں" ائیکو بیچ میں بول پڑی۔

"میں سمجھتی ہوں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اس کے پاس ملازمت جو ہے۔ تم دیکھو

ہی چکی ہو کہ اس کا کام کیسا چل رہا ہے۔"

"ہاں۔"

"یہ مجھے اس نے بنا کے دیا ہے" مسز اکیدا نے اپنے سوٹ کی طرف اشارہ کیا۔ "میں سمجھتی ہوں کہ چیف کٹر کے بعد سب سے زیادہ اہمیت اسی کی ہے۔ اس کی بڑی قدر کرتے ہیں وہ لوگ۔ اس کی وجہ سے انہوں نے ائیکو کو کھڑے کھڑے ملازم رکھ لیا۔"

"تم بھی اسی دکان پر کام کر رہی ہو؟" شکو نے حیران ہو کر ائیکو کی طرف دیکھا۔

"ہاں" ائیکو نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کے چہرے پر خفیف سی سرخی پھیلی۔

ائیکو کو سمجھنا شکو کے لئے مشکل ہو گیا۔ پہلے تو اس نے شوئی چی کی داشتہ سے کہہ سن کر اسی دکان میں ملازمت حاصل کی اور اب اکیدا کی عورت کو ملانے لے آئی۔

"اور اس لئے میں نہیں سمجھتی کہ شوئی چی کو اس پر بہت رقم خرچ کرنی پڑتی ہے" مسز اکیدا نے کہا۔

"سوال رقم کا نہیں" شکو جھنجلا گیا لیکن اپنے جذبات کو قابو میں رکھا۔

"جب شوئی چی اس سے بدتمیزی سے پیش آتا ہے تو بعد میں ایک بات میں اکثر کینو سے کہتی ہوں۔" وہ ہاتھ باندھ کے گھٹنوں پر رکھے ہوئے' سر جھکائے بیٹھی تھی۔ "وہ بھی، میں کہتی ہوں، گھائل ہو کے گھر جاتا ہے۔ کسی گھائل سپاہی کی طرح گھر کا رخ کرتا ہے۔" اس نے سر اٹھا کر شکو کی طرف دیکھا۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ شوئی چی اور اس کی بیوی آپ سے الگ رہنے لگیں؟ مجھے اکثر خیال آتا ہے کہ اگر وہ اور اس کی بیوی کہیں الگ تھلگ رہیں تو وہ کینو کو چھوڑ دے گا۔ میں نے اس پر خاصا غور کیا ہے۔"

"ایسا ممکن تو ہے۔ میں خود بھی اس پر غور کروں گا۔"

شکو کی رائے میں وہ کچھ زیادہ ہی بڑھ بڑھ کے بول رہی تھی لیکن اس کے کہے سے اتفاق کرنا پڑا۔

4

شنکو کا اکیدا نامی عورت کے آگے اپنی کسی غرض کا ذکر کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا اور نہ وہ اس سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ کہنے کے لئے کچھ ہوتا تو بات بھی کرتا۔ بس اسے بولنے دیا اور بیٹھا سنتا رہا۔

عورت کو بھی یہ ملاقات بے مقصد معلوم ہوئی ہو گی۔ شنکو کو غرض مند تو کسی طور نظر نہیں آنا چاہئے تھا لیکن ضرورت اس بات کی تھی کہ اس سلسلے میں عورت سے کھل کر بات کی جاتی۔ اس کی یہ کامیابی کیا کم تھی کہ اتنا کچھ کہہ گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کینو کی طرف سے معذرت خواہ تو ہے ہی، کوئی فرض اس کے علاوہ بھی ادا کر رہی ہے۔

شنکو نے محسوس کیا کہ اسے ائیکو اور اکیدا دونوں کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

اس ملاقات نے شکوک و شبہات کو جنم نہیں دیا تھا۔

لیکن شاید اس وجہ سے کہ اس کی خودداری داؤ پر لگی رہی تھی شنکو کا مزاج برہم تھا اور ایک کاروباری ڈنر میں شرکت کے لئے جاتے ہوئے جب کسی گیشا نے اس کے کان میں کچھ کہا تو بگڑ کر جواب دیا۔

"کیا؟ میں بہرا ہوں، خدا کی مار۔ تمہاری بات نہیں سن سکتا۔"

اس نے گیشا کا کندھا دبوچ لیا۔ ہاتھ ہٹا تو فوراً لیا لیکن تکلیف کے مارے گیشا کے ماتھے پر بل پڑ گئے اور وہ کندھا سہلانے لگی۔

"ایک منٹ کے لئے ادھر آیئے۔" گیشا نے کہا جسے اس کے چہرے سے پتا چل گیا تھا کہ وہ جھنجھلایا ہوا ہے۔ اس نے اپنا کندھا شنکو کے کندھے سے بھڑا دیا اور اسے برآمدے میں لے گئی۔

کوئی گیارہ بجے وہ کاما کورا پہنچا۔ شوئی چی ابھی گھر نہیں آیا تھا۔

ناشتے کے کمرے کے ساتھ فوساکو کا کمرا تھا۔ فوساکو نے کہنی کے بل اٹھ کر شنکو کی طرف دیکھا۔ وہ چھوٹی کو دودھ پلا رہی تھی۔

"ساتوکو سو گئی؟"

"ابھی ابھی آنکھ لگی ہے۔ امی' پوچھ رہی تھی کہ ایک ہزار ین بڑے ہوتے ہیں یا ایک لاکھ ین؟ کون سی رقم بڑی ہے؟ اتنی ہنسی آئی کہ حد نہیں۔ میں نے کہا' نانا ابا آئیں گے تو ان سے پوچھنا۔ آپ کا انتظار کرتے کرتے ابھی سوئی ہے۔"

"اگر ہزار ین جنگ سے پہلے کے مراد ہیں اور لاکھ ین جنگ کے بعد کے تو سوال اچھا ہے" شگو ہنسا۔ "کیکو کو' بڑی عنایت ہو جو ایک گلاس پانی مل جائے۔"

"پانی؟ ایک گلاس پانی؟" کیکو کو اٹھ تو گئی لیکن اس کے لہجے سے عیاں تھا جیسے یہ کوئی عجیب استدعا ہو۔

"کنویں سے۔ وہ تمام کیمیاوی مجھے نہیں چاہئیں۔"

"جی۔"

"ساتو کو جنگ سے پہلے کہاں پیدا ہوئی تھی" فوساکو نے بستر میں لیٹے لیٹے کہا۔

"اس وقت تک تو میں بیاہی بھی نہیں گئی تھی۔"

"کیا اچھا ہوتا جو تمہاری شادی ہوئی ہی نہ ہوتی' نہ جنگ سے پہلے نہ جنگ کے بعد۔" یاسوکو نے کہا۔ کنویں سے پانی کھینچے جانے کی آواز ان تک پہنچی۔ "اب پمپ سے ویسی آواز نہیں آ رہی جیسے اسے پالا مار گیا ہو۔ جاڑوں میں کیکو کو جب منہ اندھیرے تمہاری چائے کے لئے پانی لانے جاتی ہے تو پمپ کی چرخ چوں سن کر گرم گرم بستر میں لیٹے ہونے کے باوجود میں کپکپانے لگتی ہوں۔"

"میں سوچ رہا ہوں ان سے کہوں کہ کہیں اور جا کر رہنے لگیں۔" شگو نے آہستہ سے کہا۔

"ہم سے الگ؟"

"تمہاری رائے میں یہ بہتر نہ ہو گا؟"

"شاید۔ اگر فوساکو نے آئندہ یہیں رہنا ہے۔"

"امی' اگر آپ لوگوں سے الگ رہنے کا مسئلہ ہے تو میں چلی جاتی ہوں" فوساکو نے بستر سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں کہیں اور چلی جاؤں گی۔ یہی کرنا چاہئے نا؟"

"اس بات کا تم سے کوئی تعلق نہیں" شگو نے ادھ جھلائے انداز میں کہا۔

"اس کا مجھ سے کچھ نہ کچھ تعلق ہے تو سہی۔ سچ پوچھئے تو کچھ زیادہ ہی ہے۔

جب ائی ہارا نے کہا کہ میں ایسی ہوں تو صرف اس وجہ سے کہ آپ لوگوں نے مجھے اپنی شفقت سے محروم رکھا تو مارے غصے کے میرا دم گھٹتے گھٹتے رہ گیا۔ زندگی میں اتنا دکھ مجھے کبھی نہیں پہنچا۔"

"ہوش میں آؤ ہوش میں۔ اب تیس سے اوپر کی ہو چکی ہو۔"

"میں اس لئے ہوش میں نہیں آ سکتی کہ میرا اپنا کوئی ٹھکانا نہیں جہاں میں ہوش میں آؤں۔"

فوساکو نے شب خوابی کے کمونو کو اپنی بھری چھاتیوں پر سمیٹا۔

شکو اچاٹ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ "آؤ، بڑی بی، چل کے لیٹ رہیں۔"

کیکوکو اس کے لئے گلاس میں پانی لائی۔ دوسرے ہاتھ میں بڑا سا پتا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" شکو نے ایک ہی گھونٹ میں گلاس خالی کرتے ہوئے پوچھا۔

"لوکاٹ کا پتا۔ نیا چاند ہے اور کنویں کے پاس کوئی سفید چیز پڑی تھی، دھندلی دھندلی۔ میں حیران ہوئی کہ جانے کیا ہے۔ دیکھا تو لوکاٹ کا نیا پتا۔ ابھی سے اتنا بڑا ہو گیا۔"

"بالکل سکول کی لڑکیوں جیسی حرکتیں ہیں تمہاری" فوساکو نے طنز بھرے لہجے میں کہا۔

رات کو آنے والی آواز

شکو کی آنکھ کھل گئی۔ ایسی آواز آئی تھی جیسے کوئی آدمی کراہ رہا ہو۔

ٹھیک طرح پتا نہ چلتا تھا کہ آواز کتے کی ہے یا آدمی کی۔ پہلے پہل یہ لگا جیسے کوئی کتا کراہ رہا ہو۔ تیرو ہو گی' جاں کنی کے عالم میں۔ کیا اسے کسی نے زہر دے دیا؟

شکو کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

اس نے ہاتھ سینے پر رکھ لیا۔ معلوم ہوتا تھا اسے کوئی دورہ پڑ گیا ہے۔

لیکن پوری طرح بیدار ہو کر وہ سمجھ گیا کہ کتا نہیں کوئی آدمی ہے۔ آدمی کا گلا گھونٹا جا رہا تھا۔ آواز بھاری ہو گئی تھی۔ شکو کو ٹھنڈا پسینہ آنے لگا۔ کسی پر حملہ کیا جا رہا تھا۔

"کیکو...و...و...ہ کیکو...و...و...ہ۔" بظاہر آواز کہتی معلوم ہوتی تھی۔ "بتاؤ تو' بتاؤ تو۔" آواز میں درد تھا' لفظ گلے میں اٹکتے ہوئے' صحیح طریقے سے ادا ہونے سے انکاری۔

"کیکو...و...و...ہ۔ کیکو...و...و...ہ۔"

جس آدمی کو ہلاک کیا جانے والا ہو کیا وہ اپنے قاتل سے پوچھنا چاہے گا کہ مجھے کیوں مار رہے ہو یا تم کیا چاہتے ہو؟

شکو نے کسی کے گرنے اور گیٹ سے ٹکرانے کی آواز سنی۔ وہ کندھے سکیڑ کر اٹھ بیٹھنے کی تیاری کرنے لگا۔

"کیکو...و...و...ہ۔ کیکو...و...و...ہ۔"

یہ تو شوئی چی کیکو کو پکار رہا تھا۔ آواز بگڑی ہوئی' لفظ کا دوسرا رکن ادا کرنے

سے قاصر- وہ بری طرح مدہوش تھا-

شکو نے نڈھال ہو کر سر دوبارہ تکیے پر رکھ لیا- اس کا دل اب بھی تیزی سے دھڑک رہا تھا- اس نے سینہ سہلایا اور نپے تلے وقفوں سے گہرے گہرے سانس لئے-

"کیکوکو...و...ہ- کیکوکو...و...و...ہ-"

لگتا تھا کہ شوئی چی گیٹ پر دستک نہیں دے رہا بلکہ گر کر گیٹ سے ٹکرا رہا ہے-

شکو نے سوچا کہ ذرا کی ذرا ستانے کے بعد اٹھ کر باہر جائے گا-

لیکن پھر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ ایسا کرنا شاید سب سے بہتر ثابت نہ ہو- شوئی چی کے آواز دینے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی ٹوٹے ہوئے دل کی محبت بھری اداس پکار ہے- ایسے آدمی کی آواز جس کے لئے کچھ بھی باقی نہ رہا ہو- جیسے تکلیف اور غم کے کسی لمحے میں کوئی بچہ کراہ کراہ کر ماں کو پکارے یا شدید خوف میں ڈوبی کوئی صدا- اور یوں لگتا تھا جیسے یہ آواز احساس جرم کی گہرائیوں سے ابھر رہی ہے- شوئی چی کیکوکو کو بلا رہا تھا' اپنا دل بڑی بے دردی سے چیر کر سامنے رکھتے ہوئے چاہتا تھا کہ کسی طرح کیکوکو کو اس پر پیار آ جائے- شاید' مدہوشی کی آڑ لے کر' یہ سمجھتے ہوئے کہ اسے سننے والا کوئی نہیں' وہ محبت کی بھیک مانگتی ہوئی آواز میں پکار رہا تھا- اور ایسا لگتا تھا جیسے کیکوکو کے سامنے سر جھکا رہا ہے-

"کیکوکو...و...ہ- کیکوکو...و...و...ہ-"

آواز میں جو اداسی تھی وہ شکو تک پہنچی-

کیا اس نے کبھی' ایک دفعہ بھی' اپنی بیوی کو اس قدر مایوس محبت بھری آواز میں پکارا ہو گا؟ شاید' لاشعوری طور پر' اس میں وہی مایوسی تھی جس سے آدمی پردیس کے کسی میدان جنگ میں ایک خاص لمحے میں دوچار ہوتا ہے-

وہ سنتا رہا' دل میں یہ خواہش لئے کہ کیکوکو جاگ جائے گی- ساتھ ہی اسے تھوڑی سی خفت ہوئی کہ اس کی بہو کو یہ آواز سننی پڑے گی جس سے اس قدر بیچارگی ٹپکتی تھی- اس نے سوچا کہ کیکوکو اگر تھوڑی دیر تک نہ اٹھی تو یاسوکو کو جگا دوں گا-

لیکن بہتر ہو گا کہ کیکو کو آپ اٹھ کے جائے۔

اس نے گرم پانی کی بوتل کو دھکیل کر پائنتی کی طرف کر دیا۔ کہیں دل کی دھڑکن اتنی تیز ہونے کی وجہ یہ تو نہیں تھی کہ بہار کا موسم آجانے کے باوجود وہ گرم پانی کی بوتل ساتھ رکھتا تھا؟

بوتل کیکو کی تحویل میں تھی۔ وہ کبھی کبھار اس سے بوتل لانے کو کہتا۔ وہ پانی کھولاتی تو پانی دیر تک گرم اور ڈھکن مضبوطی سے بند رہتا۔

شاید اس لئے کہ یاسوکو کے مزاج میں اڑیل پنا تھا یا شاید اس وجہ سے کہ وہ صحت مند تھی، اتنی عمر ہو جانے کے بعد بھی اسے گرم پانی سے بھری بوتل بری لگتی تھی۔ اس کے پاؤں گرم رہتے تھے۔ پچاس اور ساٹھ کے درمیانی برسوں میں بھی شنگو اپنی بیوی سے گرمائی حاصل کرتا رہا تھا لیکن اب وہ الگ الگ سوتے تھے۔

وہ کبھی کروٹ لے کر بھی اس کی گرم پانی کی بوتل کو مس نہ کرتی۔

"کیکو کو...و...و...ہ۔ کیکو کو...و...ہ۔" گیٹ کی طرف سے آواز پھر آئی۔

شنگو نے سرہانے کی روشنی جلائی۔ تقریباً ڈھائی بجے تھے۔

یوکوسوکا لائن پر چلنے والی آخری ٹرین ایک بجے سے پہلے کاماکورا پہنچتی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ شوئی چی سٹیشن کے پاس کسی شراب خانے میں بیٹھا رہا تھا۔

آواز کے لہجے سے شنگو کو خیال آیا کہ شوئی چی اور ٹوکیو والی کے تعلقات ختم ہونے میں دیر نہیں۔

کیکو باورچی خانے کے راستے باہر گئی۔

شنگو کے سر سے سارا بوجھ اتر گیا۔ اس نے روشنی بجھا دی۔

"اسے معاف کر دینا" وہ بڑبڑایا۔ روئے سخن کیکو کی طرف تھا۔

اس نے بظاہر شوئی چی کو سہارا دے رکھا تھا۔

"بھئی مجھے کیوں نوچے ڈال رہے ہو۔" یہ کیکو تھی۔ "بائیں ہاتھ سے میرے بال کھینچ رہے ہو۔"

"میں کھینچ رہا ہوں؟"

دونوں باورچی خانے میں گر گئے۔

"سنبھل کے، بس۔ میرے گھٹنوں پر رکھ لو۔ جب تم پئے ہوتے ہو تو تمہاری ٹانگیں سوج جاتی ہیں۔"

"ٹانگیں سوج جاتی ہیں؟ جھوٹ بکتی ہو۔"

کیکو کو بظاہر، اس کی ٹانگیں اپنے گھٹنوں پر رکھے، جرابیں اتار رہی تھی۔

اس نے شوئی چی کو معاف کر دیا تھا۔ شاید شکو کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ شاید شوئی چی کی بیوی کے طور پر اسے بعض اوقات اس بات میں مزہ آتا ہو کہ وہ معاف بھی کر سکتی ہے۔ اور شاید وہ شوئی چی کی آواز جی بھر کے سنتی رہی تھی۔

وہ اس کی ٹانگیں اپنے گھٹنوں پر رکھے جرابیں اتارتی رہی، اس شوہر کی جرابیں جو نشے میں دھت تھا اور کسی اور عورت کے پاس سے آ رہا تھا۔ شکو کو احساس ہوا کہ کیکو کو کی طبیعت میں کتنی نرمی ہے۔

شوئی چی کو بستر میں لٹا کر وہ پچھلا گیٹ اور باورچی خانے کا دروازہ مقفل کرنے چلی گئی۔

شوئی چی اتنے زور زور سے خراٹے لے رہا تھا کہ شکو تک کو سنائی دے رہے تھے۔

یہ تو شوئی چی کا حال تھا کہ بیوی نے لا کے بستر پہ لٹایا اور فوراً ہی نیند میں غین۔ اور وہ عورت، جس کا نام کینو تھا، کس حال میں ہو گی جسے ابھی تھوڑی دیر پہلے تک بیہودہ مدہوشی میں شوئی چی کا ساتھ نبھانا پڑا تھا؟ کیا شکو نے سنا نہیں تھا کہ شوئی چی پی کر دنگا کرنے لگتا تھا اور وہ رو رو پڑتی تھی؟

اور کیکو کو: وہ کینو کی وجہ سے بعض اوقات پیلی پیلی اور کشیدہ خاطر نظر آتی تھی لیکن ماس بڑھنے سے اس کے کولھے بھرے بھرے معلوم ہونے لگے تھے۔

2

خراٹے تو جلد رک گئے لیکن شکو کو بعد میں نیند نہ آ سکی۔

وہ حیران ہوا کہ یاسوکو کی خراٹے لینے کی عادت کہیں ان کے بیٹے کو تو منتقل

نہیں ہو گئی۔

غالباً بات یہ نہیں تھی۔ غالباً آج رات وہ اس لئے خراٹے لے رہا تھا کہ بہت زیادہ پی گیا تھا۔

لگتا تھا کہ ان دنوں یاسو کو خراٹے نہیں لے رہی۔ جب موسم ٹھنڈا ہوتا تو اسے اور بھی آرام سے نیند آتی۔

اگر رات کو شگو ٹھیک طرح سو نہ سکتا تو صبح سخت ناگوار گزرتی کیونکہ اس کی یادداشت، جو پہلے ہی اچھی نہ تھی' اور خراب ہو جاتی اور جذباتیت کے دورے پڑنے لگتے۔

شوئی چی کی آواز اسے جس طرح سنائی دی تھی تو شاید اس میں بھی جذباتیت کا دخل تھا۔ ممکن ہے آواز شراب خوری کی وجہ سے بھاری ہو گئی ہو' اور بس۔ کیا شوئی چی نے مدہوشی کی آڑ لے کر اپنی شکست خوردگی پر پردہ ڈالنا چاہا تھا؟

شگو کو یہ بھی لگا کہ اس بدمست آواز میں اگر محبت اور اداسی سنائی دی تھی تو محض اس لئے کہ وہ اپنے بیٹے سے توقع اسی طرح کے رویے کی رکھتا تھا۔

اس آواز کی وجہ سے شگو نے اپنی طرف سے شوئی چی کو معاف کر دیا تھا۔ اور اس نے سوچا کہ کیکوکو نے بھی اسے معاف کر دیا ہے۔ خونی رشتوں کی خودغرضی شگو پر غالب آگئی تھی۔

اس کا خیال تھا کہ وہ اپنی بہو کا بڑا خیال رکھتا ہے۔ اس کے باوجود محسوس یہ ہوتا تھا کہ بعض باتوں میں بیٹے کی طرف داری کرنے لگتا ہے۔

جو تصویر سامنے آئی تھی وہ بہت بدنما تھی۔ شوئی چی ٹوکیو والی کے گھر بہت زیادہ چڑھا گیا تھا اور گھر آ کے گیٹ پر گر پڑا تھا۔

اگر شگو گیٹ کھولنے جاتا تو غالباً شوئی چی کو غصے سے گھور کر دیکھتا اور شوئی چی کا نشہ ہرن ہو جاتا۔ کیکوکو کا جانا ہی بہتر رہا۔ اس طرح شوئی چی کیکوکو کے کندھے سے لٹک کر اندر آنے کے قابل ہوا تھا۔

جو کیکوکو زیادتی کا نشانہ بنی تھی وہی درگزر بھی کر رہی تھی۔

کیکوکو کو' جو اب بیس پچیس برس کی تھی' شگو اور یاسو کو کی عمر تک پہنچتے پہنچتے

اور میاں کے ساتھ رہتے رہتے، شوئی چی کو کتنی بار معاف کرنا پڑے گا؟ کیا اس کی عفو پروری کی کوئی حد ہی نہ ہو گی؟

شادی کیا ہے، کوئی پر خطر دلدل جو میاں بیوی کی غلط کاریوں کو ہمیشہ نگلتی چلی جائے۔ شوئی چی سے کینو کی محبت، کیکو کو سے شکو کی محبت—— کیا وہ اپنا کوئی نشان چھوڑے بغیر اس دھسان میں ناپید ہو جائیں گی جو شوئی چی اور کیکو کو کی شادی کے روپ میں سامنے آیا ہے؟

شکو کو یہ بات بالکل مناسب معلوم ہوتی تھی کہ جنگ کے بعد بننے والے عائلی قوانین میں بنیادی اکائی خاوند اور زوجہ کو تصور کیا گیا تھا، والدین اور اولاد کو نہیں۔

"دوسرے الفاظ میں، میاں بیوی کی دلدل" اس نے بڑبڑا کر خود سے کہا۔ "انہیں اپنا الگ گھر بسانا پڑے گا۔"

عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے اسے یہ عادت پڑ گئی تھی کہ جو ذہن میں آتا اسے بڑبڑاتا رہتا۔

"میاں بیوی کی دلدل" کی ترکیب سے صرف یہ مراد تھا کہ میاں بیوی اکیلے رہیں تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، ایک دوسرے کی بداعمالیوں کو برداشت کرتے کرتے، اپنی دلدل کو گہرا کرتے جاتے ہیں۔

اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ شوہر کی بداعمالیوں کے مقابلے میں ڈٹے رہنے کی صورت میں بیوی کے لئے خود آگہی کی منزل آ جاتی تھی۔

شکو نے اپنی ایک بھوں کو سہلایا جس میں کھجلی ہو رہی تھی۔

بہار کے دن قریب تھے۔

جاڑوں کے برعکس رات کو آنکھ کھل جانے سے شکو کو اب ناگواری محسوس نہ ہوتی تھی۔

شوئی چی کی آواز سن کر جاگنے سے پہلے وہ ایک خواب دیکھتے دیکھتے جاگا تھا۔ اس وقت خواب اسے اچھی طرح یاد تھا لیکن جب دوسری دفعہ آنکھ کھلی تو تقریباً بھول چکا تھا۔

شاید دل کے دھک دھک کرنے سے خواب ذہن سے محو ہو گیا۔

اسے بس اتنا یاد رہا کہ چودہ پندرہ سال کی ایک لڑکی نے اپنا حمل اسقاط کرایا تھا اور یہ الفاظ : "بعد ازاں اسے ہمیشہ کے لئے مقدس زادی کی حیثیت حاصل ہو گئی۔"

وہ کوئی ناول پڑھتا رہا تھا۔ یہ ناول کے اختتامی الفاظ تھے۔

اس نے ناول کو لفظوں کی صورت میں پڑھا اور پلاٹ کو اس طرح دیکھا تھا جیسے وہ کوئی فلم یا ڈراما ہو۔ وہ آپ اس فلم یا ڈرامے میں نہ آیا تھا۔ اس کی تمام تر حیثیت دیکھنے والے کی تھی۔

اس لڑکی کی ذات' جس نے چودہ پندرہ سال کی عمر میں اپنا حمل ضائع کرایا تھا اور ساتھ ہی مقدس زادی بھی تھی' اپنے میں ندرت کا کوئی پہلو رکھتی تھی۔ لیکن کہانی بڑی لمبی چوڑی تھی۔ شگو کے خواب نے کسی لڑکے لڑکی کی پاکیزہ محبت کے بارے میں کوئی شاہکار پڑھا تھا۔ مطالعہ ختم ہونے پر جب آنکھ کھلی تو پڑھتے وقت بیدار ہونے والے احساسات جوں کے توں موجود تھے۔

بات کیا یہ تھی کہ لڑکی کو معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ حاملہ ہے اور جو ہوا اسے اسقاط حمل کے قبیل کا کوئی معاملہ خیال نہ کرتی تھی اور اس لڑکے کی آرزو کرتی رہی جس سے جدا کر دی گئی تھی؟ لیکن خواب میں پلاٹ میں اس طرح کی ہیر پھیر غیر فطری بھی ہوتی اور ناپاک بھی۔

بھولے ہوئے خواب کے اجزاء کو جوڑ کر دوبارہ مکمل نہیں کیا جا سکتا۔ اور ناول پڑھتے ہوئے اس نے جو محسوس کیا وہ بھی خواب کا حصہ تھا۔

لڑکی کا ضرور کوئی نام بھی ہو گا اور اس نے لڑکی کی شکل صورت بھی ضرور دیکھی ہو گی لیکن صرف اس کی قدوقامت' بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہو گا کہ اس کا چھٹاپا' مبہم طور پر یاد رہا۔ لڑکی نے بظاہر جاپانی لباس زیب تن کر رکھا تھا۔

اس نے خود سے پوچھا کہ یہ رویا کہیں یاسوکو کی حسین بہن کا تو نہیں تھا لیکن فیصلہ کیا کہ ایسی کوئی بات نہیں۔

پچھلی رات کے اخبار میں ایک مضمون چھپا تھا۔ وہی خواب کا ماخذ تھا۔

"لڑکی نے جڑواں بچوں کو جنم دیا۔ آوموری میں موسم بہار کی گم کردہ راہ بیداری۔"

اس بڑی سرخی کے نیچے یہ مضمون تھا۔ "خوش تولید کے قانون کے تحت آؤ موری ضلع میں قانونی اسقاط کے لئے جس عوامی صحت سروس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے اس کے ایک جائزے کے مطابق پانچ لڑکیاں' جن کی عمر پندرہ سال ہے' تین لڑکیاں' جن کی عمر چودہ سال ہے اور ایک تیرہ سال کی لڑکی اپنے حمل اسقاط کرا چکی ہیں۔ ہائی سکول کی عمر والی یعنی سولہ سے اٹھارہ سال کی لڑکیوں میں اسقاط حمل کے چار سو کیس سامنے آئے ہیں اور ان میں سے بیس فیصد ہائی سکول کی طالبات ہیں۔ مڈل سکول کی طالبات میں سے ہیروساکی میں ایک' آؤ موری میں ایک اور جنوبی تسوگارو ضلع میں چار اور شمالی تسوگارو ضلع میں ایک حاملہ ہوئی۔ اگرچہ لڑکیوں نے اختصاصی مہارت رکھنے والے معالجوں سے رجوع کیا لیکن جنسی معلومات سے بے بہرہ ہونے کے سبب یہ ہولناک نتائج سامنے آئے کہ صفر اعشاریہ دو فی صد کیسوں میں موت واقع ہو گئی اور ڈھائی فیصد لڑکیاں شدید بیمار پڑ گئیں۔ جب یہ سوچا جائے کہ دوسری لڑکیاں عطائیوں کے ہاتھوں' چوری چھپے' موت کے گھاٹ اتر جاتی ہیں تو نو عمر ملاوں کی طرف سے سخت تشویش لاحق ہونے لگتی ہے۔"

چار اصلی کیس گنائے گئے تھے۔ شمالی تسوگارو ضلع میں' پچھلے سال فروری میں' مڈل سکول کے دوسرے سال کی چودہ سالہ طالبہ کو یکایک درد زہ شروع ہو گیا اور اس نے جڑواں بچوں کو جنم دیا۔ ماں اور بچے صحت مند تھے اور لڑکی' جو اب تیسرے سال میں ہے' دوبارہ سکول جانے لگی۔ اس کے حاملہ ہونے کا والدین کو پتا ہی نہیں چلا تھا۔

آؤ موری میں ہائی سکول کی ایک طالبہ' جس نے اپنے ایک ہم جماعت سے شادی کا وعدہ کیا تھا' پچھلی گرمیوں میں حاملہ ہو گئی۔ دونوں کے والدین نے اس بنا پر کہ دونوں ابھی سکول میں پڑھ رہے ہیں اسقاط حمل کا فیصلہ کیا۔ لیکن لڑکے نے کہا۔ "ہم کوئی دل لگی نہیں کر رہے تھے۔ جلد ہی شادی کر لیں گے۔"

مضمون پڑھ کر شگو کو صدمہ پہنچا تھا اور یہی وجہ تھی کہ جب وہ سویا تو اسقاط حمل کا خواب دکھائی دیا۔

لیکن خواب میں لڑکے لڑکی میں کوئی پہلو بھونڈے پن کا نظر نہ آیا تھا۔ ایک

پاکیزہ محبت کی کہانی سننے کو ملی تھی اور لڑکی "مقدس زادی" بن گئی تھی۔ سونے سے پہلے شگو نے اس معاملے کو ایسی کسی نظر سے نہ دیکھا تھا۔

اسے پہنچنے والا صدمہ کسی خوبصورت شے میں تبدیل ہو گیا۔ ایسی کایا پلٹ ہوئی تو آخر کیوں ہوئی؟

شاید خواب میں اس نے لڑکی کو' اور اپنے آپ کو بھی' بچا لیا تھا۔

جو بھی ہو' خواب میں سے بھلائی ابھر کے سامنے آئی تھی۔

شگو نے اپنے حال پر غور کیا اور حیران ہوا کہ اس کے اندر بھلائی صرف خوابوں میں بیدار ہوتی ہے۔

اور وہ تھوڑا جذباتی ہو گیا۔ کیا جوانی کی ایک ہی جھپکی اسے بڑھاپے میں پاکیزہ محبت کا خواب دکھا گئی تھی؟

جذباتیت خواب کے بعد بھی باقی رہی تھی۔ اور شاید یہ جذباتیت ہی تھی جس کی وجہ سے اس نے شوئی چی کی آواز کا' جو زور زور سے کراہنے سے مشابہ تھی' نیک دلی سے خیر مقدم کیا اور سمجھا کہ اس میں محبت اور اداسی سموئی ہوئی ہے۔

3

شگو ابھی بستر میں لیٹا تھا۔ اس نے سنا کہ کیکو کو شوئی چی کو جگا رہی ہے۔

ان دنوں وہ سویرے سویرے اٹھ جاتا تھا۔ یاسو کو نے' جو دیر تک سونے کی عادی تھی' اسے جھاڑا تھا۔ "ایسے بوڑھے جو الٹی پلٹی حرکتیں کر کے اپنی ہنسی اڑواتے ہیں اور منہ اندھیرے اٹھ بیٹھتے ہیں وہ کسی کو اچھے نہیں لگتے۔"

شگو کو بھی نامناسب معلوم ہوا کہ کیکو کو تو ابھی اٹھی نہ ہو اور وہ اٹھ کھڑا ہو۔ اس لئے سوچا کہ دبے پاؤں اگلے دروازے تک جا کر اخبار اٹھا لائے اور بستر میں لیٹ کر پڑھتا رہے۔

لگتا تھا کہ شوئی چی نہانے دھونے چلا گیا ہے۔

الٹی کرنے کی آواز آئی۔ دانتوں کو برش کرتے ہوئے اسے بظاہر ابکائیاں آنے لگی تھیں۔

کیکو کو دوڑی باورچی خانے میں گئی۔

شکو اٹھ کھڑا ہوا۔ برآمدے میں اسے کیکو کو مل گئی جو باورچی خانے سے آ رہی تھی۔

"ابا جان!"

وہ ٹھنک گئی ورنہ ٹکرانے میں کسر نہ رہی تھی۔ اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ ہاتھ میں جو پیالی تھی اس میں سے کوئی چیز چھلکی۔ ٹھنڈی سا کے معلوم ہوتی تھی جس سے شوئی چی کے خمار کا تدارک مقصود تھا۔

شکو کو وہ بہت خوبصورت لگی۔ رنگ و روغن سے بے نیاز' ذرا ذرا پیلے چہرے پر شرم کی لالی' ابھی تک نندا سی آنکھوں میں شرماہٹ' بن رنگے سادہ ہونٹوں کے درمیان حسین دانتوں کی جھلک' ہونٹوں پر جھینپی جھینپی سی مسکراہٹ کھیلتی ہوئی۔

کیا یہ بچوں جیسا بھول پن اب تک اس میں باقی ہے؟ شکو کو اپنا خواب یاد آ گیا۔

اخبار کے مضمون میں چھوٹی عمر کی لڑکیوں کے حاملہ ہونے کا ذکر تھا۔ لیکن اس عمر کی لڑکیوں کے بیاہے جانے یا ماں بننے میں ایسی کون سی ان ہونی بات تھی۔ پرانے وقتوں میں تو یہی معمول تھا۔

اور شکو خود بھی یاسوکو کی بہن پر بہت مائل اس وقت ہوا تھا جب اس کی عمر انہیں لڑکوں جتنی تھی۔

یہ دیکھ کر کہ شکو ناشتے کے کمرے میں آ گیا ہے کیکو کو نے قدرے عجلت سے جھلملیاں کھول دیں۔

موسم بہار کی دھوپ کمرے میں بھر گئی۔

ایسا لگا کہ یہ چمک دمک دیکھ کر کیکو کو چونک اٹھی ہے۔ شکو پیچھے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر سر تک لے گئی اور بالوں کو' جو بکھرے ہوئے تھے کہ ابھی سو کے اٹھی تھی' کھینچ کر ٹھیک کرنے لگی۔

بارگاہ کے احاطے میں کھڑے گنگکو کے بڑے پیڑ پر نئی کونپلیں آنی شروع نہ ہوئی تھیں لیکن نہ جانے کیوں صبح کی روشنی میں اور سانس بن کر نتھنوں میں آتی صبح

کی ہوا میں شگوفوں کی خوشبو سے ملتی جلتی کوئی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔
کیکو کو جلدی جلدی اپنا حلیہ درست کر کے شگو کے لئے گیوکورو بنا لائی۔
"یہ لیجئے' ابا جان۔ آج صبح تو مجھ پر بڑی سستی چڑھی ہوئی ہے۔"
یہ روز کا معمول تھا۔ صبح اٹھتے ہی شگو کھولتے پانی میں گیوکورو بنا کے پیتا۔ پانی جتنا زیادہ گرم ہوتا چائے دم کرنے میں اتنی ہی زیادہ مشکل پیش آتی۔ گیوکورو سب سے اچھی طرح کیکو کو بناتی۔
شگو بیٹھا سوچتا رہا کہ گیوکورو اگر کوئی بن بیاہی لڑکی دم کرے تو شاید اس کے ہاتھ کی بنی چائے اور بھی بہتر ثابت ہو۔
"تمہیں بہت کام کرنا پڑ رہا ہے" شگو نے خوش دلی سے کہا۔ "شرابی کے لئے ساکے' سترے بہترے کے لئے گیوکورو۔"
"آپ کو پتا چل گیا تھا؟"
"اس نے مجھے جگا دیا۔ پہلے میں سمجھا کہ تیرو ہے۔"
"آپ یہ سمجھے؟" کیکو کو سر جھکائے بیٹھی رہی جیسے اسے کیل دیا گیا ہو۔
"میری آنکھ تم سے پہلے کھل گئی تھی' کیکو کو۔" فوساکو نے ساتھ والے کمرے سے کہا۔ "بہت ہی برا لگا۔ مجھے پتا چل گیا تھا کہ شوئی چی ہے کیوں کہ تیرو ذرا خاموش طبیعت کی ہے۔"
فوساکو چھوٹی کو دودھ پلاتی ہوئی' نائٹ گون پہنے پہنے ہی' ناشتے کے کمرے میں چلی آئی۔ اس کے خدوخال بگڑے بگڑے نظر آ رہے تھے مگر چھاتیاں گوری اور کمال بھری بھری تھیں۔
"کیا واہیات حال بنا رکھا ہے" شگو نے کہا۔ "کچھ پہن تو لو۔"
"ائی ہارا کا حال بھی واہیات ہے۔ اس لئے میرا حال بھی واہیات کیوں نہ ہو۔ جب کسی ایسے مرد کے پلے باندھ دیا جائے جس کا حال واہیات ہو تو کوئی اور کرے بھی کیا۔" فوساکو نے کونیکو کو دائیں چھاتی سے ہٹا کر بائیں چھاتی کی طرف منتقل کیا۔ "اگر یہ حال دیکھنا آپ کو منظور نہیں تھا تو کیا ہی اچھا ہوتا جو مجھے بیاہ کے چلتا کرنے سے پہلے کچھ چھان پھٹک کر لیتے۔"

"مردوں عورتوں میں فرق ہوتا ہے۔"

"کوئی فرق نہیں ہوتا۔ شوئی چی کو دیکھ لیں۔"

وہ منہ ہاتھ دھونے کے سٹینڈ کی طرف چل دی۔

کیکو کو نے کونیکو کو لینے کے لئے ہاتھ پھیلائے۔ فوساکو نے بچی کو اس قدر زور سے کیکو کو کے ہاتھوں میں پٹخا کہ وہ رونے لگی۔

فوساکو کوئی پروا کئے بغیر چلی گئی۔

یاسوکو نے، جو منہ دھو کر آ گئی تھی، بچی کو لے لیا۔ "تمہارے خیال میں بچی کے باپ کا ارادہ کیا ہے؟ فوساکو پچھلے سال کے آخری دن گھر آئی تھی۔ دو مہینے سے اوپر ہو گئے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ فوساکو نے واہیات حال بنا رکھا ہے لیکن میرے خیال میں جو سب سے اہم معاملہ درپیش ہے اس کی حد تک والد صاحب کہیں زیادہ واہیات ثابت ہوئے ہیں۔ تم نے نئے سال کی رات کو کہا تھا کہ تعلق بالکل ختم ہو گیا تو اچھا ہوا اور اس کے بعد سے تم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہو۔ اور ائی ہارا نے بھی کچھ نہیں لکھا۔" بات کرتے ہوئے اس کی نظر گود کی بچی پر جمی ہوئی تھی۔ "وہ جو تمہارے دفتر میں تانی زاکی نام کی لڑکی تھی، شوئی چی اسے آدھی بیوہ کہتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ فوساکو نیم مطلقہ ہے۔"

"آدھی بیوہ کا کیا مطلب؟"

"اس کی شادی نہیں ہوئی لیکن جس آدمی سے محبت تھی وہ جنگ میں مارا گیا۔"

"لیکن تانی زاکی تو اس وقت ذرا سی لڑکی ہو گی۔"

"پرانے حساب کی رو سے سولہ سترہ سال کی تھی۔ اتنی عمر کی تو ہو گی کہ اپنے مرد کو بھلا نہ سکی۔"

شنگو نے سوچا کہ یاسوکو کے منہ سے یہ بات "اپنے مرد کو بھلا نہ سکی" عجیب لگتی ہے۔

شوئی چی ناشتہ کئے بغیر نکل گیا۔ اسے دیر ہو گئی تھی اور غالباً طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی۔

شنگو صبح کی ڈاک آنے تک وقت ٹلاتا رہا۔ کیکو کو جو خط لے کر آئی ان میں

سے ایک اس کے اپنے نام تھا۔

شگو نے خط اس کے حوالے کر دیا۔

ڈاک لاتے ہوئے اس نے بظاہر خطوں پر نظر تک نہ ڈالی تھی۔ اسے شاذ ہی کوئی خط لکھتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اسے یہ توقع بھی نہ تھی کہ اس کے نام بھی کوئی خط آئے گا۔

اس نے خط ناشتے کے کمرے میں بیٹھے بیٹھے پڑھ ڈالا۔

"میری سہیلی کا خط ہے۔ اس کا حمل ضائع ہو گیا۔ تب سے بیمار چلی آ رہی ہے۔ ہونگو میں یونیورسٹی ہسپتال میں ہے۔"

"اوہ" شگو نے عینک اتار کر نگاہیں کیکوکو کے چہرے پر جما دیں۔ "کیا وہ کسی بے لائسنسی بوڑھی دائی کے ہتھے چڑھ گئی تھی؟ بہت خطرناک۔"

کل رات اخبار میں وہ مضمون پڑھا اور آج کیکوکو کے نام یہ خط آ گیا—اس اتفاق سے شگو پر بڑا اثر ہوا۔ اور اس نے اسقاط حمل کے بارے میں خواب بھی دیکھا تھا۔

اس کے جی میں لہر آئی کہ اپنا خواب کیکوکو کو سنا دے۔

لیکن اس سے بولا نہ گیا اور کیکوکو کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے محسوس کیا کہ کوئی ایسی چیز اسے چھو کر گزری ہے جس میں نوجوانی کی کیفیت تھی اور جب ایک اور خیال کسی کوندے کی طرح اس کے ذہن میں لپکا تو وہ چونک اٹھا۔ خیال یہ تھا کہ کیکوکو حاملہ ہے اور حمل ضائع کرانے کا سوچ رہی ہے۔

4

جب ٹرین شمالی کاماکورا وادی میں سے گزری تو کیکوکو نے حیرانی بھرے لہجے میں کہا۔ "دیکھئے، آلوچوں پر کیسی بہار آئی ہوئی ہے۔"

شمالی کاماکورا میں ٹرین کی کھڑکیوں کے بہت قریب آلوچوں کے درخت بڑی تعداد میں لگے ہوئے تھے۔ شگو روز انہیں دیکھتا تھا لیکن ان پر کبھی کوئی خاص توجہ نہ دی تھی۔

سفید پھولوں کا عنفوان گزر چکا تھا۔ گرم دھوپ میں وہ میلے میلے نظر آ رہے تھے۔

"لیکن پھول تو ہمارے آلوچوں پر بھی آئے ہوئے ہیں" شنگو نے کہا۔ بہرحال، گھر کے باغ میں کل دو تین درخت تھے اور شاید آلوچوں کے درختوں کو اس طرح حقیقی معنی میں جلوہ آرا کیکو کو نے پہلی بار دیکھا تھا۔

اس کے نام خط بہت ہی کم آتے تھے اور وہ گھر سے نکلتی بھی بہت ہی کم تھی۔ کبھی ہوا تو خریداری کرنے کاما کورا چلی گئی۔

یونیورسٹی ہسپتال میں بیمار سہیلی کی عیادت کے ارادے سے وہ گھر سے شنگو کے ساتھ روانہ ہوئی۔

شوئی چی کی داشتہ کا مکان یونیورسٹی کے نزدیک تھا۔ یہ سوچ کر شنگو کو گھبراہٹ لاحق ہو گئی۔

سفر کے دوران اس نے کیکو کو سے پوچھنا چاہا کہ کیا وہ حاملہ ہے۔

یہ کوئی ٹیڑھا سوال نہیں تھا اور اس کے باوجود عین ممکن معلوم ہو رہا تھا کہ شنگو یہ موقع ہاتھ سے نکل جانے دے گا۔

یاسوکو سے اس کے جسمانی وظائف کے بارے میں پوچھ گچھ کرنا چھوڑے اسے کتنے سال گزر چکے تھے؟ سن یاس کو پہنچنے کے بعد خود یاسوکو نے بھی اس بارے میں کچھ نہ کہا تھا۔ کیا یہ مسئلہ جسمانی دم خم کا نہیں بلکہ صحت کے انحطاط کا تھا؟

ایک ایسا معاملہ جس کے بارے میں یاسوکو نے بات کرنی چھوڑ دی تھی شنگو بھول بھال چکا تھا۔

جب اس نے کیکو کو سے سوال کرنے کا سوچا تو یاسوکو کا خیال آیا۔

اگر یاسوکو کے علم میں ہوتا کہ کیکو کو حمل اور پیدائش سے متعلق وارڈ میں جا رہی ہے تو شاید مشورہ دیتی کہ خود کو بھی دکھاتی آئے۔

یاسوکو کبھی کبھی کیکو کو سے بچوں کا ذکر کرتی تھی۔ شنگو کو معلوم تھا کہ اس موضوع سے کیکو کو بداندیشی کی بو آتی ہے۔

کیکو کو نے بلاشبہ شوئی چی کو کچھ نہ کچھ بتایا ہو گا۔ مدتوں پہلے شنگو نے والہانہ

پسندیدگی کے ساتھ کسی دوست کی زبانی یہ نظریہ سنا تھا کہ عورت کی نظر میں وہی مرد سب کچھ ہے جس کے سامنے وہ یہ راز ظاہر کر دے۔ اگر کسی اور مرد سے تعلق ہو تو وہ اپنی حالت کا راز اپنے تک رکھتی ہے۔

یہ راز کوئی بیٹی باپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتی۔

ایسا لگتا تھا کہ شگو کیکو کو سے شوئی چی کی عورت کا ذکر کرنے سے کترا رہا ہے اور کیکو کو بھی شگو سے یہ بات کرنے سے بچنا چاہتی ہے۔

اگر وہ حاملہ تھی تو حاملہ ہونے میں شاید اس پختگی کا دخل ہو جو شوئی چی کی عورت کی وجہ سے اس میں پیدا ہو گئی تھی۔ یہ خیال تھا تو کراہت آمیز لیکن انسان ہونے کے ناتے ایسے خیالوں سے مفر کہاں۔ اور اسے لگتا تھا کہ کیکو کو سے بچوں کا ذکر کرنے میں کوئی بے دردی چھپی ہوئی تھی۔

"امی نے آپ کو بتایا کہ امامیا دادا کل ہماری طرف آئے تھے؟"

"نہیں۔"

"کہنے آئے تھے کہ انہیں ٹوکیو والے گھر میں جگہ دی جا رہی ہے اور دو بڑے بڑے تھیلے بسکٹوں کے لائے اور ہم سے کہا کہ تیرو کا خیال رکھنا۔"

"بسکٹ تیرو کے لئے ہیں؟"

"امی کا تو یہی خیال ہے۔ یا شاید ایک تھیلا ہمارے واسطے ہو۔ امامیا دادا بہت خوش تھے۔ بتا رہے تھے کہ چھوٹے امامیا صاحب کا کاروبار بڑا کامیاب ہے اور انہوں نے مکان کو بڑا کر لیا ہے۔"

"یہی ہوتا آیا ہے۔ جو بھی اچھا کاروباری ہے اپنا مکان فوراً بیچ باچ نئے سرے سے بنیادیں کھودنی شروع کر دیتا ہے اور ہمیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ نیا مکان کب بنا اور کب سے اس کی توسیع کا آغاز ہوا۔ مجھ جیسے لوگوں کے لئے دس سال یوں گزر جاتے ہیں جیسے ایک دن۔ یہاں تک کہ آخر میں ٹرین کا یہ سفر بھی یوں لگتا ہے جیسے بہت بڑا وبال جان ہو۔ ابھی کل پرسوں کی بات ہے ہم، سب کے سب بوڑھے، ڈنر پر اکٹھے ہوئے۔ کمال ہے کہ کس طرح سال بہ سال انہیں پرانی باتوں کو دہراتے رہتے ہیں۔ جب تھک جاتے ہیں، اکتا جاتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ وہ ہمیں لینے کب آئیں

گے۔"

لگتا نہیں تھا کہ آخری جملہ کیکو کو کے ٹھیک طرح پلے پڑا ہو۔

"کسی نے کہا کہ جب ہم منصف کے حضور میں پیش ہوں تو ہمیں اسے بتانا چاہئے کہ فالتو پرزوں سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہو سکتا۔ ہم یہی کچھ تو ہیں' زندگی کے فالتو پرزے۔ اور جتنی دیر ہم زندہ رہیں کیا زندگی کو ہمارے ساتھ کم از کم رحم کا برتاؤ نہیں کرنا چاہئے؟"

"لیکن...."

"یہی سچ ہے۔ کوئی آدمی ہو' اس کا کسی عہد سے تعلق ہو' میں نہیں مانتا کہ وہ یہ کہہ سکے گا کہ واقعی زندگی سے ہر طرح فیض اٹھا چکا ہے۔ اس آدمی کا خیال دل میں لاؤ جو ریستوراں میں تمہارے جوتوں کا خیال رکھنے پر مامور ہے۔ دن رات اس کے ذمے یہی کام ہے کہ جوتے اٹھا کے رکھ لئے' اٹھا کے واپس کر دئے۔ ہم بوڑھوں میں سے کسی نے ایجاد بندہ قسم کا نظریہ پیش کیا___ وہ یہ کہ اس قسم کا فالتو پرزہ درحقیقت کہیں زیادہ آسانی سے گزارہ کر لیتا ہے۔ لیکن ویٹرس نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ کہنے لگی کہ جوتوں کی دیکھ بھال پر مامور بوڑھے کی زندگی بڑی کٹھن ہے۔ کام کرنے کے لئے ذرا سا کھڈا ملا ہوتا ہے جہاں الماری جیسے خانوں میں ہر طرف جوتے ہی جوتے۔ وہاں بیٹھا کوئلوں کی آگ پر جھکا جھکا جوتے چمکاتا رہتا ہے۔ دروازے میں جس جگہ بیٹھتا ہے وہ جاڑوں میں ٹھنڈی رہتی ہے' گرمیوں میں تپنے لگتی ہے۔ تم نے کبھی غور کیا کہ خود ہماری بڑی بی کو لاوارث بوڑھے بوڑھیوں کے لئے بنے ہوئے دارالامانوں کا ذکر کرنے کا کتنا شوق ہے؟"

"امی کو؟ لیکن امی اس معاملے کو سنجیدگی سے کب لیتی ہیں۔ اسی طرح کی بات ہے جیسے نوجوان لوگ کہتے رہتے ہیں کہ کاش انہیں موت آ جائے۔"

"میں سمجھتا ہوں تم نے سچ کہا۔ میری بیوی نے فرض کر رکھا ہے کہ وہ میرے بہت بعد مرے گی۔ لیکن تم کن نوجوانوں کا ذکر کر رہی ہو؟"

"نوجوانوں...." کیکو کو ہچکچائی۔ "میری سہیلی کے خط میں۔"

"وہی جو صبح آیا تھا؟"

"ہاں۔ وہ شادی شدہ نہیں ہے۔"

"اوہو!"

وہ چپ ہو گیا۔ کیکو کو بات جاری نہ رکھ سکی۔

یہ بات اس وقت ہوئی جب ٹرین توت سوکا سے چلی۔ اگلا سٹاپ، ہودو گایا، کچھ فاصلے پر تھا۔

"کیکو کو۔ میں سوچتا رہا ہوں۔ کیا تمہیں اور شوئی چی کو اچھا نہیں لگے گا جو ہم سے الگ رہنے لگو؟"

کیکو کو اس کی طرف دیکھنے لگی۔ منتظر تھی کہ وہ کچھ اور بھی کہے۔ پھر جب بولی تو آواز التجا کا رنگ لئے ہوئے تھی۔ "کیوں، اباجان؟ اس لئے کہ فوساکو گھر آ گئی ہے؟"

"اس بات کا فوساکو سے کوئی تعلق نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ کسی نیم مطلقہ کے ہمارے ہاں رہنے سے تمہیں دقت کا سامنا ہے۔ لیکن اس نے ائی ہارا کو اگر طلاق دے بھی دی تو بھی شاید زیادہ دیر ہمارے پاس نہ رہے۔ نہیں، اس بات کا فوساکو سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا تعلق تم دونوں سے ہے۔ تمہارے خیال میں کیا یہ بہتر نہ رہے گا؟"

"نہیں۔ آپ میرا خیال رکھتے ہیں اور میں تو یہی چاہوں گی کہ آپ کے پاس رہوں۔ میرے خیال میں آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ آپ سے دور جا کر میں کتنی اکیلی رہ جاؤں گی۔"

"تمہاری بڑی عنایت ہے۔"

"ارے نہیں۔ میں تو آپ کی بھلمنساہٹ سے فائدہ اٹھا رہی ہوں۔ میں بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھی، گھر بھر کی لاڈلی۔ گھر میں ابو سب سے زیادہ پیار ہمیشہ مجھ سے کرتے تھے اور مجھے آپ کے پاس رہنا اچھا لگتا ہے۔"

"میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم اپنے ابو کی لاڈلی کیوں تھیں اور تمہارا ہمارے پاس رہنا ہمیں بھی اچھا لگتا ہے۔ تم گھر سے چلی جاؤ گی تو مجھے کوئی خوشی نہیں ہو گی۔ لیکن شوئی چی کا جو حال ہے تم نے دیکھ ہی لیا ہے اور میں نے اس مسئلے پر تم سے ایک

دفعہ بھی بات نہیں کی۔ فضول قسم کا باپ ہوں جس کے پاس تمہیں رہنا پڑ رہا ہے۔
اگر تم دونوں الگ رہنے لگو تو شاید اپنے طور پر اس مسئلے کا کوئی حل نکال لو۔"

"نہیں۔ آپ منہ سے تو کچھ نہیں کہتے لیکن مجھے معلوم ہے کہ میری وجہ سے پریشان رہتے ہیں اور آپ کی ہمدردیاں میرے ساتھ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گزارہ کئے جا رہی ہوں۔" اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو تھے۔ "اگر آپ نے ہمیں کہیں اور جا کر رہنے پر مجبور کر دیا تو میرا خیال ہے کہ سہمی سہمی رہا کروں گی۔ میں نہیں سمجھتی کہ گھر پر اکیلی رہ کر انتظار کئے جانا میرے بس کی بات ہے۔ اس کی تاب نہ لا سکوں گی۔ بہت زیادہ تنہا محسوس کروں گی، اور خوف زدہ بھی۔"

"میں سمجھ گیا—— شوئی چی کا انتظار اور وہ بھی تن تنہا۔ لیکن یہ اس طرح کا معاملہ نہیں جس پر ٹرین میں گفتگو کی جائے۔ اس پر غور کرنا۔"

وہ واقعی خوف زدہ معلوم ہوتی تھی۔ کندھے لرز رہے تھے۔

شگو نے ٹیکسی لی اور اسے ہونگو چھوڑ آیا۔

شاید اس لئے کہ باپ اس کے لاڈ اٹھاتا رہا تھا یا شاید اس وجہ سے کہ وہ پریشان تھی کیکو کو یہ خاطرداری معیوب معلوم نہ ہوئی۔

یہ تو قطعی ناممکن تھا کہ شوئی چی کی عورت کہیں باہر گھوم رہی ہو گی۔ تاہم شگو کو فکر پڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ جب تک کیکو کو صحیح سلامت ہسپتال کے اندر نہ پہنچ گئی وہ اپنی جگہ سے ہلا نہیں۔

موسم بہار میں بجتی گھنٹی

چیری کے پھولوں کی رت تھی اور کاما کورا میں بدھ مت کے صدر مقام کی سات سوویں سالگرہ منائی جا رہی تھی- درگاہ کی گھنٹی دن بھر بجتی رہی-

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ شگو کو گھنٹی کی آواز سنائی نہ دیتی- کیکو کو بظاہر، کام کاج میں یا بات چیت میں مشغول ہونے کے باوجود، آواز سن لیتی تھی- لیکن شگو کو کان لگا کر سننا پڑتا تھا-

"سنیں" کیکو اسے مطلع کرتی- "سنیں- گھنٹی پھر بجی-"

"اوہ؟" شگو نے ایک طرف سر جھکا کے کہا- "اور بڑی بی کا کیا حال ہے؟"

یاسوکو کی طرف سے کوئی دلاسا نہ ملا- "میں بالکل سن سکتی ہوں- حالت یہ ہے کہ کان پھٹے جا رہے ہیں-"

اس کے سامنے پانچ دن کے اخبار جمع ہوئے رکھے تھے اور وہ اپنی مخصوص رفتار سے ان کے مطالعے میں مصروف تھی-

"وہ بجی، وہ بجی" شگو نے کہا- ایک بار اسے آواز سنائی دے جاتی تو پھر یکے بعد دیگرے ہونے والے ٹھناکوں کو سننے میں دقت پیش نہ آتی-

"تم بڑے رکھلے پڑ رہے ہو" یاسوکو نے عینک اتار کر اس کی طرف دیکھا- "بچاری، جنہیں روز روز گھنٹی بجانی پڑتی ہے، تھک کر چور ہو جاتے ہوں گے-"

"نہیں، گھنٹی وہ زائرین سے بجواتے رہتے ہیں" کیکو نے بتایا- "دس ین دو، ایک بار گھنٹی بجا لو- یہ پجاری نہیں بجا رہے-"

"اچھی سوجھی-" شگو نے کہا-

"اسے وہ مردگاں کے لئے ناقوس نوازی یا اسی طرح کی کوئی چیز کہتے ہیں۔ زاویہ یہ ہے کہ تقریباً ایک لاکھ یا دس لاکھ یا لوگوں کی کسی اتنی ہی تعداد سے گھنٹی بجوائی جائے۔"

"زاویہ؟" کیکو نے اپنی بات کہنے کے لئے جو لفظ چنے تھے وہ شنگو کو پرلطف معلوم ہوئے۔

"گھنٹی کی آواز میں ویرانی ہے" کیکو نے کہا۔ "سچ یہ ہے کہ مجھے بھلی نہیں لگتی۔"

"تمہارے خیال میں ویرانی ہے؟"

خود شنگو اس سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ اپریل میں اتوار کے دن ناشتے کے کمرے میں بیٹھ کر چیری کے پھولوں کو دیکھنے اور گھنٹی کی باج سننے میں کیسی راحت ہے، سکون ہی سکون، تن بدن کو چین آیا ہوا۔

"ویسے یہ سات سوویں سالگرہ ہے کس چیز کی؟" یاسوکو نے پوچھا۔ "بعض اس کا تعلق مہابدھ سے بتاتے ہیں، بعض کہتے ہیں نی چیرین سے ہے۔"

شنگو جواب نہ دے سکا۔

"تمہیں پتا ہے، کیکوکو؟"

"نہیں۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔ اور ہم سب رہتے یہاں کاما کورا میں ہیں۔"

"امی، آپ کے اخباروں میں اس پر کچھ نہیں چھپا؟"

"شاید چھپا ہو" یاسوکو نے اخبار کیکوکو کی طرف بڑھا دئے۔ ڈھیر سارے اخبار سلیقے سے تہ کئے ہوئے اوپر نیچے رکھے تھے۔ یاسوکو نے ایک اخبار اپنے پاس رکھ لیا۔ "میرا خیال ہے کوئی چیز نظر تو آئی تھی۔ لیکن ان بوڑھے میاں بیوی کی خبر سے، جو گھر چھوڑ کر چلے گئے، مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ باقی سب کچھ بھول گئی۔ میں سمجھتی ہوں، یہ خبر تم نے بھی دیکھی ہو گی۔"

"ہاں۔"

"جاپانی بوٹ ریس کا عظیم محسن۔ جاپانی کشتی رانی کی انجمن کا نائب صدر۔"

یاسوکو نے مضمون پڑھنا شروع کیا اور پھر بات اپنے الفاظ میں جاری رکھی۔ "وہ کشتیاں اور پائیں بنانے والی ایک کمپنی کا صدر تھا۔ خود انہتر سال کا تھا۔ بیوی اڑسٹھ سال کی تھی۔"

"اور اس خبر میں ایسا کیا تھا جو تم اتنی متاثر ہوئیں؟"

"وہ اپنی بیٹی اور داماد اور نواسے نواسیوں کے نام رقعے چھوڑ گیا۔ اخبار میں چھپے ہوئے ہیں۔" یاسوکو دوبارہ اخبار پڑھ کر سنانے لگی : "ناشاد و نامراد بوڑھی ہستیاں، بچی کھچی زندگی گزارنے میں مصروف، جنہیں دنیا بھلا چکی ہو؟ نہیں، ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اتنی دیر نہیں جئیں گے۔ ہم وائی کاؤنٹ تاکاگی* کے احساسات کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ لوگوں کو رخصت اس وقت ہونا چاہئے جب دوسروں کے دلوں میں ابھی ان کے لئے محبت باقی ہو۔ ہم اب رخصت ہوتے ہیں کہ ابھی گھروالوں کی شفقت کا سایہ ہمارے گرد ہے اور ہماری خوش نصیبی کہ ہمارے اتنے ساتھی، ساتھ کام کرنے والے اور سکول میں ساتھ پڑھنے والے ابھی موجود ہیں۔ یہ رقعہ تو تھا بیٹی اور داماد کے نام۔ اور یہ نواسوں نواسیوں کے نام ہے : جاپان کی آزادی کا دن قریب آ پہنچا ہے لیکن آگے کے راستے پر تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ وہ نوجوان طالب علم جو جنگ کی ہول ناکیوں سے آشنا ہیں اگر واقعی امن کے خواہاں ہیں تو انہیں آخری دم تک گاندھی کے عدم تشدد کے طریقوں پر کاربند رہنا چاہئے۔ ہم بہت دیر جی لئے اور اب ہم میں اتنی سکت باقی نہیں کہ قیادت کر سکیں اور اس راستے پر چل سکیں جسے ہم راہ راست تصور کرتے ہیں۔ اگر ہم آرام طلب بن کر "خباثت آمیز برسوں"* تک جئے چلے گئے تو پھر برس ہا برس کی اس زندگی کو بھی لایعنی بنا ڈالیں گے جو اب تک ہم نے گزاری ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بعد ہمیں اچھے نانا نانی کے طور پر یاد رکھا جائے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ بس خاموشی سے چل پڑے ہیں۔"

یاسوکو خاموش ہو گئی۔

---

* شہنشاہ ہیرو ہیتو کے سب سے چھوٹے بھائی کا خسر۔ 1948 میں انتقال ہوا۔ عام خیال ہے کہ خودکشی کر لی تھی۔

* نیوا فیومیو کے ایک افسانے کی طرف اشارہ جو 1947 میں شائع ہوا تھا۔

شگو پہلو بدل کر باغ میں لگے چیری کے درختوں کو دیکھنے لگا۔

یاسوکو کا اخبار کا مطالعہ ابھی ختم نہ ہوا تھا۔ "وہ ٹوکیو والے گھر سے چلے اور اوساکا میں میاں کی بہن سے ملنے کے بعد غائب ہو گئے۔ بہن بھی اسی نوے سال کی ہے۔"

"بیوی نے کوئی رقعہ چھوڑا؟"

"کیا؟" یاسوکو نے حیران ہو کر اخبار سے نظر اٹھائی۔

"بیوی کوئی رقعہ لکھ کر نہیں گئی؟"

"بیوی؟ وہ بڑھیا؟"

"اور کیا۔ اگر دونوں ساتھ رخصت ہوئے تو فطری طور پر بیوی کو بھی کوئی رقعہ لکھنا چاہئے تھا۔ فرض کرو میں اور تم خودکشی کر لیں۔ تم بھی جو کہنا چاہو گی لکھ ڈالو گی۔"

"اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی" یاسوکو نے جھٹ جواب دیا۔ "یہ تو نوجوان لوگ کرتے ہیں۔ خودکشی کرنے سے پہلے دونوں رقعے لکھ جاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے جدا کر دئے جانے کے المیے کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ میرے پاس کہنے کے لئے رکھا ہی کیا ہے؟ میاں بیوی کی حد تک میاں کا رقعہ لکھ جانا کافی ہوتا ہے۔"

"تم سچ مچ یہ سمجھتی ہو؟"

"اگر میں اکیلی مری تو اور بات ہو گی۔"

"میرے خیال میں ذکر کرو گی کہ دکھ درد اور پشیمانیوں کے کیسے کیسے کوہ گراں تمہارے راستے میں آئے۔"

"ان سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اتنی عمر ہو جانے کے بعد ان باتوں میں کیا دھرا ہے۔"

شگو ہنسا۔ "اس بوڑھی عورت کی دلاسے بھری باتیں جو مرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی اور ابھی مرے گی بھی نہیں۔ اور کیکوکو؟"

"میں؟" آواز دھیمی اور تذبذب آمیز تھی۔

"فرض کرو تم شوئی چی کے ساتھ مل کر خودکشی کر لو۔ کیا کوئی رقعہ لکھ کر چھوڑ

جانا چاہو گی؟"

شگو کو فوراً احساس ہو گیا کہ اس طرح کی بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔

"معلوم نہیں۔ حیران ہوں کیسا لگے گا" کیکو کو نے شگو کی طرف دیکھا۔ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی اوبی میں تھی جیسے اوبی کو ڈھیلا کرنا مقصود ہو۔ "ابا جان، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہوں گی۔" اس کی آنکھوں میں نوخیز سی نمی تھی۔ اور پھر آنسو بھر آئے۔

شگو نے سوچا کہ یاسوکو کو موت کا کوئی اندیشہ کبھی نہیں ستاتا لیکن کیکو کو موت کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔

کیکو کو آگے کو جھکی۔ شگو سمجھا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے گی۔ اور پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

یاسوکو اسے جاتے دیکھتی رہی۔ "عجب ہے۔ رونے کی کوئی بات تو تھی نہیں۔ ہسٹیریا ہے، اور کچھ نہیں۔ صرف ہسٹیریا۔"

شگو نے قمیض کے بٹن کھولے اور ہاتھ سینے پر رکھ لیا۔

"دل دھک دھک کر رہا ہے کیا؟"

"نہیں۔ بھٹنی میں کھجلی اٹھ رہی ہے۔ سخت ہو گئی ہے اور کھجلا رہی ہے۔"

"چودہ پندرہ سال کی لڑکی کی طرح۔"

شگو نے بائیں بھٹنی انگوٹھے کے برابر والی انگلی سے سہلائی۔

جب کوئی جوڑا مل کے خودکشی کرتا تو رقعہ شوہر لکھتا۔ بیوی کوئی چیز تحریر نہ کرتی۔ کیا بیوی شوہر کو اپنی نیابت کا حق یا دونوں کی طرف سے بات کرنے کی اجازت دے دیتی تھی؟ جب یاسوکو خبر پڑھ کر سنا رہی تھی تو یہ سوال شگو کو دلچسپ بھی معلوم ہوا اور چکرا دینے والا بھی۔

مدتوں ساتھ رہتے رہتے کیا دونوں ایک ہو گئے تھے؟ کیا عمر رسیدہ بیوی اپنی شناخت گم کر چکی تھی، کیا اس کے پاس کرنے کے لئے کوئی وصیت نہ تھی؟

بات کیا یہ تھی کہ عورت، جس پر جان دینے کے لئے کسی قسم کا دباؤ نہ ہوتا تھا، شوہر کی خدمت میں حاضر رہ کر، کسی تلخی، پشیمانی اور پس و پیش کے بغیر، شوہر کی دنیا

کے نام آخری تحریر میں شمولیت کرتی تھی؟ یہ سب شگو کو بہت عجیب معلوم ہوا۔

لیکن درحقیقت اس کی بوڑھی بیوی نے کہہ ہی دیا تھا کہ اگر انہوں نے خودکشی کی تو وہ رقعہ لکھنے کی کوئی ضرورت محسوس نہ کرے گی۔ شگو کا رقعہ تحریر کرنا کافی ہو گا۔

کوئی گلہ شکوہ کئے بغیر مرد کے ساتھ جان دینے والی عورت ـــــ بعض اوقات اس کے برعکس بھی ہوتا تھا لیکن بالعموم عورت ہی مرد کی تقلید کرتی تھی۔ کسی وجہ سے شگو کو یہ بات چونکا دینے والی معلوم ہوئی کہ ایک ایسی ہی عورت، بوڑھی ہو کر، یہاں اس کے پہلو میں موجود ہے۔

کیکو کو اور شوئی چی کو مل جل کر رہتے زیادہ مدت نہ ہوئی تھی اور ابھی سے ان کی زندگی میں الجھنیں پیدا ہو گئی تھیں۔

شاید وہ کیکو کو سے بے دردی سے پیش آیا تھا، شاید یہ پوچھ کر کہ کیا وہ کوئی رقعہ لکھ کر چھوڑ جانا چاہے گی اس نے کیکو کو کے جذبات کو ٹھیس لگائی تھی۔

اسے اتنا پتا تھا کہ کیکو کو ایک خطرناک کھائی کے کنارے کھڑی ہے۔

"تم کیکو کو کے ساتھ بہت نرمی کرتے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایسی فضول باتوں پر رونے دھونے لگتی ہے۔" یاسوکو نے کہا۔ "اس سے لاڈ کئے جاتے ہو اور جو مسئلہ سب سے اہم ہے اس کے حوالے سے تم آج تک ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکے۔ فوساکو کے معاملے میں بھی تمہارا یہی رویہ ہے۔"

شگو چیری کے درخت کو دیکھ رہا تھا جو پھولوں سے لدا ہوا تھا۔

چیری کے بڑے درخت کے نیچے یاتسودے خوب لہلہا رہا تھا۔

شگو کو یاتسودے ناپسند تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ چیری پر پھول آنے سے پہلے یاتسودے کو کاٹ ڈالے گا۔ لیکن مارچ میں کئی بار زور شور سے برف پڑی اور اب پھول آ چکے تھے۔

اگرچہ اس نے یاتسودے کو تین سال پہلے کٹوا دیا تھا لیکن اب وہ پہلے سے بھی زیادہ گھنا ہو کر پھیل گیا تھا۔ تین سال پہلے اسے خیال آیا تھا کہ اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہئے اور اس کی سوچ صحیح تھی۔

یاسوکو کی باتیں سن کر اسے پتوں کا گہرا سبز رنگ اور بھی برا لگنے لگا۔ یاتسودے نہ ہو تو چیری کا درخت اکیلا کھڑا دکھائی دے گا، پھیلتا جائے گا یہاں تک کہ اس کی شنیاں چاروں سمتوں میں لٹک جائیں گی۔ یاتسودے نے اسے ہر طرف سے گھیر رکھا تھا لیکن اس کے باوجود وہ خوب پھیل گیا تھا۔

اور پھولوں سے سراسر لدا ہوا تھا۔ حیرت ہوتی تھی کہ ایک درخت پر اتنے پھول آ سکتے ہیں۔

سہ پہر کے آسمان کی روشنی میں پھول شاندار انداز میں سر اٹھائے جھوم رہے تھے۔ نہ تو درخت کا ڈیل بہت کڑا اور نہ رنگ بہت شوخ تھا لیکن دیکھنے والے کو یہی لگتا کہ وہ آسمان پر چھا گیا ہے۔ پھول اپنے جوبن پر تھے۔ یہ خیال مشکل سے آتا تھا کہ وہ جھڑ جائیں گے۔

لیکن دو دو تین تین پنکھڑیاں مسلسل جھڑ رہی تھیں اور زمین پر ان کا قالین سا بچھ گیا تھا۔

"جب کوئی ایسی خبر پڑھنے کو ملے کہ فلاں نوجوان ہلاک ہو گیا یا فلاں نے خودکشی کر لی تو آدمی دل میں بس یہی کہتا ہے کہ یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔" یاسوکو نے کہا جو سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ "لیکن جب ذکر بوڑھے آدمیوں کا ہو تو دل پر چوٹ پڑتی ہے: لوگوں کو رخصت اس وقت ہونا چاہئے جب دوسروں کے دلوں میں ابھی ان کے لئے محبت باقی ہو۔" بظاہر وہ اخبار میں چھپنے والا مضمون دو تین دفعہ پڑھ چکی تھی۔ "ابھی چند روز ہوئے کسی اکسٹھ سالہ بوڑھے کی کہانی چھپی تھی جو اپنے پوتے کو سینٹ لوقا کے ہسپتال میں داخل کرانے توچی گی سے لایا تھا۔ لڑکا سترہ سال کا تھا اور پولیو زدہ۔ دادا پوتے کو کمر پر اٹھائے اٹھائے ٹوکیو دکھاتا پھرا۔ لیکن لڑکا ہسپتال جانے پر بالکل راضی نہ ہوا اور آخرکار دادا نے تولیے سے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ یہ چند دن پہلے اخبار میں آیا تھا۔"

"اوہ؟ میں نے خیال نہیں کیا۔" شنگو نے بے پروائی سے جواب دیا لیکن اسے یاد آیا کہ نوجوان لڑکیوں اور ان کے حمل ضائع کرانے کے بارے میں چھپنے والے مضمون کا اس پر کتنا گہرا اثر مرتب ہوا تھا اور کس طرح اس نے انہیں باتوں کو خواب

تک میں دیکھ لیا تھا۔
شیکو اور اس بوڑھی عورت کے درمیان' جو اس کی بیوی تھی' فرق بہت زیادہ تھا۔

2

"کیکوکو" فوساکو نے آواز دی۔ "یہ سلائی مشین بار بار دھاگا توڑ رہی ہے۔ کیا اس میں کوئی خرابی ہے؟ آ کے دیکھو تو سہی۔ سنگر کی بنی ہوئی ہے۔ اس لئے مشین ہونی تو اچھی چاہئے۔ خدا جانے' شاید میرے اپنے حواس ٹھکانے نہیں۔"
"شاید اس کے انجر پنجر ڈھیلے ہو چکے ہیں۔ میں سکول میں تھی۔ اس وقت سے میرے پاس ہے" کیکوکو کمرے میں داخل ہوئی۔ "مگر اس سے بات کروں تو میرا کہا مان لیتی ہے۔ میں چلا کے دیکھتی ہوں۔"
"اوہ؟ یہ ساتوکو ایسی ساتھ چمٹی رہتی ہے کہ گھبراہٹ کے مارے کام ٹھیک نہیں ہو پاتا۔ ہر بار لگتا ہے کہ سوئی تلے اس کا ہاتھ آیا کہ آیا۔ ظاہر ہے' ایسا ابھی ہوا تو نہیں لیکن وہ یہاں پر اس طرح ہاتھ رکھ دیتی ہے اور جب میری نظر سیون پر ہوتی ہے تو سب کچھ دھندلا جاتا ہے اور ساتوکو اور کپڑے میں تمیز نہیں کر پاتی۔"
"آپ تھک گئی ہیں۔"
"بات وہی جو میں نے کہی۔ حواس ٹھکانے نہیں۔ تم بھی تو تھکی ہوئی ہو۔ اس گھر میں اگر کوئی تھکا ہوا نہیں تو بس بڑے ابا اور بڑی امی۔ بڑے ابا ساٹھ باٹھ کے ہونے کو آئے اور روتے پھرتے ہیں کہ بھٹنی میں کھجلی ہو رہی ہے۔ حد ہو گئی۔"
سہیلی کی عیادت کر کے ٹوکیو سے واپسی پر کیکوکو دونوں بچیوں کے لئے کپڑا لیتی آئی تھی۔
فوساکو' کیکوکو سے راضی ہو کر' بیٹھی کپڑے سی رہی تھی۔
بہرحال' جب فوساکو کی جگہ مشین کیکوکو نے سنبھالی تو ساتوکو کا منہ پھول گیا۔
"کپڑا بھی کیکوکو ممانی نے لا کے دیا اور اب تم سلوا بھی انہیں سے رہی ہو۔"
"اس کی باتوں پر دھیان مت دو' کیکوکو۔ بالکل ابی ہارا پر گئی ہے۔" فوساکو عذر

معذرت پر مشکل ہی سے آمادہ ہوتی تھی۔

کیکو کو نے ساتو کو کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے کہا۔ "نانا ابا سے کہو تمہیں بدھ جی دکھانے لے جائیں۔ جلوس نکلے گا جس میں ننھے شہزادے ہوں گے اور جانے کیا کیا اور لوگ ناچیں گے بھی۔"

فوساکو کے اصرار پر شگو فوساکو اور ساتو کو کو لے کر گھر سے نکل پڑا۔

وہ ضلع ہاسے کی بڑی سڑک پر چلے جا رہے تھے کہ شگو کی نظر ایک باشئے کمیلیا پر پڑی جو ایک تمباکو فروش کی دکان کے سامنے رکھا تھا۔ ہیکاری سگرٹوں کا ایک پیکٹ خریدتے ہوئے اس نے ایک دو تعریفی کلمات کہے۔ پھول پانچ چھ تھے اور دہرے اور پنکھڑیاں چتت دار تھیں۔

"نہیں" تمباکو فروش نے جواب دیا۔ "باشئے درختوں پر دہرے پھول نہیں سجتے۔ اکہری پنکھڑیوں والے جنگلی کمیلیا پر اکتفا کرنی چاہئے۔" دکان کے پچھواڑے باغیچہ تھا۔ وہ شگو کو وہاں لے گیا۔ کوئی چار پانچ مربع گز کا ترکاری اگانے کا ایک قطعہ تھا۔ اس کے اردگرد باشئے درختوں کے گملے قطار میں رکھے تھے۔ جنگلی کمیلیا کا درخت پرانا تھا۔ تنا نہایت مضبوط۔

"کلیاں میں نے چھانٹ دی ہیں" اس آدمی نے کہا۔ "درخت کو ہلکان کرنے سے کیا حاصل۔"

"تو اس پہ کلیاں آتی ہیں؟"

"ڈھیروں۔ لیکن چند ایک ہی رہنے دیتا ہوں۔ جو درخت دکان کے آگے لگا ہوا ہے اس پر بیس تیس تو ضرور ہی آئی ہوں گی۔"

وہ شخص باشیاگری کی تکنیک پر گفتگو اور کاما کورا کے رہنے والوں کا ذکر کرتا رہا جنہیں باشئے درخت اگانے کا شوق تھا۔ شگو نے دکانوں کی کھڑکیوں میں ایسے درخت اکثر دیکھے تھے۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔" شگو نے دکان سے رخصت ہوتے ہوئے کہا۔ "مجھے آپ پر رشک آتا ہے۔"

"میرے پاس ایسے درخت تو نہیں جنہیں صحیح معنوں میں عمدہ قرار دیا جا سکے

لیکن جنگلی کمیلیا کی اپنی خوبیاں ہیں۔ آپ کوئی درخت لے آئیں۔ پھر یہ خیال رکھنا آپ کے ذمے کہ نہ تو سوکھا ٹنڈ ہو جائے نہ اس کے سراپے میں کوئی جھول آنے پائے۔ آلکس کا اچھا علاج ہے۔"

جو سگرٹ اس نے ابھی خریدے تھے ان میں سے شگو نے ایک سلگایا۔ "اس پر بدھ جی کی تصویر ہے" اس نے پیکٹ فوساکو کو دیتے ہوئے کہا۔ "خاص کاما کورا کے لئے تیار کردہ۔"

"مجھے دکھائیں" ساتوکو نے سگرٹوں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"یاد ہے جب پچھلی خزاں میں تم گھر سے بھاگ کر شی نانو چلی گئی تھیں؟"

"میں گھر سے کوئی نہیں بھاگی تھی۔"

"پرانے مکان میں بالشتیے درخت تھے؟"

"کوئی نظر تو نہیں آیا تھا۔"

"غالباً نظر نہ آئے ہوں گے۔ ہو نہ ہو چالیس سال پرانی بات ہے۔ بڑے میاں کو بالشتیے درختوں کی لت تھی۔ تمہارے نانا کو۔ لیکن تمہیں پتا ہی ہے تمہاری امی جیسی ہیں اور وہ تمہاری خالہ کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ تمہاری خالہ درختوں کی دیکھ بھال میں ان کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ وہ اس قدر حسین تھی کہ تم کبھی خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتیں کہ اس جیسی عورت یاسوکو کی بہن ہو سکتی ہے۔ وہ اس وقت بھی میری نظر کے سامنے ہے۔ سرخ کمونو زیب تن، ماتھے پر بربیاں پڑی ہوئیں، صبح سویرے اٹھ کر چلی ہے۔ درخت جن خانوں میں رکھے ہیں وہاں برف کے ڈھیر ہیں۔ وہ جا کے ٹہنیوں سے برف جھاڑے گی۔ یہ سارا منظر، اپنی تمام تازگی کے ساتھ، نتھرا ستھرا، یہاں میری آنکھوں کے بالکل سامنے ہے۔ شی نانو میں ٹھنڈ ہے اور اس کی سانس جیسے سفید غبار۔"

سانس کی سفیدی میں نوجوان لڑکی کی نرماہٹ کی باس رچی ہوئی تھی۔

یادوں میں ڈوب کر شگو اس بات سے فائدہ اٹھا رہا تھا کہ فوساکو کو، جو ایک مختلف نسل سے تعلق رکھتی تھی، اس تذکرے سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

"میرے خیال میں اس کمیلیا کو چالیس سال سے بھی زیادہ ہو گئے۔ جس کام

میں لگا ہوا تھا سو لگا ہوا ہے۔" وہ نہایت قدیم معلوم ہوتا تھا۔ کسی بالشتے تنے کو بھی ٹنڈ میں تبدیل ہونے میں کتنے سال درکار ہوتے ہیں؟

جو میپل، یاسوکو کی بہن کی وفات کے بعد، آلٹر پر لال لال دہکتا رہا تھا ــــــ کیا وہ، کسی اور کے پاس، آج بھی، سلامت ہے؟

3

جب وہ تینوں مندر کے احاطے میں پہنچے تو ننھے شہزادوں کا جلوس، مہابدھ کے حضور میں پیش ہونے کے لئے، پتھر کی سلوں سے بنی ہوئی روش پر دائیں بائیں ہوتا، اوپر جا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ چھوٹے لڑکے اچھا خاصا فاصلہ پیدل طے کر چکے ہیں۔ ان میں سے چند تھک کر چور ہو گئے تھے۔

لوگ دیوار بنے آگے کھڑے تھے۔ فوساکو نے ساتوکو کو اوپر اٹھا لیا تاکہ دیوار کے دوسری طرف جو کچھ تھا اسے نظر آ جائے۔ ساتوکو لڑکوں کو دیکھتی رہی جنہوں نے پھول دار کمونو پہن رکھے تھے۔

ان کے سننے میں آیا کہ احاطے میں ایک پتھر پر یوسانو اکیکو کی نظم لکھی ہوئی ہے۔ اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ بت کے پیچھے جا نکلے۔ نظم خود اکیکو کے ہاتھ کی لکھی معلوم ہوتی تھی جسے بڑا کر کے پتھر پر کندہ کر دیا گیا تھا۔

"مجھے تو اس میں ساکیامونی لکھا نظر آ رہا ہے" شگو نے کہا۔

اسے حیرت ہوئی کہ اس انتہائی مشہور نظم سے فوساکو ناواقف ہے۔

اکیکو نے لکھا تھا :

"گرمیوں میں چھاؤں ٹھنڈی کاماکورا۔ کہنے کو وہ بدھ بھی ہو گا
کتنا سندر پرش ہے لیکن یہ سائیں ساکیامونی ہمارا"

"لیکن مہابدھ ساکیامونی تو نہیں۔ وہ درحقیقت امی تابھ ہے۔ جب اکیکو کو اپنی غلطی کا پتا چلا تو اس نے نظم دوبارہ لکھی مگر اس وقت تک ساکیامونی والی روایت بہت مشہور ہو چکی تھی اور ساکیامونی کے بجائے مہابدھ یا اسی طرح کچھ اور لکھ دینے سے آہنگ میں خلل پڑتا ــــــ اور بدھ کا نام دوبار آتا۔ لیکن یہ غلطی ہے۔ پتھر پر کندہ

غلطی ہو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔"

پتھر کے پاس قناتوں سے گھری ایک جگہ میں تقریب کے حوالے سے چائے پیش کی جا رہی تھی۔ کیکو کو نے نوساکو کو دو ٹکٹ دیئے تھے۔

کھلی جگہ کی دھوپ میں چائے کا اپنا مخصوص رنگ تھا۔ شگو حیران ہوا کہ کیا ساتو کو بھی چائے پیئے گی۔ ساتو کو نے ایک ہاتھ بڑھا کر پیالے کو کنارے سے پکڑنا چاہا۔ پیالہ بہت معمولی قسم کا تھا لیکن شگو نے ساتو کو کو سہارا دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"کڑوی ہے۔"

"کڑوی؟"

چائے چکھنے سے پہلے ہی ساتو کو کے چہرے کے تاثر نے کہہ دیا کہ چائے کڑوی ہے۔

ناچ میں حصہ لینے والی چھوٹی لڑکیاں قناتوں سے گھری جگہ میں چلی آئیں۔ شاید ان میں سے آدھی دروازے کے پاس بچھے سٹولوں پر جا بیٹھیں۔ باقی، آپس میں جڑ کر، ان کے آگے کھچ پچ کھڑی ہو گئیں۔ انہوں نے بہت بھاری میک اپ کر رکھا تھا اور لمبی آستینوں والے تہواری کمونو پہنے ہوئے تھے۔

ان کے عقب میں چیری کے دو تین نوخیز درخت پھولوں سے لدے کھڑے تھے۔ لڑکیوں کے کمونوؤں کے چمکیلے رنگوں سے مات کھا کر پھول پیلے اور پھیکے معلوم ہو رہے تھے۔ چیری کے درختوں سے پرے جو اونچے اونچے پیڑ تھے ان کی ہریائی پر دھوپ چمک رہی تھی۔

"پانی، امی، پانی" ساتو کو نے لڑکیوں کو غصے سے گھورتے ہوئے کہا۔

"یہاں پانی نہیں ہے۔ پینا ہے تو گھر جا کے پی لینا۔"

یکایک شگو کو بھی پیاس لگنے لگی۔

مارچ میں ایک دن، یوکوسوکا ٹرین سے، شگو نے ساتو کو کی عمر کی کسی لڑکی کو فوارہ نلکے سے پانی پیتے دیکھا تھا۔ جب اس نے ٹونٹی گھمائی تو پانی دور تک ہوا میں اچھلا اور وہ حیران ہو کر ہنسنے لگی۔ ہنستا ہوا چہرہ بہت خوب صورت تھا۔ اس کی ماں نے فوارے کا بہاؤ درست کیا۔ لڑکی کو اس طرح گھونٹ بھرتے دیکھ کر جیسے وہ دنیا کا سب

سے مزے دار پانی پی رہی ہو شکو نے دل میں سوچا کہ اس سال بھی بہار آ گئی ہے۔
منظر اس کے ذہن میں تازہ ہو گیا۔

وہ حیران ہو کر سوچنے لگا کہ ناچ کے لباسوں میں آراستہ چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کے جمگھٹ میں ایسا کیا تھا کہ اسے اور ساتوکو دونوں کو پانی کی طلب محسوس ہوئی۔ ساتوکو نے پھر جھینکنا شروع کر دیا تھا۔ "مجھے کمونو لے دو، امی کمونو لے دو۔"

فوساکو اٹھ کھڑی ہوئی۔

لڑکیوں میں ایک، جو ساتوکو سے دو ایک سال بڑی ہو گی، بہت دل کش تھی۔ اس کی پینٹ کی ہوئی بھویں موٹی، چھوٹی اور سلامی دار تھیں اور گھنٹیوں جیسی گول گول آنکھوں کے کناروں پر سرخی لگی ہوئی تھی۔

فوساکو ساتوکو کا ہاتھ پکڑ کر لے چلی تو اس نے لڑکی پر نظر جمائے رکھی اور جب وہ دونوں قنات سے باہر جانے لگیں تو لڑکی کی طرف جھپٹی۔

"کمونو۔" ساتوکو کو رٹ لگ گئی تھی۔ "کمونو۔"

"نانا ابا نے کہا ہے کہ وہ تمہیں تین پانچ سات والے دن* کے لئے کمونو لے دیں گے۔" فوساکو نے اشاروں میں اپنا مدعا بیان کیا۔ "اس نے کبھی ایک بار بھی کمونو نہیں پہنا۔ بس ایک پرانے دھرانے، نکھد، سوتی کمونو کے بنے ہوئے پوتڑے ہی نصیب ہوئے۔"

وہ ایک ٹی سٹال پر گئے اور شکو نے پانی طلب کیا۔ ساتوکو غٹ غٹ دو گلاس پی گئی۔

وہ مہابدھ کے احاطے سے باہر آ کر گھر کی طرف جا رہے تھے کہ ایک لڑکی، ناچ والا کمونو پہنے، ماں کا ہاتھ تھامے، جلدی جلدی قدم اٹھاتی ان کے پاس سے گزری۔ بظاہر وہ بھی گھر جا رہی تھی۔ شکو نے ساتوکو کے کندھے پر ہاتھ ڈالتے ہوئے سوچا، یہ ٹھیک نہیں ہو گا۔ لیکن اس نے دیر کر دی تھی۔

"کمونو" ساتوکو نے لڑکی کی آستین کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"نہ کرو" لڑکی پیچھے ہٹی تو لمبی آستین میں الجھ کر گر گئی۔

---

* 15 نومبر۔ ان عمروں کے بچوں کو درگاہوں کی زیارت کرائی جاتی ہے۔

شگو کا سانس رکنے لگا۔ اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے۔

لڑکی کار کے نیچے آنے والی تھی۔ شگو نے صرف اپنی ہونک سنی لیکن معلوم ہوتا تھا کہ اور بہت سے لوگوں کی بھی چیخ نکل گئی تھی۔

لڑکی اچھل کھڑی ہوئی اور ماں کی سکرٹ سے لپٹ کر یوں چیخنے لگی جیسے اس کے کپڑوں کو آگ لگ گئی ہو۔

"واہ واہ" کسی نے کہا۔ "بریک صحیح طرح لگ گئے۔ مہنگی والی کار ہے۔"

"اگر یہ کوئی ٹوٹی پھوٹی کھٹارا گاڑی ہوتی تو تم زندہ نہ بچتیں۔"

ساتوکو دہل کر رہ گئی۔ آنکھیں اس طرح اوپر کو چڑھ گئیں جیسے کوئی دورہ پڑ گیا ہو۔

فوساکو نے لڑکی کی ماں سے بے تحاشا معافی مانگتے ہوئے پوچھا کہ لڑکی کو چوٹ تو نہیں آئی، کمونو تو نہیں پھٹا۔ ماں خالی خالی آنکھوں سے دور کہیں دیکھتی رہی۔

جب لڑکی نے چیخنا بند کیا تو منہ پر لگا گاڑھا پاؤڈر بہہ چکا تھا لیکن آنکھیں چمک رہی تھیں جیسے دھل کر صاف ہو گئی ہوں۔

گھر جاتے ہوئے شگو باقی راستے بیشتر وقت چپ ہی رہا۔

انہیں بچی کے چیخ چیخ کر رونے کی آواز سنائی دی۔

کیکو کو انہیں خوش آمدید کہنے باہر آئی۔ وہ لوری گا رہی تھی۔

"افسوس ہے" اس نے فوساکو سے کہا" میں اسے چپ نہ کرا سکی۔ بیکار ثابت ہوئی ہوں۔"

شاید بہن کی دیکھا دیکھی، شاید گھر میں خود کو محفوظ پا کر جذبات کی رو میں بہہ نکلتے ہوئے، ساتوکو بھی زور زور سے رونے لگی۔

فوساکو نے ساتوکو کی طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔ کمونو کھول کر بچی کو کیکو کو سے لے لیا۔

"ذرا دیکھو تو سہی۔ یہاں گریبان تلے بیچ سینے کے مجھے ٹھنڈا پسینہ آئے جا رہا ہے۔"

شگو نے فریم کئے ہوئے ایک کتبے پر نظر ڈالی جسے ریوکان* کے ہاتھ کا بتایا جاتا تھا۔ "آسمانوں پر، ہوائے تند و تیز۔" یہ اس نے ان دنوں خریدا تھا جب ریوکان کے لکھے کتبے ابھی سستے داموں مل جاتے تھے لیکن جو بھی سہی، یہ کتبہ تھا جعلی۔ جب سے ایک دوست نے اس کے جعلی ہونے کی طرف توجہ دلائی تھی شگو کو بھی اس کے جعلی ہونے کا یقین ہو گیا تھا۔

"ہم نے جا کے اکیکو والا پتھر دیکھا" اس نے کیکو سے کہا۔ "اکیکو کے اپنے ہاتھ کی تحریر ہے اور اس میں ساکیامونی لکھا ہوا ہے۔"

"اچھا، یہ لکھا ہوا ہے؟"

4

رات کا کھانا کھا کر شگو نئے اور استعمال شدہ کمونو فروخت کرنے والی دکانوں کا چکر لگانے اکیلا نکل گیا۔

لیکن اسے کوئی چیز ایسی نہ مل سکی جو ساتوکو کے مطلب کی ہوتی۔

اس کی طبیعت پر اس معاملے کا بوجھ کچھ اور بڑھ گیا۔

اسے محسوس ہوا جیسے کوئی آفت آنے والی ہے۔

کیا اتنی کم عمر لڑکی کا دل کسی اور کے چمکیلے رنگوں والے کمونو کے لئے بے ایمان ہو سکتا ہے؟

کیا بات صرف اتنی تھی کہ ساتوکو میں حرص اور حسد کا مادہ کچھ زیادہ ہی بڑھا ہوا تھا؟ یا اس میں حرص اور حسد کا مادہ غیر معمولی طور پر طاقتور تھا؟ بات کوئی بھی ہو، ساتوکو کا اس طرح آپے سے باہر ہو جانا شگو کو مجنونانہ معلوم ہوا تھا۔

اگر ناچ کی پوشاک پہننے والی لڑکی کار کے نیچے آ کر مرجاتی تو اس وقت کیا بیت رہی ہوتی؟ لڑکی کے کمونو پر بنے ہوئے نقش و نگار اپنے تمام بھڑکیلے پن کے ساتھ اس کی نظروں میں گھومنے لگے۔ دکانوں کی کھڑکیوں میں کوئی اس قدر زیبائشی چیز کم دیکھنے میں آتی تھی۔

---

* شاعر، 1757ء تا 1831ء

لیکن خالی ہاتھ گھر لوٹنے کے خیال سے راستہ اور بھی بے رونق معلوم ہونے لگا۔

کیا یاسوکو نے ساتوکو کو صرف پرانے سوتی کمونو دیئے تھے جو پوتڑے بنانے کے کام آئے؟ یا فوساکو جھوٹ بول رہی تھی؟ اس کے جملے میں زہر گھلا ہوا تھا۔ کیا یاسوکو نے لڑکی کو اس موقع پر، جب وہ پہلی بار کسی درگاہ لے جائی گئی تھی، لپیٹواں کمونو یا سادہ کمونو نہیں دیا ہو گا؟ کہیں فوساکو نے مغربی وضع کے کپڑوں کا تقاضا تو نہیں کیا تھا؟

"میں بھول چکا" اس نے آپ ہی آپ بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

وہ بھول چکا تھا کہ آیا اس سلسلے میں یاسوکو نے اس سے مشورہ کیا تھا یا نہیں۔ لیکن اگر انہوں نے، خود اس نے اور یاسوکو نے، فوساکو پر زیادہ توجہ دی ہوتی تو ایسی بدشکل بیٹی بھی شاید انہیں پیاری سی نواسی سے نواز دیتی۔ ایک ناگزیر احساس جرم اس کے پیر کی زنجیر بن گیا تھا۔

"ہرگاہ کہ مجھے علم ہے کہ پیدائش سے پہلے کیا ہوتا رہا، ہرگاہ کہ مجھے علم ہے کہ پیدائش سے پہلے کیا ہوتا رہا، اس لئے میری ماں ہے نہ باپ جن سے میں پیار کر سکوں۔ اور چوں کہ میری ماں ہے نہ باپ اس لئے میری بھی کوئی اولاد نہیں جو مجھے پیار دے سکے۔"

ایک نوہ ڈرامے کی عبارت شنگو کو یاد آ گئی لیکن یاد آنے سے کیا ہوتا تھا۔ وہ روشن ضمیری پھر بھی کسی طور نصیب نہ ہو سکی جو سیاہ پوش صاحب ادراک کے حصے میں آئی تھی۔

"پچھلا بدھ رخصت ہوا، اگلا ابھی نہیں آیا۔ میں جو خواب میں پیدا ہوا کس چیز کو حقیقی گردانوں؟ انسانی گوشت پوست کا یہ چولا، جس کا ملنا سخت دشوار ہے، مجھے اتفاق سے مل گیا ہے۔"

کیا ساتوکو کو، جو ناچنے والی لڑکی پر ٹوٹ پڑنے پر تلی ہوئی تھی، یہ تشدد اور کینہ ورثے میں فوساکو سے ملا تھا؟ یا یہ ائی ہارا کی دین تھا؟ اگر فوساکو سے ملا تھا تو فوساکو کو کس سے ملا؟ یاسوکو سے یا شنگو سے؟

اگر شنگو کی شادی یاسوکو کی بہن سے ہو جاتی تو غالباً نہ تو اس کے ہاں فوساکو

جیسی بیٹی ہوتی نہ ساتو کو جیسی نواسی۔
کوئی موقع تھا نہ محل لیکن شگو کا دل ایک عورت کے لئے تڑپ اٹھا۔ عورت بھی وہ جو مدتوں پہلے مر چکی تھی۔ شگو کا دل چاہا کہ کسی طرح دوڑ کر اس سے لپٹ جائے۔
وہ تریسٹھ سال کا تھا اور وہ عورت جو بیس پچیس کی ہو کر مر گئی تھی عمر میں اس سے بڑی تھی۔
گھر پہنچا تو فوساکو لیٹ چکی تھی۔ بچی اس کی بانہوں میں تھی۔ اس کے کمرے اور ناشتے کے کمرے کو ملانے والا دروازہ کھلا ہوا تھا۔
"سو گئی ہے" یاسوکو نے کہا۔ "اس کا دل دھک دھک کئے جا رہا تھا' کئے جا رہا تھا۔ فوساکو نے اسے خواب آور دوا دی تو فوراً پڑ کے سو گئی۔"
شگو نے سر ہلایا۔ "کیا ہے جو تم یہ دروازہ بند ہی کر دو۔"
"جی۔" کیکو کو اٹھ کھڑی ہوئی۔
ساتو کو فوساکو کی پیٹھ سے زور سے چمٹی ہوئی تھی۔ لیکن لگتا تھا کہ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ کسی کی طرف دیکھنے کا اس کا اپنا ہی انداز تھا' چپ رہتی' جسم اکڑائے رکھتی۔
شگو نے کوئی ذکر نہیں کیا کہ وہ ساتو کو کے لئے کمونو خریدنے نکلا تھا۔
معلوم ہوتا تھا کہ فوساکو نے ماں کو نہیں بتایا تھا کہ کمونو لینے کے لئے ساتو کو کی بے قراری سے کیسی نازک صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔
شگو اپنے کمرے میں چلا گیا۔ کیکو کو چار کول لے کر آئی۔
"آؤ بیٹھو" شگو نے کہا۔
"بس ایک سیکنڈ اور۔" وہ باہر گئی اور ٹرے میں ایک ٹھلیا رکھ کر لائی۔ ٹھلیا کے لئے ٹرے کی ضرورت تو نہیں پڑنی چاہئے تھی لیکن معلوم ہوتا تھا کہ ٹرے میں پھول بھی رکھے ہیں۔
"یہ کون سے پھول ہیں؟" شگو نے ایک پھول اٹھایا۔ "گیو ہوں گے؟"
"مجھے بتایا گیا ہے کالی سوسن ہے۔"

"کالی سوسن؟"

"ہاں- میں ایک سہیلی کے پاس چائے کے آداب سیکھنے جاتی ہوں- اس نے چند دن پہلے یہ پھول مجھے دیئے تھے-" شگو کے پیچھے ایک الماری تھی- کیکو نے الماری کا پٹ کھول کر ایک چھوٹا سا گل دان نکالا-

"تو یہ کالی سوسن ہے؟"

"بتا رہی تھی کہ اس سال رکیو کی برسی پر این شو سکول کے سربراہ نے میوزیم کی ٹی کانیج میں چائے کی تقریب کا اہتمام کیا تھا- وہاں کولکی میں کانسی کا بنا ہوا پرانا صراحی دار گردن والا ایک گل دان رکھا تھا- اس میں کالی سوسن اور سفید سنبل سجے ہوئے تھے- کہنے لگی کہ بہت ہی دل چسپ میل تھا-"

شگو کالی سوسنوں کو تکتا رہا- دو شاخیں تھیں اور ہر شاخ پر دو دو پھول-

"اس دفعہ بہار کے دنوں میں گیارہ یا تیرہ مرتبہ برف باری تو ضرور ہوئی-"

"اب کے ہمارے ہاں برف خاصی پڑی ہے-"

"کہتی تھی کہ رکیو کی برسی پر چار پانچ انچ برف پڑی تھی- موسم بہار کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا اور کالی سوسنیں اور بھی زیادہ غیر معمولی معلوم ہو رہی تھیں- پتا ہے یہ پہاڑی پھول ہیں-"

"رنگ تھوڑا تھوڑا کالے کمیلیا سے ملتا ہے-"

"جی ہاں" کیکو نے گل دان میں پانی ڈالا- "بتا رہی تھی کہ رکیو کے وصیت نامے کی نمائش بھی کی گئی تھی اور وہ خنجر بھی رکھا تھا جس سے رکیو نے خود کشی کی تھی-"

"اوہ؟ تمہاری سہیلی چائے کے آداب سکھاتی ہے؟"

"جی- جنگی بیوہ ہے- بڑی محنت کی اس نے- اب محنت کا ثمرہ ملنا شروع ہو گیا ہے-"

"دبستان کون سا ہے؟"

"کانک یوان- مشانوکو جی خاندان-"

شگو کے لئے، جسے چائے کے آداب کا بہت کم علم تھا، یہ تفصیل بے معنی

تھی۔

کیکو کو پھولوں کو گل دان میں سجانے کے لئے تیار تھی۔ لیکن اسے انتظار کرنا پڑا کہ ایک پھول ابھی شگو کے ہاتھ میں تھا۔

"دیکھیں تو لگتا ہے کہ ایک طرف کو ذرا سا جھک گیا ہے۔ کہیں یہ مرجھانے تو نہیں لگا؟"

"نہیں، میں نے انہیں پانی میں رکھا ہوا تھا۔"

"کیا گیکو بھی اسی طرح جھک جاتے ہیں؟"

"معاف کیجئے، میں آپ کی بات نہیں سمجھی۔"

"یہ گیکو سے تھوڑا چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"پہلی نظر میں پھول کالا معلوم ہوتا ہے مگر کالا ہے نہیں۔ گہرے بینجنی رنگ کا ہے لیکن نہیں، ویسا بھی نہیں۔ قرمزی رنگ کی جھلک لئے ہوئے ہے۔ کل دن کی روشنی میں اسے غور سے دیکھنا پڑے گا۔"

"دھوپ میں شفاف بینجنی دکھائی دے گا، سرخی کی جھلک کے ساتھ۔"

پوری طرح کھلنے کے بعد پھول آرپار بمشکل انچ بھر کے ہو جائیں گے۔ پنکھڑیاں چھ تھیں۔ گل بچھوں کی نوکیں بٹ کر تین طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ چار پانچ زر ریشے تھے۔ پتیاں کوئی ایک ایک انچ کے فرق سے چاروں سمت میں بڑھ رہی تھیں۔ سوسن کی پتیوں کے لحاظ سے چھوٹی تھیں۔ لمبائی دو انچ بھی نہ تھی۔

آخر کار شگو نے پھول کو سونگھا۔

"گندی عورت کی بو۔" شگو چوک گیا۔ یہ بات کہنی نہیں چاہئے تھی۔

شگو کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اوباشی کی طرف اشارہ کیا جائے لیکن کیکو نے نظر جھکالی اور اس کی آنکھوں کے گرد خفیف سی سرخی نمودار ہو گئی۔

"بو نے مایوس کیا" شگو نے اپنی اصلاح کرتے ہوئے کہا۔ "یہ لو۔ سونگھ کے دیکھو۔"

"میرا خیال ہے، ابا جان، کہ پھول کا آپ کی طرح اتنی تفصیل سے جائزہ نہیں

لوں گی۔" وہ پھول گل دان میں سجانے لگی۔ "چائے کی تقریب کے لئے چار ضرورت سے زیادہ ہیں۔ جتنے ہیں اتنے ہی رہنے دوں؟"

"ہاں، رہنے دو۔"

کیکو کو نے گل دان اٹھا کر کوٹھی میں رکھ دیا۔

"مکھوٹے بھی اسی الماری میں ہیں جس سے تم نے گل دان نکالا تھا۔ زحمت نہ ہو تو مکھوٹے اٹھاتی لاؤ۔"

جب اسے نوہ ڈرامے کی عبارت یاد آئی تھی تو ساتھ ہی نوہ مکھوٹوں کا خیال بھی آیا تھا۔

اس نے جی دو مکھوٹا اٹھایا۔ "یہ ایک جل باشیا ہے۔ دائمی شباب کی علامت۔ جب اسے خریدا تھا تو میں نے تمہیں اس کے بارے میں کچھ بتایا تھا؟"

"نہیں۔"

"وہ جو لڑکی دفتر میں ملازم تھی، تانی زاکی۔ خرید لیا تو میں نے تانی زاکی سے کہا کہ یہ مکھوٹا پہن کے دکھاؤ۔ وہ دلکش معلوم ہونے لگی۔ بڑا تعجب ہوا۔"

کیکو کو نے مکھوٹا منہ پر رکھ لیا۔ "اسے پیچھے سے باندھتے ہیں؟" اس میں شک نہ تھا کہ مکھوٹے کی آنکھوں کے بہت پیچھے کیکو کو کی آنکھیں شنگو پر جمی ہوئی تھیں۔

"مکھوٹے کو گھمایا پھرایا نہ جائے تو اس پر کسی قسم کا تاثر نمودار نہیں ہوتا۔"

جس دن شنگو اسے گھر لایا تھا وہ ان گلنار ہونٹوں کو چومتے چومتے رہ گیا تھا۔ اس کے تن بدن میں، جیسے کسی آسمانی بے راہ روی کی وجہ سے، کوندا سا لپکا تھا۔

"شاید وہ نیچے اگے جھاڑ جھنکاڑ میں گم ہو لیکن جب تک اس کے دل کا کنول کھلا ہوا ہے...."

یہ بھی کسی نوہ ڈرامے کے الفاظ معلوم ہوتے تھے۔

جب وہ نوخیز تابندہ مکھوٹے کو کبھی ادھر کبھی ادھر گھما رہی تھی تو شنگو سے کیکو کو کی طرف دیکھا نہ گیا۔

کیکو کو کا چہرہ چھوٹا سا تھا اور ٹھوڑی کا سرا قریب قریب مکھوٹے کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ بمشکل نظر آنے والی ٹھوڑی سے آنسو ٹپک ٹپک کر اس کی گردن پر بہنے

رہے۔ پہلے دو لکیریں بنیں' پھر تین۔

"کیکوکو۔" شگو نے کہا۔ "کیکوکو۔ تم نے سوچا تھا کہ اگر شوئی چی کو چھوڑنا پڑا تو تم چائے کے آداب کی تعلیم دینے لگو گی۔ یہی وجہ تھی کہ تم اپنی سہیلی سے ملنے گئیں؟"

جی دو کیکوکو نے سرہلا کر اقرار کیا۔

"سوچتی ہوں کہ یہیں' آپ کے پاس رہنا چاہوں گی اور چائے کے آداب کی تعلیم دیا کروں گی۔" الفاظ صاف سنائی دئے گو مکھوٹے کے پیچھے سے کہے گئے تھے۔

ساتوکو نے سمع خراش چیخ بلند کی۔

باغ میں تیرو زور زور سے بھونکنے لگی۔

شگو کو لگا جیسے یہ ساری باتیں کوئی برا شگون ہوں۔ بظاہر کیکوکو کان لگائے گیٹ کی طرف سے کسی ایسی آواز کے آنے کی منتظر تھی جس سے پتا چلے کہ شوئی چی' جو ایسا لگتا تھا کہ اتوار کو بھی اپنی عورت کے پاس جانے لگا ہے' گھر آگیا ہے۔

15۔نومبر ان عمروں کے بچوں کو درگاہوں کی زیارت کرائی جاتی ہے۔

چیل کا گھونسلا

گرمیاں ہوں خواہ سردیاں، مندر کی گھنٹی چھ بجے بجتی تھی۔ اور گرمیوں اور جاڑوں میں شکو اس کی آواز سن کر دل میں کہتا کہ بہت جلد آنکھ کھل گئی ہے۔

اس کا لازمی طور پر یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ بستر چھوڑ کے اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔

ظاہر ہے کہ گرمیوں میں چھ بجے کا مطلب وہ نہیں جو سردیوں میں ہوتا ہے۔ گھنٹی چوں کہ ہمیشہ ایک ہی وقت پہ بجتی تھی اس لئے شکو سمجھ جاتا تھا کہ چھ بج گئے۔ لیکن گرمیوں میں اس وقت تک سورج طلوع ہو چکا ہوتا تھا۔

وہ تکیے کے پاس ایک بڑی جیبی گھڑی رکھتا۔ بہرکیف، گھڑی دیکھنے کے لئے لائٹ جلانی اور عینک لگانی پڑتی۔ اس لئے گھڑی کبھی کبھار ہی دیکھتا۔ عینک کے بغیر اسے چھوٹی اور بڑی سوئیوں میں تمیز کرنے میں دقت ہوتی۔

دیر تک سونے پر وہ کبھی پریشان نہ ہوا۔ پریشانی کی وجہ بالکل الٹ تھی یعنی آنکھ بہت سویرے کھل جاتی تھی۔

جاڑوں میں چھ بجے تو صبح کا سپیدہ بھی ظاہر نہ ہوا ہوتا تھا لیکن شکو کو بستر کاٹنے لگتا اور وہ نکل پڑتا کہ اخبار ہی اٹھا لائے۔

ملازمہ کے چلے جانے کے بعد سے صبح کا کام کاج نمٹانے کے لئے کیکو کو اٹھنا پڑتا تھا۔

"آپ جلدی اٹھ گئے، ابا جان" وہ کہتی۔

شکو جھینپ کر جواب دیتا۔ "تھوڑی دیر اور سو لیتا ہوں۔"

"ہاں، سو جائیے۔ ابھی تو پانی بھی گرم نہیں کیا۔"

یہ دیکھ کر کہ کیکو کو اٹھی ہوئی ہے شگو کو محسوس ہوتا کہ وہ تنہا نہیں۔
عمر کا وہ کون سا حصہ تھا جب اس نے خود کو اکیلا محسوس کرنا اور جاڑوں میں سورج نکلنے سے پہلے جاگنا شروع کر دیا تھا؟
موسم بہار آیا تو آنکھ کھلنے کے وقت گرماہٹ کا احساس بڑھ گیا۔
آدھا مئی گزر چکا تھا جب اس نے گھنٹی کے بعد چیل کی آواز سنی۔
"لو چیل پھر آ گئی" اس نے بستر پر لیٹے لیٹے آواز سن کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔
چیل بظاہر بڑی شان سے چھت پر ٹہل رہی تھی۔ پھر وہ اڑ کر سمندر کی طرف چلی گئی۔
شگو اٹھ کھڑا ہوا۔
دانت صاف کرتے ہوئے اس نے آسمان پر نظر دوڑائی لیکن چیل کہیں نظر نہ آئی۔
لیکن ایسا لگا جیسے کوئی تازگی سے معمور جوان آواز رخصت ہوئی اور جاتے جاتے چھت پر پھیلے آسمان میں سکون گھول گئی۔
"کیکو کو۔ تم نے بھی میرے خیال میں ہماری چیل کی آواز سن لی؟" اس نے باورچی خانے کی طرف منہ کر کے کہا۔
"نہیں، میں نے نہیں سنی۔ میری بے خیالی۔" کیکو کو گرم گرم چاول، جن سے بھاپ اٹھ رہی تھی، پتیلی سے نکال کر ڈونگے میں ڈالنے میں مصروف تھی۔
"یہ ہمارے پاس بسیرا کرتی ہے۔ تم بھی یہی کہو گی نا؟"
"جی ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔"
"پچھلے سال بھی ہم نے اس کی آواز بہت سنی۔ خدا جانے کون سا مہینہ تھا؟ یہی دن تھے؟ میرا حافظہ اب ویسا نہیں رہا جیسا اسے ہونا چاہیے۔"
شگو کے دیکھتے دیکھتے کیکو کو نے بالوں سے بندھا ربن کھول ڈالا۔
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بعض اوقات وہ بال باندھ کر سوتی تھی۔ ڈونگے کو کھلا چھوڑ کر وہ جلدی سے شگو کی چائے بنانے چلی گئی۔
"اگر ہماری چیل آ گئی ہے تو پھر ہمارے ورسوں کو بھی آ جانا چاہیے۔"

"ہاں- اور کووں کو-"

"کوے؟" شگو ہنسا- اگر چیل "ہماری" ہے تو پھر کوے بھی "ہمارے" ہی کہلانے چاہئیں- "ہم سمجھتے ہیں کہ یہ گھر انسانوں کے واسطے ہے لیکن یہاں ہر طرح کے پرندے بھی رہتے ہیں-"

"اور پسو اور مچھر بھی آیا چاہتے ہیں-"

"یہ خوب سوجھا- لیکن پسو اور مچھر یہاں نہیں رہتے- اتنی عمر ہی نہیں ہوتی ان کی کہ پچھلے سال کے پسو اور مچھر اب تک زندہ ہوں-"

"میرے خیال میں پسو تو زندہ رہتے ہیں- ہمارے ہاں جاڑوں میں بھی ہوتے ہیں-"

"یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ پسوؤں کی عمر کتنی ہوتی ہے لیکن اس میں شبہ ہے کہ پچھلے سال کے پسو اب تک نہیں مرے-"

کیکو کو نے اس کی طرف دیکھا اور ہنس پڑی- "کوئی دن جاتا ہے کہ وہ سانپ بھی نکل آئے گا-"

"وہی آؤ دائی شو٭ جسے دیکھ کر تم اتنی ڈر گئی تھیں؟"

"جی-"

"وہ تو اس جگہ کا مالک ہے-"

پچھلی گرمیوں میں ایک روز کیکو کو بازار سے خریداری کر کے لوٹی تو باورچی خانے کے دروازے پر سانپ نظر آیا اور خوف زدہ ہو کر لرزتی کانپتی ہوئی گھر میں داخل ہوئی-

کیکو کو کی چیخ سن کر تیرو دوڑی ہوئی آئی اور دیوانہ وار بھونکنے لگی- کبھی اپنا سر نیچے کرتی جیسے سانپ کو کاٹنے والی ہو، چھلانگ مار کر چار پانچ فٹ پیچھے جاتی اور دوبارہ حملہ کرنے کو لپکتی- یہ عمل بار بار دہرایا گیا-

سانپ نے سر اٹھایا، لال رنگ کی جیبھ نکال کے لہرائی، پھر مڑا اور باورچی خانے کی دہلیز پر سے سرک کر اپنی راہ لی-

---

٭ ایک بڑا، بے ضرر سانپ

کیکو کے بیان کے مطابق وہ دروازے کی چوڑائی سے دگنا لمبا تھا یعنی دو گز سے زیادہ لمبا۔ اور اس کی کلائی سے زیادہ موٹا تھا۔

کیکو پر انتہا کا اضطراب طاری تھا لیکن یاسو کو پرسکون تھی۔ "وہ اس جگہ کا مالک ہے۔ تمہارے آنے سے پتا نہیں کتنے سال پہلے سے یہاں ہے۔"

"اگر تیرو اسے کاٹ کھاتی تو کیا ہوتا؟"

"تیرو مار کھا جاتی۔ سانپ بل پر بل کھا کر اسے شکنجے میں کس لیتا۔ یہ بات اسے اچھی طرح معلوم تھی اور اس لئے صرف بھونکنے سے کام چلاتی رہی۔"

کیکو کو بدستور کپکپی چھوٹی ہوئی تھی۔ کچھ مدت کے لئے اس نے باورچی خانے کا دروازہ استعمال کرنا چھوڑ دیا اور اگلے دروازے سے باہر جانے اندر آنے لگی۔

اسے یہ سوچ کر بڑا خلجان ہوتا تھا کہ فرش کے نیچے ایسی بلا موجود ہے۔

لیکن سانپ غالباً پچھواڑے کے پہاڑ پر رہتا تھا اور شاذ و نادر ہی نیچے اترتا تھا۔

مکان کے پیچھے جو زمین تھی وہ شگو کی نہیں تھی۔ اسے یہ بھی علم نہیں تھا کہ وہ کس کی ملکیت ہے۔

پہاڑ ایک کھڑے ڈھلان کی صورت میں شگو کے مکان سے بھڑا ہوا تھا اور وہاں جو جانور رہتے تھے ان کے سامنے کوئی ایسی حد بندی نہیں تھی جو باغ کو پہاڑ سے الگ کر سکتی۔ پہاڑ پر سے پتے اور پھول بڑی فراوانی سے باغ میں گرتے رہتے تھے۔

"واپس آ گئی" شگو نے آپ ہی آپ بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر بشاشت بھرے انداز میں۔ "کیکو کو، معلوم ہوتا ہے چیل واپس آ گئی۔"

"ہاں۔ اس مرتبہ مجھے اس کی آواز آ رہی ہے۔" کیکو نے چھت کی طرف دیکھا۔

چیل کچھ دیر چلچلاتی رہی۔

"چند منٹ پہلے اڑ کے سمندر کی طرف چلی گئی تھی نا؟"

"لگا یہی تھا۔"

"کچھ کھانے گئی ہو گی۔ کھا کے واپس آ گئی۔"

کیکو کے کہتے ہی یہ بات بالکل قرین قیاس معلوم ہونے لگی۔ "کیا ہو جو اس

کے لئے ایسی جگہ پہ مچھلیاں رکھ دیں جہاں اسے نظر آجائیں۔"

"تیرو کھا جائے گی۔"

"کسی اونچی جگہ پہ۔"

پچھلے سال کی بات ہو یا پچھلے سے پچھلے سال کی، یہی ہوتا آیا تھا۔ جب بھی شگو نے، آنکھ کھلنے پر، چیل کی پکار سنی اس کے دل میں محبت موج زن ہوگئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس انس کی حد تک وہ تنہا نہ تھا۔ چیل کو سب گھر والے "ہماری چیل" ہی کہتے تھے۔

تاہم وہ یقین سے نہ کہہ سکتا تھا کہ چیل ایک تھی یا دو چیلیں تھیں۔ اسے یاد پڑتا تھا کہ اس نے کسی نہ کسی سال چھت پر دو چیلوں کو اٹھلاتے دیکھا تھا۔

اور کیا ایک مدت سے ہر سال وہ اسی ایک چیل کی آواز سنتے آرہے تھے؟ کیا پرانی نسل کی جگہ نئی تانتی لے چکی تھی؟ کہیں پرانی چیل مر تو نہیں گئی اور اس کی جگہ اب اس کا کوئی پھورا چلچلا رہا تھا؟ اس روز صبح کے وقت شگو کو یہ خیال پہلی مرتبہ آیا۔

اسے یہ خیال دل چسپ معلوم ہوا کہ پرانی چیل پچھلے برس مرگئی تھی اور اس کی موت سے بے خبر وہ، نیم خوابیدہ اور نیم بیدار، اس سال کسی نئی چیل کی آواز سن کر سمجھ رہے ہیں کہ یہ انہیں کی چیل ہے۔

اور یہ عجیب معلوم ہوتا تھا کہ کاماکورا میں اتنے بہت سے پہاڑوں کے ہوتے ہوئے چیل نے بسیرے کے لئے اس پہاڑ کو چنا جو شگو کے گھر کے پچھواڑے واقع تھا۔ "جس سے ملنا دشوار تھا میں اس سے مل چکا، جس کا سننا دشوار تھا میں اسے سن چکا۔"* شاید کچھ ایسا ہی معاملہ اس چیل کا بھی تھا۔

اگر چیل نے ان کے ہاں ڈیرا ڈالا ہوا تھا تو اپنی آواز سے ان کا دل بھی بہلاتی رہتی تھی۔

---

* متشرع بدھ مت کا ایک عام مقولہ۔

2

شکو اور کیکو کو چوں کہ منہ اندھیرے اٹھنے کے عادی تھے اس لئے انہیں آپس میں جو باتیں کرنی ہوتیں صبح سویرے کر لیتے۔ شکو کو شوئی چی سے علیحدگی میں بات کرنے کا موقع صرف اس وقت ملتا جب دونوں اتفاق سے ایک ہی ٹرین پر سفر کر رہے ہوتے۔

جب ٹرین ریل والا پل پار کر کے ٹوکیو کی حدود میں پہنچتی اور اوکے گامی کے مقام پر درختوں کا جھنڈ نظر آنے لگتا تو شکو اپنے آپ سے کہتا۔ "سمجھو پہنچ ہی گئے۔" اسے صبح کی ٹرین کی کھڑکی سے درختوں کے جھنڈ پر نظر ڈالنے کی عادت تھی۔

کہنے کو تو وہ سالہا سال سے اسی ٹرین سے آ جا رہا تھا لیکن کہیں اب جا کے خبر ہوئی تھی کہ جھنڈ میں دو درخت چیڑ کے بھی ہیں۔

چیڑ کے درخت جھنڈ کے باقی درختوں سے اونچے تھے۔ ایک دوسرے کی طرف جھکے ہوئے جیسے گلے ملنے والے ہوں۔ ٹہنیاں اتنے قریب آ چکی تھیں کہ لگتا تھا دیکھتے دیکھتے ہم آغوش ہو جائیں گی۔

چوں کہ وہ جھنڈ میں اس قدر نمایاں تھے، کوئی اور درخت ان کی طرح قد آور نہ تھا، اس لئے اسے فوراً نظر آ جانے چاہئیں تھے۔ ان کا پتا چل گیا تھا تو اب اس کی نظر سب سے پہلے چیڑ کے انہیں درختوں پر پڑتی تھی۔

"شوئی چی" اس نے پوچھا "کیکو کو کیا تکلیف ہے؟"

"کوئی خاص نہیں۔" شوئی چی ایک ہفت روزہ پڑھ رہا تھا۔

اس نے کاماکورا سٹیشن سے دو رسالے خریدے تھے اور ایک باپ کو تھما دیا تھا۔ شکو نے پڑھے بغیر ایک طرف رکھ دیا تھا۔

"اسے کیا تکلیف ہے؟" شکو نے رسان سے بات دہرائی۔

"سر میں درد کی شکایت کرتی ہے۔"

"اوہ؟ بڑی بی نے بتایا کہ کل وہ ٹوکیو گئی تھی اور رات جب واپس آئی تو آتے ہی لیٹ گئی۔ اس طرح کی حرکت اس کا معمول نہیں۔ بڑی بی کا خیال ہے کہ ٹوکیو میں اس کے ساتھ کچھ ہوا ہے۔ رات اس نے کھانا بھی نہیں کھایا اور جب تم گھر آئے

اور اپنے کمرے میں گئے، اس وقت نو تو ضرور بج چکے ہوں گے، تو ہمیں اس کے رونے کی آواز سنائی دی۔ کوشش تو کرتی رہی کہ دبی دبی آواز میں روئے مگر آواز ہم پھر بھی سن سکتے تھے۔"

"چند روز میں بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔ میرے خیال میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔"

"اوہ؟ اگر صرف سر میں درد ہوتا تو وہ ہرگز نہ روتی۔ اور کیا آج سویرے بھی وہ رو نہیں رہی تھی؟"

"ہاں۔"

"فوساکو کہتی ہے کہ جب وہ ناشتہ لے کر گئی تو کیکو کو نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اس کا فوساکو کو بہت رنج ہوا۔ میں نے سوچا تم سے پوچھ ہی لوں۔ بتاؤ تو سہی، کیا گڑبڑ ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے پورے کنبے کی نگاہیں کیکو کو پر جمی ہوئی ہیں۔" شوئی چی نے بھوں اچکا کر شنگو کی طرف دیکھا۔ "وہ بھی، باقی تمام لوگوں کی طرح، کبھی نہ کبھی بیمار پڑ جاتی ہے۔"

"اور عارضے کی نوعیت کیا ہے؟" شنگو نے جھنجلا کر پوچھا۔

"اسقاط حمل" شوئی چی نے تڑاق سے جواب دیا۔

شنگو کے ہوش اڑ گئے۔ اس نے اگلی سیٹ کی طرف دیکھا۔ وہاں دو امریکی فوجی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے یہ فرض کر کے گفتگو کا آغاز کیا تھا کہ امریکی ان کی باتیں سمجھ نہ سکیں گے۔

اس نے آواز آہستہ کرلی۔ "ڈاکٹر کے پاس گئی تھی؟"

"ہاں۔"

"کل؟" یہ کھوکھلی بڑبڑاہٹ تھی۔

شوئی چی نے اپنا رسالہ ایک طرف رکھ دیا۔ "ہاں۔"

"اور اسی دن واپس بھی آ گئی!"

"ہاں۔"

"تم نے اسے مجبور کیا۔"

"وہ حمل ضائع کرانا چاہتی تھی۔ میں نے بہت سمجھایا۔ اس نے ایک نہ سنی۔"

"ایکو نے یہ چاہا؟ تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"یہی سچ ہے۔"

"کیوں؟ کس وجہ سے اس کے دل میں یہ بات آئی؟"

شوئی چی خاموش رہا۔

"کیا خیال ہے؟ اس میں تمہارا قصور نہیں ہے کیا؟"

"یہی سمجھنا پڑے گا۔ لیکن اس کا کہنا تھا کہ میں اس وقت ماں بننا نہیں چاہتی۔ بات ختم ہوئی۔"

"اگر کوشش کرتے تو تم اسے باز رکھ سکتے تھے۔"

"میرے خیال میں اس دفعہ تو باز نہیں رکھ سکتا تھا۔"

"اس دفعہ؟ مطلب کیا ہے تمہارا؟"

"آپ بھی جانتے ہیں کہ مطلب کیا ہے۔ اس وقت وہ مجھ جیسے کے بچے کی ماں نہیں بننا چاہتی۔"

"یعنی جتنی دیر تمہارے اس عورت سے تعلقات ہیں؟"

"یہی کہنا ہو گا۔"

"تم یہی کہو گے" طیش کے مارے شگو کو لگ رہا تھا جیسے سینہ جکڑا گیا ہو۔ "یہ آدمی خودکشی تھی۔ کیا تم ایسا نہیں سمجھتے؟ بات صرف یہ نہیں کہ وہ تم سے بدلا لینے پر تلی ہوئی تھی۔ اصل میں خود کو ادھ موئی کر دینا چاہتی تھی۔" شگو نے ایسی چڑھائی کی کہ شوئی چی بغلیں جھانکنے لگا۔ "اس کے دل میں زندگی کی جو امنگ تھی وہ تم نے خاک میں ملا دی۔ اس نقصان کی تلافی ممکن نہیں۔"

"میں کہوں گا کہ وہ اب بھی اچھے بھلے حوصلے کی مالک ہے۔"

"لیکن کیا وہ عورت نہیں؟ تمہاری بیوی نہیں؟ اگر تم نے اسے ڈھارس دلانے والا ایک بھی کام کیا ہوتا تو وہ ہنسی خوشی بچے کی ماں بن جاتی۔ وہ دوسری عورت ہوتی چاہے نہ ہوتی۔"

"اوہو، لیکن یہ معاملہ ہونے نہ ہونے کا نہیں۔"

"یاسوکو کو پوتے پوتیوں کا کتنا ارمان ہے یہ کیکو کو بھی جانتی ہے۔ اتنی اچھی طرح جانتی ہے کہ دیر پر دیر ہوتی جانے کی وجہ سے خود کو مجرم سمجھنے لگی ہے۔ بچے کی آرزو دل میں لئے اور گود پھر بھی خالی کی خالی۔ اس کی وجہ یہ کہ تم اسے روحانی طور پر قتل کر چکے ہو۔"

"معاملہ اصل میں تھوڑا سا مختلف ہے۔ خود اس کی اپنی نازک مزاجی بھی آڑے آتی ہے۔"

"نازک مزاجی؟"

"برا مانتی ہے کہ اسے ایسی صورت حال سے دوچار کر دیا گیا۔"

"اوہ؟" یہ میاں بیوی کا آپس کا معاملہ تھا۔ وہ حیران ہوا کہ کیا شوئی چی کی حرکتوں کی وجہ سے کیکو واقعی خود کو گھٹیا اور ذلیل سمجھنے لگی تھی۔ "میں نہیں مانتا۔ شاید اپنی باتوں اور حرکتوں سے کیکو نے اس طرح کا کوئی تاثر دیا ہو لیکن مجھے شک ہے کہ وہ سچ مچ یہی کچھ محسوس کرتی ہے۔ اگر شوہر اپنی بیوی کی نازک مزاجی کا بتنگڑ بنا لے تو اس کا مطلب ہے کہ شوہر میں محبت کی کمی ہے۔ ہے کوئی شوہر جو عورت کے ناک بھوں سکیڑ کر بیٹھ رہنے کو اتنی اہمیت دے؟" شنگو کی گفتگو میں پہلا سا زور شور نہ رہا تھا۔ "جب یاسوکو کو پتا چلے گا کہ پوتی یا پوتا ہاتھ سے جاتا رہا تو خدا جانے کیا کہے گی۔"

"میرا خیال ہے امی کے سر سے بوجھ اتر جائے گا۔ انہیں اب یہ تو معلوم ہے کہ کیکو کے بچہ ہو سکتا ہے۔"

"کیا کہا؟ تم ضمانت دیتے ہو کہ آگے چل کر اس سے اولاد ہو گی؟"

"میں ضمانت دینے کو تیار ہوں۔"

"یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جسے نہ تو خدا کا خوف ہو نہ انسانوں سے محبت۔"

"آپ نے بات کو الجھا کر رکھ دیا۔ کیا یہ خاصا سیدھا سا معاملہ نہیں؟"

"کسی طرح بھی سیدھا سا معاملہ نہیں۔ اس پر ذرا ایک منٹ کے لئے سوچو تو۔ یاد کرو کہ کیکو کس طرح رو رہی تھی۔"

"یہ بات نہیں کہ خود مجھے اولاد کی خواہش نہیں۔ لیکن ہمارے باہمی تعلقات کا اب جو حال ہے اس کے پیش نظر مجھے شبہ ہے کہ وہ بہت اعلیٰ قسم کا بچہ ہوتا۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ تمہارا کیا حال ہے مگر کیکو کو کا حال بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔ جو خرابی ہے صرف تم میں ہے۔ وہ تمہاری جیسی نہیں۔ حسد کی ماری ہوئی ہے۔ اسے حسد سے نجات دلانے کے لئے تم کچھ نہیں کر رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے بچہ گنوا دیا اور شاید بچے کے علاوہ بھی کچھ گنوا بیٹھی ہو۔" شوئی چی حیران ہو کر باپ کو دیکھ رہا تھا۔ "کیسا رہے جو ایک دفعہ یہ بھی کر دیکھو: اس عورت کے ساتھ نشے میں دھت ہو جاؤ، گندے جوتے پہنے پہنے گھر آؤ، ٹانگیں کیکو کو کے گھٹنوں پر رکھ دو اور جوتے خود اتارنے کے بجائے بیوی سے اترواؤ۔"

3

اس روز صبح کو شنگو کو کمپنی کے کسی کاروباری سلسلے میں بینک جانا پڑا۔ دوپہر کا کھانا ایک دوست کے ساتھ کھایا جو بینک میں کام کرتا تھا۔ وہ کوئی ڈھائی بجے تک گپ کرتے رہے۔ ریستوراں سے دفتر فون کرنے کے بعد شنگو گھر چلا گیا۔

کونیکو کو گود میں لئے کیکو کو برآمدے میں بیٹھی تھی۔

شنگو کے جلدی گھر آ جانے پر حیران ہو کر وہ ہڑبڑا کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے نہیں بھئی" وہ برآمدے میں چلا آیا۔ "بستر میں کیوں نہیں لیٹی ہوئی ہو؟"

"اس کا کلوٹ بدلنے لگی تھی۔"

"فوساکو؟"

"وہ ساتوکو کو لے کر ڈاک خانے تک گئی ہیں۔"

"اسے ڈاک خانے میں کیا کام پڑ گیا؟ بچی کو چھوڑ کے چل دی۔"

"ایک منٹ" کیکو کو نے بچی سے کہا۔ "پہلے نانا ابا کو کمونو لا دوں۔"

"نہیں بھئی، پہلے کونیکو کے کپڑے بدل دو۔"

کیکو کو نے مسکراتے ہوئے نظر اٹھائی۔ ہونٹوں کے درمیان اس کے چھوٹے

Muhammad Husnain Siyalvi
0305-6406067
Sidrah Tahir
0334-0120123
Muhammad Saqib Riyaz
0344-7227224

چھوٹے دانت نظر آئے۔

"وہ کہہ رہے ہیں پہلے تمہارے کپڑے بدلے جائیں گے۔" کیکو کو نے کھلا ڈلا لباس پہن رکھا تھا۔ چمکیلا ریشمی کمونو پتلی اوبی سے باندھ رکھا تھا۔ "ٹوکیو میں بارش تھم گئی؟"

"بارش؟ ٹرین پر سوار ہوا تو بارش ہو رہی تھی۔ ٹرین سے اترا تو مطلع صاف۔ خیال ہی نہیں کیا کہ بارش رکی تو ٹرین کہاں تھی۔"

"ادھر تو ابھی چند منٹ پہلے تک بارش ہو رہی تھی۔ بارش رکی تو فوسا کو باہر گئیں۔"

"پہاڑی کی اوپرلی طرف ابھی تک گیلی ہے۔"

برآمدے میں بچی کو پیٹھ کے بل لٹایا گیا تو اس نے ننگی ٹانگیں اٹھائیں اور ہاتھ بڑھا کر پیروں کی انگلیاں پکڑ لیں۔ ہاتھوں کے مقابلے میں اس کی ٹانگیں زیادہ آزادی سے ہلتی جلتی تھیں۔ "ہاں' وہ دیکھو پہاڑ پہ کیا" کیکو کو نے بچی کا پچھایا پونچھتے ہوئے کہا۔

دو امریکی فوجی طیارے نیچے اڑتے ہوئے اوپر سے گزرے۔

شور ہوا تو بچی نے چونک کر پہاڑ کی طرف دیکھا۔ انہیں طیارے تو نظر نہ آئے لیکن ڈھلان پر بڑے بڑے سائے گزرتے دکھائی دیئے۔ غالباً سایوں کو بچی نے بھی دیکھا۔

معصوم آنکھوں میں حیرت کی چمک نے شنگو کے دل پر اثر کیا۔

"یہ کیا جانے ہوائی حملے کیا ہوتے ہیں۔ ہر طرح کے بچے ہیں جنہیں کچھ پتا نہیں کہ جنگ کیا ہوتی ہے۔" اس نے بچی کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں نظر آنے والی چمک کبھی کی ماند پڑ چکی تھی۔ "اس کی آنکھوں میں ابھی جو کیفیت تھی' جی چاہتا ہے میرے پاس اس کی تصویر ہوتی۔ تصویر میں طیاروں کے سائے بھی دکھائی دیتے۔ اور اگلی تصویر میں...."

ایک مرا ہوا بچہ جسے طیارے سے چلائی ہوئی گولی لگی تھی۔ وہ یہ کہنے ہی والا تھا لیکن کہتے کہتے رک گیا۔ اسے یاد آگیا کہ کل ہی تو کیکو کو نے حمل ضائع کرایا تھا۔

درحقیقت کونیکو جیسی اسے ابھی ابھی دکھائی دی تھی ان دو تصویروں میں ویسے بے شمار بچے تھے۔

کونیکو کو بانہوں میں اٹھائے، ہاتھ میں لپیٹا ہوا کلوٹ لئے، کیکو کو غسل خانے کی طرف چل دی۔

شگو کیکوکو کی وجہ سے فکر مند ہو کر جلدی گھر آ گیا تھا۔ وہ ناشتے کے کمرے میں گیا۔

"اتنی جلدی کس لئے چلے آئے؟" یاسوکو نے پوچھا۔ وہ بھی ناشتے کے کمرے میں آ گئی تھی۔

"تم کہاں تھیں؟"

"بال دھو رہی تھی۔ بارش رکی تو تیز دھوپ نکل آئی اور سر میں ادھر سے ادھر تک کھجلی اٹھنے لگی۔ آدمی بوڑھا ہو جائے تو سر میں خواہ مخواہ کھجلی ہونے لگتی ہے۔"

"میرے سر میں تو نہیں ہوتی۔"

"شاید اس لئے کہ بڑا پکا سر ہے" وہ ہنسی۔ "مجھے پتا چل گیا تھا کہ تم گھر آ گئے ہو لیکن میں نے سوچا کہ اگر بال بکھیرے، سر جھاڑ منہ پہاڑ، تمہارے سامنے آ گئی تو ڈانٹ پڑے گی۔"

"بڑی بی سارے بال کھولے پھر رہی ہے۔ کاٹ کے ان سے چائے گھولنے کی کوچی کیوں نہ بنا لیں؟"

"خیال تو برا نہیں۔ کوچی مردوں کے بھی ہوتی ہے۔ پتا ہے، پہلے دستور تھا کہ مرد عورت دونوں نے بال کٹوا کے چھوٹے کرائے اور کس کے جوڑا باندھ لیا، جیسے چائے گھولنے کی کوچی۔ جا کے کوئی کابو کی ڈراما دیکھ لو۔"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ سمیٹ کے جوڑا باندھ لیا جائے۔ بال کٹوا دینے کی بات کر رہا تھا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ ہم دونوں کے سر پر ضرورت سے زیادہ بال ہیں۔"

"کیکو اٹھ کے چل پھر رہی ہے؟" شگو نے دبی دبی آواز میں پوچھا۔

"کچھ ہاتھ پاؤں ہلا رہی ہے۔ مجھے تو حال غیر معلوم ہوتا ہے۔"

"بچی کو اٹھائے اٹھائے نہیں پھرنا چاہئے اسے۔"

"فوساکو نے کہا، ذرا ایک منٹ کے لئے اسے سنبھال لو اور کیکوکو کے بستر کے پاس لٹا کے چل دی۔ بچی اس وقت چین سے سو رہی تھی۔"

"تم نے کیوں نہ لے لیا؟"

"جب اس نے رونا شروع کیا تو میں بال دھو رہی تھی۔" یاسوکو اس کا کوٹ لینے چلی گئی۔ "میں تو حیران تھی کہ تم جو اتنی جلدی گھر آ گئے ہو تو شاید تمہاری اپنی طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔"

شنگو نے کیکوکو کو آواز دی جو لگتا تھا غسل خانے سے نکل کر اپنے کمرے میں جا رہی ہے۔

"جی؟"

"کونیکو کو ادھر لے آؤ۔"

"ہم ایک منٹ میں آئے۔"

کیکوکو کے ہاتھ میں ہاتھ دئے کونیکو پاؤں پاؤں چل رہی تھی۔ کیکوکو نے ایک زیادہ حسب قاعدہ ادبی باندھ لی تھی۔

کونیکو نے یاسوکو کا کندھا پکڑنا چاہا۔ یاسوکو نے، جو شنگو کی پتلون جھاڑ رہی تھی، بچی کو گھٹنے پر بٹھا لیا۔

کیکوکو شنگو کا سوٹ لے کر چلی گئی۔

سوٹ کو ساتھ والے کمرے میں سنگوا کر اس نے وارڈ روب کے پٹ آہستہ سے بند کئے۔

ایسا معلوم ہوا کہ وارڈ روب کے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ کر وہ گڑبڑا گئی اور یہ فیصلہ نہ کر پائی کہ اپنے کمرے میں چلی جائے یا ناشتے کے کمرے میں لوٹ آئے۔

"کیا تمہارے لئے بہتر نہ ہو گا کہ جا کے لیٹ رہو؟"

"جی۔" کیکوکو کے ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک تشنج کی ایک لہر دوڑی۔ وہ مڑ کر دیکھے بغیر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"کیکوکو تمہیں بدلی بدلی معلوم نہیں ہو رہی؟"

شکو خاموش رہا۔

"بالکل سمجھ میں نہیں آتا کہ چکر کیا ہے۔ اٹھ کے بیٹھ جاتی ہے' ادھر ادھر پھرتی رہتی ہے اور پھر اس کی طبیعت دوبارہ گرنے لگتی ہے۔ مجھے بہت پریشانی ہے۔"

"مجھے بھی ہے۔"

"تمہیں شوئی چی اور اس کے یارانے کے بارے میں کچھ کرنا پڑے گا۔"

شکو نے سر ہلا کر صاد کیا۔

"کیکو کو سے جو کہنا سننا ہے اچھی طرح کہہ سن لو تو کیا ہے۔ میں اتنے میں بچی کو لے کے فوساکو کے پاس جاتی ہوں اور آتے جاتے رات کے کھانے کے لئے کچھ خریداری کر لوں گی۔ یہ جو فوساکو ہے—— یہ اور ہی شے ہے۔"

یاسوکو بچی کو گود میں لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اسے ڈاک خانے میں کیا کام پڑ گیا؟"

یاسوکو نے مڑ کے دیکھا۔ "مجھے آپ تعجب ہوا۔ تمہارے خیال میں کہیں ایسا تو نہیں کہ ائی ہارا کو خط لکھا ہو۔ انہیں الگ ہوئے چھ مہینے ہو گئے۔ فوساکو کو گھر آئے چھ مہینے ہو چکے۔ نئے سال کی رات کو آئی تھی۔"

"خط ہی ڈالنا تھا تو سڑک پر آگے جا کے جو لیٹر بکس ہے اس میں ڈال سکتی تھی۔"

"میں جانوں اس کا خیال ہو گا کہ خط ڈاک خانے جا کر ڈالا تو جلدی اور بحفاظت پہنچ جائے گا۔ شاید ائی ہارا کا خیال آتے ہی اسے گھر پر ایک منٹ ٹکے رہنا بھی محال نظر آنے لگا ہو۔"

شکو کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ اسے یاسوکو کے مزاج پر رجائیت کا غلبہ نظر آیا۔

معلوم یہ ہوتا تھا کہ ایسی عورت میں' جسے بڑھاپے میں گھر بار سنبھالنا پڑا ہو' رجائیت کی جڑیں بہت دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔

چار پانچ دن کے اخباروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ یاسوکو انہیں پڑھتی رہی تھی۔ شکو اخبار اٹھا کر دیکھنے لگا۔ اصل میں اسے ان اخباروں سے کوئی دلچسپی تو تھی نہیں لیکن

ایک انوکھی سرخی پر نظر پڑ گئی۔ "دو ہزار سال پرانا کنول کھل اٹھا۔"

گزشتہ موسم بہار میں، چی با کے کیمی گاوا ضلع میں ایک یایوئی* کھدائی کے دوران، ایک ایسی ناؤ میں، جسے درخت کا تنا کھوکھلا کر کے بنایا گیا تھا، کنول کے تین بیج ملے تھے۔ ان کے بارے میں طے پایا کہ دو ہزار سال پرانے ہیں۔ "کنولیات کا کوئی ماہر ڈاکٹر" انہیں اگانے میں کامیاب ہو گیا اور اس برس تین مختلف جگہوں پر ان کی پنیری لگائی گئی۔ ایک تو چی با زرعی تجرباتی سٹیشن پر، دوسرے چی با پارک کے ایک تالاب میں اور تیسرے چی با ہی میں ہاتا کے ماچے کے ایک ساکے ساز کے گھر میں۔ بظاہر شراب ساز ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کھدائی کے اخراجات برداشت کیے تھے۔ اس نے اپنی کونپل پانی بھرے ایک دیگ میں ڈال کر باغ میں رکھ دی تھی اور سب سے پہلے اسی کے پودے پر پھول آیا۔ یہ خبر سنتے ہی کنولیات کا ڈاکٹر دوڑا دوڑا وہاں پہنچا۔ "کھل اٹھا بھئی کھل اٹھا" اس نے خوش نما پھول کو سہلاتے ہوئے کہا۔ اخبار کا کہنا تھا کہ پھول "گلدان نما" ہے، پھر "پیالی نما" ہو گا، پھر "کاسہ نما" اور آخر میں "قاب نما" ہو کر اپنی پنکھڑیاں گرا دے گا۔ مزید یہ اطلاع بھی تھی کہ پھول میں چوبیس پنکھڑیاں تھیں۔

مضمون کے نیچے ڈاکٹر کی تصویر چھپی ہوئی تھی۔ بال بظاہر سفید ہوتے ہوئے، ناک پر عینک دھری، ہاتھ کھلنے والے کنول کی ساق پر۔ مضمون پر دوبارہ نظر ڈالی تو شگو کو پتا چلا کہ ڈاکٹر انہتر سال کا ہے۔

شگو کچھ دیر کنول کے فوٹو کو دیکھتا رہا۔ پھر اخبار لے کر کیکو کو کے کمرے میں پہنچا۔

کمرا شوئی چی اور کیکو کو دونوں کا تھا۔ ڈیسک پر، جو جہیز میں ملا تھا، شوئی چی کا فیلٹ ہیٹ پڑا تھا۔ پاس ہی قلم دوات، کاغذ رکھے تھے ـــــ شاید اسے کسی کو خط لکھنے کا خیال آیا ہو۔ ڈیسک کے دراز پر کشیدہ کاری کا ایک نمونہ لٹکا ہوا تھا۔

اسے لگا جیسے عطر کی خوشبو آ رہی ہے۔

"کیا حال ہے؟ ہر وقت بستر پر سے چھلانگیں مت لگایا کرو۔" وہ ڈیسک کے پاس

---

* جاپان کی قدیم تاریخ کا ایک دور جو 200 ق م سے 200ء تک پھیلا ہوا ہے۔

بیٹھ گیا۔

کیکو کو آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اسے کچھ ندامت ہو رہی تھی کہ شگو نے بستر میں لیٹے رہنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے رخساروں پر ہلکی سی تمتماہٹ تھی۔ بہرحال' ماتھے کا رنگ اڑا اڑا تھا اور ابرو نمایاں ہو کے نظر آ رہے تھے۔

"اخبار میں تم نے یہ خبر دیکھی کہ دو ہزار سال پرانے کنول کے پودے پر پھول آگیا ہے؟"

"جی۔"

"اوہ' دیکھ چکیں" وہ بڑبڑایا۔ "اگر تم ہمیں صرف بتا دیتیں تو اتنی سی جان پر اس قدر بوجھ نہ پڑتا۔ تمہیں اسی دن واپسی نہیں آنا چاہئے تھا۔"

کیکو نے حیرت زدہ ہو کر نظر اٹھائی۔

"کیوں جی' ہم نے پچھلے مہینے ہی تو بچے کی بات کی تھی نا؟ میں سمجھتا ہوں تمہیں اس وقت تک معلوم ہو چکا تھا۔"

کیکو نے سر ہلا کر انکار کیا۔ "نہیں' اگر مجھے پتا ہوتا تو شرم کے مارے کچھ کہہ نہ سکتی۔"

"اوہ؟ شوئی چی اسے نازک مزاجی کا نام دے رہا تھا۔" کیکو کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر شگو نے اس موضوع کو ترک کر دیا۔ "تمہیں ڈاکٹر کے پاس دوبارہ تو نہیں جانا پڑے گا؟"

"کل دکھانے جاؤں گی۔"

اگلے دن شگو دفتر سے لوٹا تو یاسوکو کو بے چینی سے اپنا منتظر پایا۔

"کیکو کو اپنے میکے چلی گئی۔ بتا رہے تھے کہ لیٹی ہوئی ہے۔ کوئی دو تو بجے ہوں گے جب ادھر سے فون آیا۔ فوساکو نے سنا۔ کہتے تھے کہ کیکو کو آئی ہے اور اس کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ آ کے لیٹ گئی ہے۔ پوچھنا چاہ رہے تھے کہ وہیں ٹھہر کے وہ دو تین دن آرام کر لے۔"

"اوہ؟"

"میں نے فوساکو سے کہا کہ بتا دو ہم شوئی چی کو کل ادھر بھیج دیں گے۔ فوساکو

کہنے لگی کہ کیکوکو کی امی تھیں۔ تمہارے خیال میں کیکوکو خاص اس مقصد کے لیے ٹوکیو گئی تھی؟"

"نہیں۔"

"نہ جانے اسے کیا ہو گیا؟"

شگو نے کوٹ اتار دیا تھا اور ٹھوڑی اوپر کر کے آہستہ آہستہ ٹائی کھول رہا تھا۔

"حمل ضائع کرایا ہے۔"

"کیا؟" یاسوکو کے ہوش جاتے رہے۔ "ہمیں بتائے بغیر؟ کیکوکو نے ایسا کیا؟ آج کل کے لوگ اپنی سمجھ میں تو آتے نہیں۔"

"امی، آپ آنکھیں کھلی رکھیں تو پتا بھی چلے کہ اردگرد کیا ہو رہا ہے" فوساکو کونیکو کو گود میں لئے ناشتے کے کمرے میں آئی۔ "مجھے سب معلوم تھا۔"

"اور تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" یہ سوال بے ساختہ زبان پر آ گیا۔

"یہ میں آپ کو بتانے سے رہی۔ لیکن بعد میں، پتا بھی ہے، صفائی اور پونچھ پانچھ کرنی پڑتی ہے۔"

شگو کی سمجھ میں نہ آیا کہ اور کیا کہے۔

دارالحکومت کا ایک باغ

"ابا جان بڑے مزے کے آدمی ہیں، کیوں امی؟" فوساکو نے رات کے کھانے کے بعد دھلنے والی رکابیاں ٹرے میں زور زور سے اوپر تلے رکھتے ہوئے کہا۔ "جو لڑکی غیروں سے آئی اس سے گھلو مٹھو۔ سگی بیٹی کو دور سے سلام۔"

"بس کرو، فوساکو۔"

"سچ لیکن سچ ہے۔ اگر پالک کو زیادہ آنچ لگ گئی تھی تو لحاظ کیوں کیا؟ منہ پر کہہ دیتے۔ ایسا بھی نہیں کہ میں نے پکا پکا کے گلتھی بنا دیا ہو۔ نظر تو پھر بھی آ رہا تھا کہ پالک ہی ہے، کچھ اور نہیں۔ پالک کسی گرم چشمے میں ڈلوا کے پکوا لیا ہوتا۔"

"گرم چشمے میں؟"

"انڈے اور ڈمپلنگ گرم چشمے میں پکاتے ہیں کہ نہیں پکاتے؟ مجھے یاد ہے ایک دفعہ آپ نے مجھے کوئی چیز دی تھی جو ریڈیم انڈے کہلاتی تھی، جانے کہاں سے آئے تھے وہ۔ سفیدی سخت اور زردی نرم۔ اور آپ نے کہا نہیں تھا کہ کیوتو کے کدو خانے میں انڈے بڑے عمدہ تلے جاتے ہیں؟"

"کدو خانے میں؟"

"اوہو، لوکی خانہ سہی۔ اتنا تو ہر بھک منگے کو بھی پتا ہے۔ میں تو بس یہ کہہ رہی تھی کہ اچھے پکے ہوئے کھانے اور برے پکے ہوئے کھانے کے بارے میں آپ کے جو خیالات ہیں ان کا بھرتا بنا کے رکھ لیں۔ جانے میری پاپوش۔ جانے میری بلا۔"

یاسوکو ہنس پڑی۔

لیکن فوساکو مسکرائے بغیر بولتی رہی۔ "اگر وہ اسے کسی ریڈیم چشمے پر لے جائیں اور بڑے غور سے، بڑی باریکی سے دیکھتے رہیں کہ کتنی دیر لگتی ہے، درجہ حرارت کیا

ہے تو سینڈو پہلوان کی طرح صحت مند نظر آنے لگیں گے' چاہے ان کی خبرگیری کے
لئے کیکو کو ہو چاہے نہ ہو۔ میں تو اس ہر وقت کے چڑچڑے پن سے بھر پائی۔"
گھٹنوں پر زور دے کر اٹھی اور بھاری ٹرے لے کے چل دی۔ "چاند سا بیٹا اور
پیاری سی بہو نہ ہو تو کھانے کا خاک مزہ آئے۔"

شکو نے نظر اٹھائی۔ اس کی آنکھیں یاسوکو کی آنکھوں سے چار ہوئیں۔ "زبان
بڑی چلتی ہے۔"

"ہاں' کیکوکو کی خاطر ضبط سے کام لیتی رہی۔ بڑھ بڑھ کے بولی بھی نہیں' روئی
بھی نہیں۔"

"بچوں کو رونے دھونے سے کون باز رکھ سکتا ہے" شکو نے بڑبڑا کے کہا۔

اس کا منہ ذرا سا کھلا ہوا تھا جیسے کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہو لیکن فوساکو' باورچی
خانے کی طرف لشتم پشتم جاتے ہوئے' پہلے بول پڑی۔ "بچوں کا ذکر نہیں ہو رہا۔ میری
بات ہو رہی ہے۔ بچے تو ظاہر ہے رویا ہی کرتے ہیں۔"

سنک میں رکابیاں پٹخنے کی آواز ان کے کانوں میں آئی۔

یاسوکو نیم خیز ہو کر رہ گئی۔ باورچی خانے سے سسکیوں کی آواز سنائی دی۔

ادھر سے ادھر آنکھیں گھما پھرا کر یاسوکو کو گھورتی ہوئی ساتوکو دوڑ کر اپنی ماں
کے پیچھے چلی گئی۔

نہایت مکروہ شکل بنائے ہوئے تھی' شکو نے سوچا۔

یاسوکو نے کونیکو کو شکو کے گھٹنے پر بٹھا دیا۔ "ایک منٹ کے واسطے لئے رہو"
اس نے کہا اور فوساکو اور ساتوکو کے پیچھے پیچھے باورچی خانے میں چلی گئی۔

بچی شکو کی بانہوں میں ملائم تھی۔ اس نے بچی کو اپنے اور قریب کر لیا۔ اس
کی ٹانگیں اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ بچی کے گھٹنوں میں پڑنے والے گڑھے اور
پنڈلیوں کے ابھار بھی اس کے ہاتھ میں تھے۔

"گدگدی ہو رہی ہے؟" لیکن کونیکو نے بظاہر اس بات سے اتفاق نہ کیا۔ شکو
کو لگا کہ جب فوساکو ابھی دودھ پیتی بچی تھی اور ننگی لیٹی تھی کیوں کہ اس کے کپڑے
بدلے جانے والے تھے تو شکو نے اس کی بغلوں میں گدگدی کی تھی۔ گدگدائے جانے

پر فوساکو نے ناک سکیڑی تھی اور اس کی طرف بازو ہلائے تھے لیکن شگو کو کوئی بات ٹھیک طرح یاد نہ آ رہی تھی۔

شگو شاذ ہی یہ ذکر کرتا کہ فوساکو کتنی کم رو بچی تھی۔ یہ تذکرہ چھیڑنا یاسوکو کی خوبصورت بہن کے خدوخال کی یاد تازہ کرنے کے مترادف ہوتا۔

اس کی یہ امید کہ سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے فوساکو کے چہرے کے نقوش کئی بار بدلیں گے کبھی پوری نہ ہوئی اور مرور ایام کے ساتھ خود امید بھی دھندلا گئی۔

اس کی نواسی شکل صورت کے اعتبار سے اپنی ماں سے کچھ بہتر معلوم ہوتی تھی اور بچی سے بھی امید وابستہ کی جا سکتی تھی۔

کیا وہ اپنی نواسیوں میں بھی یاسوکو کی بہن کی شباہت تلاش کر رہا تھا؟ یہ سوچ کر شگو کو اپنے آپ سے نفرت ہو گئی۔

اور اس وقت بھی جب یہ نفرت محسوس ہو رہی تھی وہ خیالی دنیا میں کھویا ہوا تھا: کیا وہ بچہ جسے کیکوکو نے ضائع ہو جانے دیا' اس کی پوتی' یاسوکو کی دوبارہ جنم لینے والی بہن ثابت نہ ہوتی؟ کیا وہ ایسی حسینہ نہ تھی جسے اس دنیا میں زندگی سے محروم کر دیا گیا؟ اپنی ذات سے شگو کی بے اطمینانی کچھ اور بڑھ گئی۔

شگو نے جوں ہی کونیکو کی ٹانگوں پر گرفت ڈھیلی کی وہ گھٹنے سے اتر کے باورچی خانے کی طرف چل دی۔ بازو موڑ کر آگے پھیلائے چلی جا رہی تھی اور قدم ڈگمگا رہے تھے۔

"گر جاؤ گی" شگو نے کہا۔ لیکن ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ بچی گر پڑی۔

وہ منہ کے بل گری اور کروٹ لے کر پہلو پر آ گئی اور تھوڑی دیر تک روئی بھی نہیں۔

چاروں ناشتے کے کمرے میں واپس آ گئیں۔ ساتو کو فوساکو کی آستین کو چمٹی ہوئی تھی' یاسوکو نے کونیکو کو گود میں لے رکھا تھا۔

فوساکو نے میز پونچھتے ہوئے کہا۔ "امی' ان دنوں ابا جان کی غائب دماغی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ آج شام کپڑے بدل رہے تھے تو منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ اوبی باندھ رہے تھے اور کمونو اور جوبان اس طرح پہن رکھا تھا کہ دایاں پاکھا بائیں پاکھے پر

چڑھا ہوا۔ ایسی بات خیال میں آ سکتی ہے؟ میرا خیال نہیں کہ ایسی حرکت ان سے پہلے کبھی سرزد ہوئی ہو گی۔ ضرور سٹھیا چلے ہیں۔"

"یہ غلطی ایک دفعہ پہلے بھی کر چکا ہوں۔ دایاں پاکھا بائیں کے اوپر کر لیا تھا اور کیکو کو کہنے لگی کہ اوکی ناوا میں کوئی پروا بھی نہیں کرتا کہ بایاں پاکھا اوپر ہے یا دایاں۔"

"اوکی ناوا میں؟ خدا جانے یہ بات سچ بھی ہے۔"

فوساکو کی تیوری پھر چڑھ گئی۔ "آپ کو خوش کرنا کوئی کیکو سے سیکھے۔ یہ اسے بڑی دور کی سوجھی۔ اوکی ناوا میں 'کیوں جی؟"

شگو نے اپنی جھلاہٹ کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا۔ "جوبان کا لفظ پرتگالی سے آیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ پرتگال میں وہ بایاں پاکھا اوپر رکھتے ہیں یا دایاں۔"

"یہ معلومات بھی کیکو کو ہی نے فراہم کی ہو گی؟"

یاسوکو نے بیچ میں پڑنے کی کوشش کی۔ "تمہارے ابا کا حال تو یہ ہے کہ جب دیکھو ٹھنڈا کمونو الٹا پہنا ہوا ہے۔"

"بھولے چوکے کمونو الٹا پہن لینا اور بات ہے اور بیوقوفوں کی طرح کھڑے ہو کر دایاں پاکھا بائیں کے اوپر کئے جانا اور بات۔"

"کونیکو سے کہتے ہیں کہ کمونو پہن کے دکھائے۔ پہلے سے بتانا مشکل ہے کہ وہ الٹا پہن لے گی یا سیدھا۔"

"ابا جان' ابھی آپ اس عمر کو نہیں پہنچے جب ہم کہیں کہ بوڑھا بالا برابر۔"
فوساکو کی زبان تھکنے کا نام نہ لے رہی تھی۔" یہ انتہا نہیں ہے' امی؟ بہو بیگم ایک دو دن کے لیے میکے کیا تشریف لے گئیں اتنا ہوش بھی نہ رہا کہ کمونو کا کون سا پاکھا اوپر رہتا ہے۔ کوئی ماننے والی بات ہے۔ اور' امی' ان کی اپنی بیٹی کو گھر آئے اب چھ مہینے ہو گئے کہ نہیں؟"

یہ سچ تھا۔ نئے سال کی اس بارش والی رات کے بعد سے چھ مہینے گزر چکے تھے۔ اس عرصے میں نہ تو فوساکو کے میاں ائی ہارا نے بھول کر اپنی بیوی کی خیر خبر معلوم کی تھی نہ شگو ائی ہارا کے پاس گیا تھا۔

"چھ مہینے" یاسوکو نے سرہلا کر تائید کی۔ "اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس بات کا تعلق کیکوکو سے جوڑ دیا جائے۔"

"کوئی تعلق نہیں؟ میرے خیال میں ان دونوں باتوں کا کچھ نہ کچھ تعلق ابا جان سے ہے۔"

"تم ان کی اولاد ہو۔ کتنا اچھا ہو جو یہ اس مسئلے کا کوئی حل نکال لیں۔" فوساکو نے خاموش ہو کر نگاہیں جھکالیں۔

"ٹھیک ہے، فوساکو۔ تمہارے لئے یہی موقع ہے۔ دل کی بھڑاس نکال لو۔ جو کہنا چاہتی ہو کہہ ڈالو۔ طبیعت ہلکی ہو جائے گی۔ کیکوکو گھر نہیں ہے۔"

"غلطی میری تھی۔ کوئی گلہ شکوہ نہیں کروں گی۔ مگر میرا خیال ہے کہ کیکوکو کے ہاتھ کا پکا ہوا چاہے نہ سہی آپ اسے کھا تو سکتے تھے۔" فوساکو دوبارہ رونے لگی۔ "کیا یہ درست نہیں؟ آپ بیٹھے منہ مسکوڑے اگل اگل کے کھاتے رہے۔ مجھے آپ دکھ ہو رہا ہے۔"

"فوساکو، تمہارے پاس کہنے کے لئے جانے کیا کیا ہو گا۔ چند دن پہلے جب تم ڈاک خانے گئی تھیں۔ میں سمجھتی ہوں ائی ہارا کو خط ڈالنے گئی ہو گی؟۔"

فوساکو نے بظاہر جھرجھری لی لیکن سرہلا دیا۔

"میں اس نتیجے پر پہنچی کہ ائی ہارا کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا کیوں کہ اور تو کوئی مجھے یاد نہ آیا جسے تم کسی وجہ سے خط لکھنا چاہو۔" یاسوکو اتنے سخت لہجے میں بات کم ہی کرتی تھی۔ "تم نے کوئی رقم بھجوائی؟"

تو یاسوکو فوساکو کو خرچ دیتی رہی تھی۔

"ائی ہارا ہے کہاں؟" شنگو نے جواب کا انتظار کرتے ہوئے فوساکو کی طرف دیکھا۔ "بظاہر گھر پر تو کبھی ہوتا نہیں۔ مہینے میں ایک آدھ بار دفتر سے کسی کو جھانکی مارنے کے لئے ادھر بھیجتا رہتا ہوں۔ نہیں، مقصد یہ نہیں ہوتا۔ اصل میں ائی ہارا کی ماں کو تھوڑی سی رقم بھجوا دیتا ہوں۔ اگر تم وہاں ہوتیں تو ساس کا خیال شاید تمہیں ہی رکھنا پڑتا۔"

یاسوکو کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ "دفتر سے کسی کو وہاں بھیجتے ہو؟"

"پریشان نہ ہو۔ آدمی ایسا ہے جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ نہ تو کسی کے آگے ہمارے بھید کھولے گا نہ اسے 'یہ کون وہ کون' قسم کے سوال کرنے کا شوق ہے۔ اگر ائی ہارا گھر پر ہوتا تو میں چلا جاتا اور تمہارے مسئلے کے تمام پہلوؤں پر اس سے بات چیت کر لیتا لیکن جا کے کسی لنگڑی بڑھیا سے بات کرنے کا تو کچھ حاصل نہیں۔"

"ائی ہارا کر کیا رہا ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے گھوم پھر کر منشیات یا اسی قبیل کی کوئی چیز بیچتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے منشیات فروش کا کام لیا جاتا رہا اور شراب چھوڑ کر نشہ کرنے لگا۔"

یاسوکو دہشت زدہ ہو کر شگو کو دیکھتی رہی۔ ممکن ہے ائی ہارا کا سن کر اتنی خوف زدہ نہ ہوئی ہو' شوہر کی وجہ سے زیادہ دہشت زدہ ہو جس نے اس راز کو اتنی مدت چھپائے رکھا تھا۔

شگو نے بات جاری رکھی۔ "لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑھیا بھی وہاں نہیں۔ اس جگہ کوئی اور رہنے لگا ہے۔ دوسرے لفظوں میں' فوساکو کا اب کوئی گھر نہیں۔"

"اور فوساکو کی چیزیں کیا ہوئیں؟"

"امی' میرے ٹرنک اور صندوق تو مدت سے خالی پڑے تھے۔"

"سمجھی" یاسوکو نے آہ بھری۔ "تمہیں اس نے آسانی سے نشانہ بنایا اور تم اس حال میں گھر پہنچیں کہ تمہارا رہا سہا ایک بڑے رومال میں بندھا ہوا تھا۔"

شگو یہی سوچتا رہا کہ کیا پتا فوساکو کو شاید معلوم ہی ہو کہ ائی ہارا کہاں ہے اور شاید اس سے رابطہ بھی قائم رکھے ہوئے ہو۔

اور جب اس نے باغ پر نظر ڈالی' جس پر شام کا جھٹپٹا اتر رہا تھا' تو سوچتا رہ گیا کہ وہ کون تھا جو ائی ہارا کو پستی میں گرنے سے روک نہ سکا' فوساکو یا شگو یا خود ائی ہارا؟ یا شاید اس سانحے کا ذمے دار کوئی بھی نہ تھا۔

2

شگو کوئی دس بجے دفتر پہنچا تو تانی زاکی ائیکو کا رقعہ ملا۔

وہ اس سے نوجوان خاتون خانہ کے بارے میں بات کرنا چاہتی تھی اور کسی وقت دوبارہ آئے گی۔

نوجوان خاتون خانہ سے صرف کیکو کو ہی مراد ہو سکتی تھی۔

شگو نے ایوامورا ناتسوکو سے پوچھ گچھ کی جس نے بطور سیکرٹری اٹیکو کی جگہ سنبھالی تھی۔

"تانی زاکی کتنے بجے یہاں آئی تھی؟"

"میں نے اس وقت دفتر میں قدم رکھا ہی تھا اور ڈیسکوں پر کپڑا پھیر رہی تھی۔ میرا خیال ہے آٹھ بج کر چند منٹ اوپر ہوے ہوں گے۔"

"انتظار کرتی رہی؟"

"جی، تھوڑی دیر۔"

ناتسوکو نے جس بھُس، بھدے انداز میں "جی" کہا وہ شگو کو پسند نہ آیا۔ شاید لہجے میں دخل اس جگہ کی بولی کا ہو جہاں کی وہ رہنے والی تھی۔

"شوئی چی سے مل کے گئی؟"

"میرا خیال ہے ان سے ملے بغیر چلی گئی۔"

"اوہ؟" شگو خود سے باتیں کرنے لگا۔ "اگر آٹھ بج کر چند منٹ اوپر ہوئے تھے تو..."

اٹیکو غالباً کام پر جاتے جاتے رستے میں رک گئی تھی۔ وہ غالباً دوپہر کو دوبارہ آئے گی۔

رقعہ کاغذ کے ایک بڑے شیٹ کے کونے میں ذرا سی جگہ پر لکھا ہوا تھا۔ رقعہ دوبارہ پڑھ کر اس نے کھڑکی سے باہر نظر ڈالی۔

مئی کے مہینے کے سب سے زیادہ مئی جیسے دن کا صاف شفاف آسمان سامنے تھا۔

وہ ٹرین سے اسے دیکھ چکا تھا۔ جتنے بھی مسافر باہر دیکھ رہے تھے انھوں نے کھڑکیاں کھول رکھی تھیں۔

ٹوکیو کی حدود کا تعین کرنے والی چمکتی ندی پر نیچی اڑان کرنے والے، پانی کو چھو

کر گزرتے" پرندے خود رو پہلے نظر آ رہے تھے۔ ایک سرخ پٹی والی بس کا شمال کی طرف بنے پل سے گزرتے نظر آنا محض اتفاق معلوم نہ ہوا' اتفاق سے آگے کی کوئی بات لگی۔

"آسمانوں پر ہوائے تند و تیز۔" کسی خاص وجہ کے بغیر اس نے اپنے جعلی ریوکان پر لکھی عبارت دہرائی۔

"اہا!" اکے گامی والا درختوں کا جھنڈ دکھائی دیا تو شنکو کھڑکی سے اتنا باہر جھکا جیسے کود پڑنے کا ارادہ ہو۔

"شاید چیڑ کے یہ درخت اکے گامی والے جھنڈ میں ہیں ہی نہیں۔"

اس صبح چیڑ کے وہ دونوں درخت' جو جھنڈ میں سب سے نمایاں تھے' زیادہ نزدیک نظر آ رہے تھے۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ بارشوں اور موسم بہار کے کہروں کی وجہ سے تناظر دھندلا گیا تھا۔

وہ اپنا اطمینان کرنے کے لئے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔

وہ ہر صبح ان پر نظر جما دیتا تھا اور اسے خیال آیا تھا کہ خود جا کر اس جگہ کو بغور دیکھنا چاہئے۔

جھنڈ پر ہر صبح اس کی نظر پڑتی تھی لیکن اس کے باوجود چیڑ کے درختوں کو ابھی ابھی دریافت کیا تھا۔ سالہا سال سے وہ جھنڈ کو کھوئی کھوئی نظروں سے تکتا رہا تھا۔ بس یہ جانتا تھا کہ وہ اکے گامی ہومون جی مندر کا جھنڈ تھا۔

آج' مئی کے صاف شفاف آسمان تلے' اس پر یہ راز فاش ہوا تھا کہ چیڑ کے درخت بظاہر اکے گامی والے جھنڈ میں خیر سے تھے ہی نہیں۔

اور اس طرح وہ چیڑ کے ان درختوں کو دو مرتبہ دریافت کر چکا تھا جو ایک دوسرے کی طرف یوں جھکے ہوئے تھے جیسے ہم آغوش ہونے والے ہوں۔

رات جب کھانے کے بعد اس نے ائی ہارا کا گھر ڈھنڈوانے اور ائی ہارا کی ماں کی واجبی سی مدد کرنے کا ذکر کیا تھا تو فوسا کو' جس پر اضطراب طاری تھا' چپ ہو گئی تھی۔

اسے فوساکو کی حالت پر افسوس ہوا۔ وہ سمجھا تھا کہ اس نے فوساکو میں کوئی بات ڈھونڈ نکالی ہے لیکن دریافت جو بھی تھی وہ کسی لحاظ سے اکے گامی میں ڈھونڈے ہوئے درختوں کی طرح واضح ثابت نہ ہوئی۔

چند روز پہلے، کھڑکی سے اس جھنڈ کی طرف دیکھتے ہوئے، اس نے شوئی چی سے پوچھ گچھ کی تھی اور کیکوکو کے اسقاط حمل کی خبر اگلوا لی تھی۔

تب سے چیڑ کے درخت محض چیڑ کے درخت نہ رہے تھے۔ وہ اسقاط حمل سے گڈمڈ ہو گئے تھے۔ شاید وہ جب بھی دفتر آتے اور دفتر سے گھر جاتے ہوئے انہیں دیکھے گا تو ان پر نظر پڑتے ہی اسقاط حمل کی یاد تازہ ہو جائے گی۔

اس صبح بھی، ظاہر ہے، یہی کچھ پھر ہوا تھا۔

جس صبح شوئی چی نے اعتراف کیا تھا چیڑ کے درخت، ہوا اور بارش کے اثر سے دھندلے پڑتے پڑتے، جھنڈ میں گھل مل گئے تھے۔ آج صبح، الگ تھلگ نمایاں، شنگو کے ذہن میں کیکوکو کے اسقاط حمل سے منسلک، وہ جانے کیوں میلے میلے نظر آ رہے تھے۔ شاید موسم ضرورت سے زیادہ اچھا تھا۔

"اس وقت بھی جب عالم فطرت میں موسم اچھا ہو انسانی موسم خراب ہی رہتا ہے" اس نے قدرے تہی دماغی سے بڑبڑاتے ہوئے خود سے کہا۔ دفترِ کی کھڑکی کے چوکھٹے میں جڑے صاف شفاف آسمان سے منہ موڑ کر وہ اس دن کا کام نمٹانے کی طرف متوجہ ہوا۔

بارہ بجنے کے تھوڑی دیر بعد ائیکو کا فون آیا۔ ٹھنڈے کپڑوں کی تیاری میں مصروف ہونے کی وجہ سے وہ آج نہ آ سکے گی۔

"اپنے کام میں اتنی طاق ہو کہ تمہیں مصروف رکھا جاتا ہے؟"

"جی ہاں" ائیکو خاموش ہو گئی۔

"دکان سے بول رہی ہو؟"

"جی ہاں۔ لیکن کینو یہاں نہیں۔" شوئی چی کی عورت کا نام اس نے ہچکچائے بغیر لیا۔ "میں اس کے جانے کا انتظار کرتی رہی۔"

"اوہ؟"

"ہیلو؟ میں کل صبح دفتر آؤں گی۔"

"کل صبح؟ وہی آٹھ بجے۔"

"نہیں۔ آپ کا انتظار کروں گی۔"

"کیا معاملہ اتنا ہی ضروری ہے؟"

"جی ہاں۔ خیر' ہے بھی اور نہیں بھی۔ مجھے تو ضروری معلوم ہوتا ہے۔ چاہتی ہوں کہ جتنی جلد ممکن ہو آپ سے بات کرلوں۔ مجھے مجھے آگ سی لگی ہوئی ہے۔"

"آگ سی لگی ہوئی ہے؟ شوئی چی کے حوالے سے؟"

"جب ملاقات ہو گی تو بتاؤں گی۔"

شگو ایکو کی "آگ سی لگی ہوئی ہے" کو تو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہ ہوا لیکن اس بنا پر کچھ بے اطمینانی محسوس کرنے لگا کہ وہ بات چیت کرنے کے لئے اتنی بے قرار ہے کہ نہ صرف آج ملنے آئی تھی بلکہ کل بھی آئے گی۔۔ دو دن مسلسل۔

بے اطمینانی بڑھتی گئی۔ کوئی تین بجے اس نے کیکوکو کے گھر فون کیا۔ ان کی ملازمہ نے فون سنا۔ جتنی دیر وہ کیکوکو کا منتظر رہا فون پر موسیقی سنائی دیتی رہی۔

جب سے وہ میکے گئی تھی شگو نے شوئی چی سے کیکوکو کا ذکر نہ کیا تھا۔ شوئی چی کو یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ اس موضوع سے کس طرح بچا جائے۔

اور شگو نے کیکوکو کی عیادت کے لئے جانے سے اس لئے احتراز کیا تھا کہ ایسا کرنے سے معاملہ خواہ مخواہ گمبھیر معلوم ہونے لگتا۔

شگو کا خیال تھا کہ کیکوکو جس طرح کے مزاج کی مالک تھی اس کے پیش نظر اس نے گھر والوں کے آگے نہ تو کینو کا ذکر کیا ہو گا نہ اسقاط کا۔ لیکن اسے کوئی یقین نہیں تھا۔

کیکوکو کی آواز فون پر سنائی دینے والی سمفنی کے درمیان سے ابھری۔ "ابا جان؟" اس کی آواز میں انسیت تھی۔ "میں نے آپ کو انتظار کرایا۔"

"ہیلو۔" طمانیت کی لہر اسے شرابور کر گئی' جیسے کوئی بوجھ اتر گیا ہو۔ "اور تمہارا کیا حال ہے؟"

"اوہ' پھر سے ویسی ہی چاق چوبند۔ اپنی ناز برداریاں کر رہی ہوں۔"

"بالکل بھی نہیں۔" اسے گفتگو جاری رکھنا مشکل معلوم ہو رہا تھا۔

"ابا جان" کیکوکو نے بشاشت سے کہا۔ "میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ اس وقت آ جاؤں؟"

"اس وقت؟ خیر تو ہے؟"

"جی ہاں۔ آپ سے جتنی جلد ملاقات ہو گی گھر لوٹ آنا میرے لئے اتنا ہی آسان ہو جائے گا۔"

"میں یہاں تمہارا انتظار کروں گا۔" موسیقی بجتی رہی۔ "ہیلو' ہیلو۔" شنگو نہیں چاہتا تھا کہ کیکوکو فون بند کر دے۔ "موسیقی بہت اچھی ہے۔"

"میں آواز نیچی کرنی بھول گئی' یہی بات ہے نا؟ یہ بیلے موسیقی ہے۔ شوپاں کی Les sylphdes میں یہاں سے چرا کے اپنے ساتھ گھر لے آؤں گی۔"

"تم گھر سے ابھی چل پڑو گی؟"

"جی ہاں۔ لیکن مجھے ایک منٹ سوچنے دیجئے۔ میں اصل میں آپ کے دفتر نہیں آنا چاہتی۔"

کیکوکو نے تجویز کیا کہ وہ شن جوکو باغ میں ملیں۔

شنگو کی تجویز کردہ ملاقات گاہ پر شنگو کچھ سٹپٹا کر ہنسنے لگا۔

کیکوکو کا خیال تھا کہ اسے بہت ہی کمال کی بات سوجھ گئی ہے۔ "ہریالی دیکھ کر آپ میں جان پڑ جائے گی۔"

"شن جوکو باغ؟ وہاں بس ایک دفعہ جانے کا اتفاق ہوا۔ جانے کس لئے وہاں کتوں کا کوئی شو دیکھنے چلا گیا تھا۔"

"آیئے اور اب کے میرا شو ملاحظہ فرمایئے" اور اس کی ہنسی کے بعد "لے سل فید" کی موسیقی بجتی رہی۔

3

وہ شن جوکو کے بڑے دروازے سے اندر داخل ہوا۔

گیٹ کے پاس لگے ہوئے نوٹس پر درج تھا کہ بچہ گاڑیاں تیس ین فی گھنٹے اور

پیال کی چٹائیاں ہیں ین فی یوم یا زیادہ کے حساب سے دستیاب ہیں۔

اس سے آگے ایک امریکی جوڑا تھا۔ شوہر نے ایک چھوٹی بچی کو گود میں اٹھا رکھا تھا اور بیوی کے ہاتھ میں ایک جرمن پوسٹر کی ڈوری تھی۔ اور لوگ بھی تھے' سب کے سب نوجوان جوڑے۔ صرف امریکی آرام سے ٹہلتے جا رہے تھے۔

شگو ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

روش کے بائیں جانب' جس پر پہلے پہل اسے پت جھاڑ چیڑ کے درختوں کے جماؤ کا گمان ہوا تھا' وہ دیودار نکلے۔ جب وہ کتوں کا شو دیکھنے آیا تھا' جس کا بندوبست جانوروں پر بے رحمی کے انسداد کی ایک تنظیم نے عطیات جمع کرنے کی غرض سے کیا تھا' تو دیو داروں کا ایک غضب کا جماؤ نظر پڑا تھا۔ لیکن اسے یاد نہ آ سکا کہ وہ دیودار تھے کس طرف۔

دائیں طرف درختوں اور جھاڑیوں کی پہچان کے لئے تختیاں لگی ہوئی تھیں' جیسے مشرقی شجر حیات اور ات سو کوشی ماتسو* اور اسی طرح کے اور نام۔

یہ سوچ کر کہ کیکو کو سے پہلے پہنچ چکا ہے وہ مزے مزے سے چلتا رہا۔ لیکن دیکھا تو اس تالاب کے پاس' جس تک روش نے ذرا سی دیر میں پہنچا دیا تھا' وہ گنگکو کے ایک درخت کے پہلو میں بچھی بنچ پر بیٹھی ہے۔

کیکو کو نے اس کی طرف منہ کیا' نیم استادہ ہوئی اور جھک کر آداب بجا لائی۔

"تم جلدی آ گئیں۔ ابھی ساڑھے چار بجنے میں پندرہ منٹ ہیں" شگو نے اپنی گھڑی دیکھی۔

"جب آپ نے فون کیا تو میں اتنی خوش ہوئی کہ گھر سے دوڑ لگا دی۔" وہ تیز تیز بول رہی تھی۔ "آپ کو بتا نہیں سکتی کتنی خوش ہوئی۔"

"تو گویا تم انتظار کرتی رہی ہو؟ تمہیں کوئی زیادہ گرم چیز پہن کر نہ آنا چاہئے تھا؟"

"یہ سویٹر اس وقت سے میرے پاس ہے جب میں سکول میں پڑھتی تھی۔" اس کے لہجے میں شرمیلے پن کا رنگ در آیا۔ "اب میرے کوئی کپڑے گھر پر تو رکھے ہوئے

* کسی قسم کا چیڑ

نہیں۔ یہ بالکل اچھا نہیں لگتا تھا کہ بہن سے کمونو مانگتی پھرتی۔"

آٹھ بہن بھائیوں میں کیکو کو سب سے چھوٹی تھی۔ اس کی سب بہنیں شادی شدہ تھیں۔ غالباً اس کا اشارہ اپنی کسی بھاوج کی طرف تھا۔

گہرے سبز سویٹر کی آستینیں چھوٹی تھیں۔ شگو کو ایسا لگا کہ کیکوکو کی ننگی بانہیں اس برس پہلی دفعہ دیکھ رہا ہے۔

کیکوکو میکے چلے جانے کے لیے ذرا رسمی انداز میں معافی کی طلبگار ہوئی۔

"تم کاما کورا آ جانے کے قابل ہو گئی ہو؟" اس نے دھیمے سے پوچھا۔ اسے کچھ علم نہ تھا کہ ایسے موقعوں پر کیا جواب دیا جاتا ہے۔

"جی" اس نے سادگی سے جھٹ سر ہلا دیا۔ "مجھے تو گھر لوٹ آنے کی پڑی ہوئی تھی۔" جب وہ شگو کی طرف دیکھ رہی تھی تو اس کے خوبصورت شانے تھرتھرائے۔ شگو اس تھرتھراہٹ کو ٹھیک طرح نہ دیکھ سکا لیکن کیکوکو کی طرف سے آنے والی ہلکی خوشبو نے اسے حیرت میں ڈال دیا۔

"شوئی چی تمہارے پاس آیا تھا؟"

"ہاں۔ لیکن اگر آپ فون نہ کرتے....."

تو اس کے لئے لوٹ کے گھر آنا مشکل ہو جاتا؟

اپنی بات ادھوری چھوڑ کر کیکوکو اٹھ کھڑی ہوئی اور چھاؤں سے باہر قدم رکھا۔ یوں لگا جیسے دیوزاد درختوں کی ہریالی، گھنی ہونے کے ناتے بھاری بھرکم سی، دور جاتی صورت کی نازک گردن پر جھک آئی ہے۔

جھیل، نام چار کو، جاپانی وضع کی تھی۔ چھوٹے سے جزیرے پر کوئی غیر ملکی فوجی ایک سنگی لالٹین پر پاؤں رکھے، کسی طوائف سے چہل کر رہا تھا۔ جھیل کے گرد بچھی بنچوں پر کتنے ہی جوڑے بیٹھے تھے۔

کیکوکو کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا شگو درختوں کے درمیان سے گزر کر جھیل کی دائیں طرف جا پہنچا۔ "کیا پھیلاؤ ہے۔" سامنے پھیلے منظر کی وسعت دیکھ کر اس نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ کی جان میں جان آ گئی ہے، ابا جان۔" کیکوکو نے کہا۔ اس کی خوشی

چھپائے نہ چھپتی تھی۔ "میں نے آپ کو یہ پہلے ہی بتا دیا تھا۔"

روش کے پاس کھڑے ایک لوکاٹ کے سامنے شگو رک گیا۔ اس نے وسیع و عریض لان پر قدم فوراً نہ رکھا۔

"شان دار لوکاٹ۔ اس کی راہ میں کوئی چیز حائل نہیں اور پھننگ سے جڑ تک من مانے انداز میں پھیلتا جا رہا ہے۔"

درخت نے آزادانہ اور فطری انداز میں بڑھتے ہوئے جو شکل اختیار کر لی تھی اس سے شگو بے حد متاثر ہوا۔

"خوبصورت۔ ہاں۔ جب میں کتوں کے شو پر یہاں آیا تھا تو ایک قطار دیوداروں کی دیکھی تھی، پھننگ سے جڑ تک من مانے انداز میں اگتے بڑھتے جا رہے تھے، جتنی دور دور تک پھیلنا ممکن تھا، پھیلتے جا رہے تھے۔ میرا جی چاہا تھا کہ ان کے ساتھ ساتھ میں بھی اگوں، میں بھی بڑھوں۔ نہ جانے وہ درخت کس طرف تھے۔"

"ادھر شن جوکو کی طرف ہیں۔"

"ہاں۔ میں اسی طرف سے آیا ہوں۔"

"آپ فون پر بتا رہے تھے کہ یہاں کتے دیکھنے آئے تھے؟"

"کتے تو کوئی زیادہ نہیں تھے لیکن شو کا بندوبست جانوروں پر بے رحمی کے انسداد کی ایک تنظیم نے عطیات جمع کرنے کے لئے کیا تھا۔ جاپانیوں سے زیادہ غیر ملکی آئے ہوئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں سفارت کار اور قابض انتظامیہ کے لوگ باگ تھے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ ہندوستانی لڑکیاں سب سے خوبصورت تھیں، سب کی سب بنی ٹھنی، لال اور نیلی باریک ریشمی پوشاک پہنے ہوئے۔ ہندوستانی اور امریکی سٹال تھے۔ اس طرح کی تقریبات ان دنوں ہمارے یہاں زیادہ نہیں ہوتی تھیں۔"

یہ دو تین سال پہلے کا ذکر تھا لیکن شگو کو ٹھیک طرح یاد نہ آ سکا کہ کب کی بات ہے۔

لوکاٹ کے درخت سے آگے بڑھتے ہوئے اس نے کہا۔

"چیری کے تنے کے ارد گرد جو یا تسودے اگ آیا ہے اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہئے۔ گھر جا کے مجھے یاد دلانا۔"

"ضرور۔"

"ہم نے چیری کو کبھی نہیں کاٹا چھانٹا۔ جیسی ہے مجھے ویسی ہی بھلی لگتی ہے۔"

"اس کی پھولوں سے لدی پھندی کتنی ساری ننھی ننھی ٹہنیاں ہیں۔ جب اس پر پوری طرح بہار آئی ہوئی تھی تو ہم نے مندر کی گھنٹی کو بجتے سنا تھا۔ تہوار کے دوران پچھلے مہینے۔"

"اتنی ذرا سی بات —— اچھا ہوا کہ تم نے اسے یاد رکھا۔"

"میں کبھی بھول نہیں سکتی۔ اور پھر وہ چپ۔"

کیکو کو اس کے قریب آ گئی۔ انہوں نے عظیم کے یاکی* کی چھاؤں سے نکل کر کشادہ سبزہ زار میں قدم رکھا۔

وسیع و عریض سبز پہنائی نے شگو کو آزاد کر دیا۔

"یہاں جی کھول کے اینڈ سکتے ہیں۔ جیسے جاپان سے کہیں باہر پہنچ گئے ہوں۔۔ میں خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ ایسی کوئی جگہ ٹوکیو کے عین مرکز میں موجود ہے۔" وہ شن جوکو کی طرف دور دور تک پھیلی اس ہری بھری وسعت کو دیکھتا رہا۔

"انہوں نے وسٹا پر بہت زیادہ توجہ دی تھی۔ فاصلہ اصل میں اتنا ہے نہیں جتنا دکھائی دے رہا ہے۔"

"وسٹا کیا؟" کیکو کو نے اطالوی لفظ استعمال کیا تھا۔

"حد نظر کہہ لیجئے۔ دیکھئے، تمام رستوں اور کیاریوں کو کس طرح آہستہ آہستہ خم کھاتی قوسوں کی شکل دی گئی ہے۔"

کیکو کو جب سکول میں تھی تو سکول کی لڑکیوں کے ساتھ ایک دفعہ یہاں سیر کرنے آئی تھی اور ان کی استانی نے باغ کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی تھی۔ وسیع سبزہ زار، جس پر جہاں تہاں درخت کھڑے تھے، بظاہر انگریزی طرز کا تھا۔

نوجوان جوڑوں کے علاوہ دوسرے لوگ کم تھے۔ کوئی لیٹا ہوا، کوئی بیٹھا، کوئی بے پروا انداز میں ادھر ادھر ٹہلتا ہوا۔ بچے بھی تھے اور پانچ پانچ چھ چھ کی ٹولیوں میں

---

* ایک طرح کا نارون (elm)

سکول کی لڑکیاں بھی۔ شگو حیران رہ گیا اور جانے کیوں اسے یہ نامناسب لگا کہ چوری چھپے ملنے والے عاشقوں کے لئے پارک بہشت زار کا کام دے رہا ہو۔

کیا یہ منظر دیکھنے والے کو بتا رہا تھا کہ جس طرح شاہی باغ میں آنے جانے کی کھلی چھوٹ مل گئی ہے اسی طرح ملک کے نوجوان طبقے کو بھی آزادی مل چکی ہے؟

جب وہ جوڑوں کے درمیان، کبھی دائیں کبھی بائیں طرف ہوتے، سبزہ زار سے گزرے تو کسی نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ جس حد تک ممکن تھا شگو ان جوڑوں سے دور دور رہا۔

اور کیکو کو کیا سوچ رہی ہو گی؟ وہ کہ معمر آدمی تھا اپنی نوجوان بہو کو ساتھ لے کر باغ آیا تھا لیکن اس صورت حال کا کوئی پہلو ایسا تھا جو اسے ٹھیک طرح ہضم نہ ہو پا رہا تھا۔

جب کیکو کو نے فون پر تجویز کیا تھا کہ وہ شن جو کو باغ میں ملیں تو شگو نے اس معاملے پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی لیکن اب ان کے وہاں آنے کے بعد یہ سب بے تکا معلوم ہو رہا تھا۔

سبزہ زار میں کھڑے ایک خاص طور پر قد آور درخت نے شگو کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

جب اسے دیکھنے کو نظر اوپر کئے وہ درخت کے نزدیک پہنچا تو اس بلند و بالا ہریالے کے وقار اور اطمینان نے بصد شان اس پر نزول کیا اور شگو اور کیکو کو پر چھائی اداسی کا نام و نشان مٹا دیا۔ کیکو کو یہ سمجھنے میں حق بجانب تھی کہ باغ اس میں زندگی کی نئی روح پھونک دے گا۔

یہ درخت جو تھا اسے جاپان میں "شجر سوسن" کہتے ہیں۔ قریب جا کر شگو کو پتا چلا کہ درحقیقت وہاں ایک نہیں تین درخت تھے۔ درخت کے پاس لگی تختی میں وضاحت کی گئی تھی کہ اس پر آنے والے پھول چوں کہ سوسن سے بھی مشابہ ہوتے ہیں اور لالہ سے بھی اس لئے یہ شجر لالہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اس کا اصل مسکن شمالی امریکہ تھا اور یہ نہایت تیزی سے بڑا ہونے والا درخت تھا۔ یہ تینوں نمونے تقریباً پچاس سال پرانے تھے۔

"پچاس سال پرانے؟ ان کی عمر تو مجھ سے بھی کم ہے۔" شگو نے حیران ہو کر درخت کو دیکھا۔

چوڑے پتوں والی ٹہنیاں اس طرح پھیلی ہوئی تھیں جیسے ان دونوں کو آغوش میں کھینچنا اور چھپا لینا چاہتی ہوں۔

شگو ایک بنچ پر بیٹھ گیا لیکن اسے بے چینی محسوس ہوئی۔

جب وہ دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا تو کیکو کو' سراسیمہ ہو کر' اسے دیکھنے لگی۔

"آؤ' ادھر جو پھول ہیں چل کے انہیں دیکھتے ہیں" اس نے کہا۔

سبزہ زار سے پرے' فاصلے پر' تر و تازہ نظر آتا ہوا' سفید پھولوں کا ایک تختہ تھا۔ پھول تقریباً اتنے اونچے تھے جتنی شجرلالہ کی جھکی ہوئی شاخیں۔

"یہاں جنگ جاپان و روس میں حصہ لینے والے جنرلوں کو فتح کی خوشی میں استقبالیہ دیا گیا تھا۔ میں ابھی دیہات میں رہتا تھا اور پندرہ سولہ سال کا تھا۔"

پھولوں کے تختے کے دونوں جانب درخت شاندار قطاروں میں کھڑے تھے۔ شگو نے ان درختوں کے درمیان ایک بنچ کو بیٹھنے کے لئے چنا۔

کیکو کو اس کے سامنے کھڑی رہی۔ "میں کل صبح گھر آ جاؤں گی۔ امی کو بتا دیں اور وہ مجھے ڈانٹیں ڈپٹیں نہیں۔ یہ خیال رکھنا آپ کا کام ہے۔" وہ شگو کے پاس بیٹھ گئی۔

"تم پہلے مجھ سے کچھ کہنا نہیں چاہتیں؟"

"آپ سے؟ طرح طرح کی باتیں ہیں لیکن....."

4

اگلی صبح شگو پرامید ہو کر راہ دیکھتا رہا لیکن جب دفتر روانہ ہوا تو اس وقت تک کیکو کو گھر نہ پہنچی تھی۔

"مجھ سے کہہ رہی تھی کہ یہ خیال رکھنا میرا کام ہے کہ امی اسے ڈانٹیں ڈپٹیں نہیں۔"

"ہم اور اسے ڈانٹیں ڈپٹیں؟" یاسوکو کا چہرہ خوشی سے کھلا پڑ رہا تھا۔ "ہمیں تو

معافی مانگنی چاہیے۔"

شگو نے صرف یہ بتایا تھا کہ کیکو کو سے فون پر بات ہوئی ہے۔

یا سوکو دروازے تک اسے چھوڑنے آئی تو کہنے لگی۔ "حیرت ہوتی ہے وہ تمہارے کتنے اثر میں ہے۔ لیکن اس میں مضائقہ ہی کیا ہے۔"

اس کے دفتر پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد ائیکو آ گئی۔

"تم پہلے سے زیادہ خوبصورت معلوم ہو رہی ہو" شگو نے خوش مزاجی سے کہا۔

"اور تم میرے لئے پھول لائی ہو۔"

"ایک دفعہ دکان پر چلی جاؤں تو وہاں سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چناں چہ وقت گزارنے کے لئے ادھر ادھر گھومتی رہی۔ گل فروش کی دکان بڑی سجی سجائی تھی۔"

لیکن جب وہ اس کے ڈیسک کے قریب آئی تو اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری تھی۔ "اسے چلتا کریں" اس نے انگلی سے ڈیسک پر لکھا۔

"کیا؟" شگو چونک گیا۔ "بھئی ایک منٹ کے لئے باہر چلی جاؤ" اس نے ناتسوکو سے کہا۔

ناتسوکو کے رخصت ہونے کا انتظار کرتے کرتے ائیکو نے ایک گل دان ڈھونڈ کر اس میں تین گلاب سجا دیے۔ وہ "پل میں پہنو" قسم کا لباس ڈاٹے ہوئے تھی۔ اس میں ایسی نظر آ رہی تھی جیسے فیشنی ملبوسات تیار کرنے والی کسی ماہر کے لیے کام کرتی ہو۔ شگو کو خیال آیا کہ وہ تھوڑی سی موٹی ہو گئی ہے۔

"کل کے لئے معذرت خواہ ہوں" ائیکو کے انداز میں عجیب طرح کا کھچاؤ تھا۔ "میں۔ دو دن سے مسلسل یہاں آنا جانا اور جانے کیا کیا۔"

"بیٹھ جاؤ۔"

"شکریہ" وہ سر جھکا کر بیٹھ گئی۔

"میری وجہ سے تمہیں کام پر جانے میں دیر ہو رہی ہے۔"

"فرق نہیں پڑتا۔" شگو کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے زور سے سانس کھینچا جیسے رونے ہی والی ہو۔ "آپ سے بات کرنے میں ہرج تو نہیں؟ میں تو کھول رہی

ہوں اور مجھ پر شاید تھوڑی سی جنونی کیفیت بھی طاری ہے۔"

"اوہ؟"

"بات نوجوان خاتون خانہ سے متعلق ہے۔" لفظ اس کے گلے میں اٹکے جا رہے تھے۔ "میں سمجھتی ہوں انہوں نے حمل ضائع کرا دیا ہے۔"

شگو جواب دینے کے بجائے خاموش رہا۔

ائیکو کو کیسے معلوم ہو گیا؟ شوئی چی تو اس بارے میں اس سے بات کرنے سے رہا۔ لیکن ائیکو شوئی چی کی عورت کے ساتھ کام کرتی تھی۔ اس نے کوئی ناگوار بات سننے کے لئے دل کڑا کر لیا۔

"انہیں حمل ضائع کرانے کا پورا حق حاصل ہے" ائیکو دوبارہ ہچکچائی۔

"تمہیں کس نے بتایا؟"

"ہسپتال کے لئے جو رقم درکار تھی وہ شوئی چی نے کینو سے لی۔"

شگو کو محسوس ہوا جیسے اس کا سینہ جکڑا جا رہا ہو۔

"میری رائے میں یہ حرکت شرم ناک تھی۔ سچ پوچھئے تو انتہائی ذلت آمیز' انتہائی سنگدلانہ۔ مجھے نوجوان خاتون خانہ کے حال پر اتنا افسوس ہوا کہ رونے کو جی چاہا۔ کینو کا خرچ شوئی چی اٹھاتا ہے۔ اس لئے چاہیں تو یہ سمجھ لیں کہ کینو کے پاس جو رقم ہے وہ شوئی چی ہی کی ہے لیکن یہ حرکت نامناسب تھی۔ شوئی چی ہم جیسیوں سے مختلف طبقے سے تعلق رکھتا ہے اور جتنی رقم درکار تھی جس طرح چاہے اکٹھی کر سکتا تھا۔ کیا کسی مختلف سطح سے تعلق رکھنے کی بنا پر اس کا اس طرح کی حرکتیں کرنا جائز ہو جاتا ہے؟" ائیکو زور لگا رہی تھی کہ کسی طرح اپنے چھریرے کندھوں کو لرزنے سے باز رکھے۔ "اور پھر کینو کو دیکھیے۔ رقم اسے تھما دی۔ میری تو خاک سمجھ میں نہ آیا کہ اسے یہ سوجھی کیا۔ میں غصے میں کھول رہی تھی۔ آپ سے بات کرنا چاہتی تھی' خواہ اس کے نتیجے کے طور پر کینو کے ساتھ آئندہ کام کرنا ناممکن ہو جاتا۔ ظاہر ہے' جانتی ہوں کہ آپ کو اتنا کچھ نہیں بتانا چاہیے تھا۔ کیا کروں' زبان پر قابو جو نہیں رہتا۔"

"تمہارا شکریہ"

"آپ یہاں میرے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے۔ میں نوجوان خاتون خانہ سے صرف ایک دفعہ ملی ہوں لیکن وہ مجھے اچھی لگیں۔" اس کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔ "ان سے کہیں کہ الگ ہو جائیں۔"

ظاہر ہے' اس کی مراد شوئی چی اور کینو سے تھی—— اور اس کے باوجود اس بات سے یہ مطلب بھی لیا جا سکتا تھا کہ اشارہ شوئی چی اور کیکوکو کی طرف ہے۔

شوئی چی کو ایسی پستیوں کی طرف دھکیل دیا گیا تھا۔

شگو اپنے بیٹے کی روحانی بے دست و پائی اور گراوٹ پر حیرت زدہ رہ گیا لیکن اسے محسوس ہوا کہ وہ خود بھی ویسی ہی غلیظ دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ تیرہ و تار دہشت اس پر غالب آ گئی۔

جو کہنا تھا کہہ چکی تو ائیکو نے چلنے کی تیاری کی۔

"اتنی بھی کیا جلدی۔" شگو نے اسے روکنا چاہا لیکن اس کوشش میں کوئی گرم جوشی شامل نہ تھی۔

"میں دوبارہ آ جاؤں گی۔ آج میں آپ کے لئے آنسو بہاؤں گی اور نکو بنوں گی۔"

شگو کو محسوس ہوا کہ ائیکو میں نرم دلی بھی ہے اور ذمے داری کا شعور بھی۔

پہلے اس کا خیال تھا کہ ائیکو نے اسی دکان میں نوکری کر کے جہاں کینو کام کرتی تھی انتہا درجے کی ناشائستگی کا ثبوت دیا ہے۔ لیکن شوئی چی اور خود شگو کتنے بدتر نکلے۔

وہ کھوئی کھوئی نظروں سے ان قرمزی گلابوں کو تکتا رہا جو ائیکو لے کر آئی تھی۔

شوئی چی کے بقول' کیکوکو کے ماں بننے کی راہ میں کچھ تو اس کی اپنی نازک مزاجی حائل تھی اور کچھ دخل "ہمارے باہمی تعلقات کا اب جو حال ہے" کا تھا۔ کیا اب کیکوکو کے جذبات کو نازک مزاجی کی پاداش میں روندا نہیں جا رہا تھا؟

ان سب باتوں سے بے خبر' کیکوکو اب واپس کاماکورا پہنچ چکی ہو گی۔ شگو نے آنکھیں میچ لیں۔

زخم کا نشان

اتوار کی صبح شکو نے چیری کے تنے کے اردگرد اگے یاتسودے کو آری سے کاٹ دیا۔

شکو کو معلوم تھا کہ یاتسودے سے مکمل طور پر چھٹکارا پانے کے لیے اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا پڑے گا لیکن دل میں کہنے لگا کہ جب نئے پودے سر اٹھائیں گے تو انہیں کاٹ ڈالوں گا۔

اس نے یاتسودے کو پہلے بھی کاٹ پھینکا تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ اردگرد پھیل گیا۔ بہرحال، پہلے کی طرح اس دفعہ بھی جڑیں کھود کھود کر نکالنا بہت مشقت کا کام معلوم ہوا۔ شاید شکو میں اب اتنی جان نہیں تھی۔

آری کے سامنے یاتسودے کی کیا پیش چلتی لیکن ڈنٹھلوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ شکو کا ماتھا پسینے میں بھیگ گیا۔

"میں مدد کروں؟" شوئی چی اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا۔

"نہیں، کام چلا لوں گا" شکو نے ذرا رکھائی سے جواب دیا۔

شوئی چی جہاں تھا وہیں رک گیا۔

"کیکو نے مجھے آواز دی تھی۔ کہنے لگی کہ آپ یاتسودے کو کاٹ رہے ہیں اور مجھے جا کے آپ کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔"

"اوہ؟ لیکن اب تھوڑا سا کام رہ گیا ہے۔"

جو یاتسودے اس نے کاٹا تھا اس پر بیٹھ کر شکو نے گھر کی طرف دیکھا۔ کیکو کو ایک چمکیلی سرخ اوبی باندھے برآمدے میں شیشے کے ایک دروازے سے ٹیک لگائے

کھڑی تھی۔

شوئی چی نے شکو کے گھٹنے سے آری اٹھائی۔ "میں سمجھتا ہوں آپ پپا یا تسودے کاٹ رہے ہیں۔"

"ہاں۔" اس نے نوجوان ہاتھ کو حرکت میں آتے دیکھا اور باقی چارپانچ ڈھیل بھی ڈھیر ہو گئے۔

"انہیں بھی کاٹ دوں کیا؟" شوئی چی شکو کی طرف مڑا۔

"بس ایک منٹ" شکو اپنی جگہ سے اٹھا۔ "دیکھ تو لوں۔"

چیری کے دو تین نوخیز درخت تھے یا ممکن ہے کہ وہ الگ الگ درختوں کے بجائے ٹہنیاں ہوں۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ اپنے صلبی درخت کی جڑوں سے نکل آئے ہیں۔

تنے کے موٹے نچلے حصے پر پتوں سے لدی چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں یوں معلوم ہو رہی تھیں جیسے قلمیں لگی ہوئی ہوں۔

شکو چند قدم پیچھے ہٹا۔ "میرے خیال میں اگر تم ان پودوں کو کاٹ ڈالو تو اچھا دکھائی دے گا۔"

"اوہ؟" لیکن شوئی چی کو انہیں کاٹنے کی کوئی عجلت نہیں تھی۔ اسے شکو کا خیال ذرا نہ بھایا تھا۔

کیکو کو بھی باغ میں چلی آئی۔

شوئی چی نے آری سے نوخیز درختوں کی طرف اشارہ کیا۔ "ابا جی اس پر غور و فکر فرما رہے ہیں کہ انہیں کاٹ دیا جائے یا نہیں۔" وہ بے فکری سے ہنسا۔

"ہاں، انہیں کاٹ دیں۔"

"مجھے پتا نہیں چل رہا کہ یہ شاخیں ہیں یا نہیں۔" شکو نے کیکو سے کہا۔

"شاخیں زمین سے نہیں اگا کرتیں۔"

"تو اس شاخ کو کیا کہتے ہیں جو جڑوں سے اگ آئی ہو؟" ان کے ساتھ مل کر شکو بھی ہنسا۔

شوئی چی نے خاموشی سے نئے اگے پودے کاٹ ڈالے۔

"میں چاہتا ہوں کہ تمام شاخوں کو یونہی چھوڑ دیا جائے تاکہ جس طرح چاہیں بڑی ہوں اور پھیلیں۔ یاتسودے ان کی راہ روکے ہوئے تھا۔ تنے کے نچلے حصے پر جو ٹہنیاں ہیں انہیں نہ چھیڑو۔"

"ننھی منی ٹہنیاں جیسے کھانا کھانے کی تیلیاں یا خلال" کیکوکو نے شگو کی طرف دیکھا۔ "جب ان پر پھول آئے ہوئے تھے تو بڑی پیاری لگ رہی تھیں۔"

"اوہ؟ ان پر پھول بھی آئے تھے، کیوں جی؟ میں نے خیال نہیں کیا۔"

"ارے ہاں۔ کہیں ایک ننھا گچھا، کہیں دو، کہیں تین۔ اور میرا خیال ہے جو خلال جیسی ہیں ان پر ایک ایک پھول تھا۔"

"اوہ؟"

"لیکن حیرانی یہ ہے کہ یہ ٹہنیاں کبھی واقعی بڑی بھی ہوں گی۔ جتنی دیر یہ شن جو کو باغ کی جنگلی چیری یا لوکاٹ کی نچلی شاخوں جیسی ہونے میں لگائیں گی اتنی دیر میں مجھ پر بڑھاپا آچکا ہو گا۔"

"ارے نہیں۔ چیری کے درخت تیزی سے بڑے ہوتے ہیں۔" شگو نے کیکوکو کی آنکھوں میں جھانکا۔

شن جو کو باغ جانے کا ذکر اس نے نہ تو بیوی کے سامنے کیا تھا نہ شوئی چی کے سامنے۔

اور کیا کیکوکو نے کاما کورا آنے کے فوراً بعد یہ راز کی بات اپنے میاں کو بتا دی تھی؟ چوں کہ یہ صحیح معنی میں کوئی راز کی بات تو تھی نہیں اس لئے کیکوکو نے شاید کسی بالکل غیر اہم واقعے کی طرح اس کا ذکر کیا ہو۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ شن جو کو باغ جا کر کیکوکو سے ملے تھے" شوئی چی شاید کہہ بیٹھتا۔ لیکن اس موضوع کو چھیڑنا اسے مشکل معلوم ہوتا تھا تو غالباً پہل شگو کو کرنی چاہیے تھی۔ دونوں خاموش تھے اور ان کے درمیان ایک طرح کی کشیدگی تھی۔ شاید شوئی چی کیکوکو کی زبانی باغ جانے کا ذکر سن چکا تھا اور تجاہل عارفانہ سے کام لے رہا تھا۔

لیکن کیکوکو کے چہرے پر خفت کے کوئی آثار نہ تھے۔

شگو نے درخت کے تنے کے نچلے حصے سے اگنے والی ننھی ٹہنیوں پر نظر ڈالی۔ اس نے ذہن میں ان کی ایک تصویر کھینچی کہ یہ ٹہنیاں جو اس وقت نزبل ہیں اور جن کی حیثیت ایک بعید از قیاس جگہ میں اگتے اکھوؤں سے زیادہ نہ تھی، شن جوکو باغ والی نچلی ٹہنیوں کی طرح بڑھتی اور پھیلتی جا رہی ہیں۔

کیا شاندار منظر ہو گا کہ پھولوں سے لدی ہوئی شاخیں زمین کی طرف جھکی ہوئی ہیں لیکن اسے یاد نہ آ سکا کہ چیری کا ایسا کوئی درخت نظر سے گزرا ہے۔ اسے یاد نہ آ سکا کہ کبھی چیری کا کوئی بڑا درخت ایسا دیکھا ہو جس کی شاخیں تنے کے نچلے حصے سے نکل کر دور تک پھیلی ہوئی ہوں۔

"یاتسودے کا کیا کروں؟" شوئی چی نے پوچھا۔

"اٹھا کے کسی کونے میں پھینک آؤ۔"

شوئی چی نے یاتسودے کو بغل میں دابا اور گھسیٹ کر لے جانے لگا۔ چند ایک شاخیں وہ پڑی چھوڑ گیا تھا۔ انہیں اٹھا کر کیکو پیچھے پیچھے چل دی۔

"رہنے دو۔" شگو نے کہا۔ "ابھی تمہیں اپنا خیال رکھنا چاہیے۔"

کیکو نے سر ہلا کر صاد کیا اور وہیں کھڑی رہی جہاں اس نے شاخوں کو ہاتھ سے چھوڑ دیا تھا۔

شگو گھر میں چلا گیا۔

"یہ کیکو باغ میں کیا کر رہی تھی؟" یاسوکو نے عینک اتارتے ہوئے پوچھا۔ وہ ایک پرانی مچھر دانی کو بیونتنے میں مشغول تھی تاکہ اس سے بچی کے پوتڑوں کا کام لیا جا سکے۔ "دونوں اتوار کو باہر باغ میں ساتھ ساتھ۔ بہت غیر معمولی بات —— کیکو کے میکے جانے کے بعد سے ان کے تعلقات میں بہتری کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔"

"کیکو اکیلی ہے" شگو بڑبڑایا۔

"لازمی تو نہیں" یاسوکو نے زور دے کر کہا۔ "اس کے ہنسنے کا انداز کتنا بھلا ہے۔ آخری بار اسے اس طرح ہنستے مدتوں پہلے کبھی دیکھا تھا۔ تھوڑی سی دبلی ہو گئی ہے اور جب میں اسے ہنستا دیکھتی ہوں..."

شگو نے جواب نہ دیا۔

"وہ دفتر سے جلد گھر آ جاتا ہے اور اتوار کو بھی گھر رہتا ہے۔ کہتے ہیں نا کہ طوفان آئیں تو درختوں کی جڑیں زمین میں زیادہ گہری اتر جاتی ہیں۔"

شنگو اب بھی خاموش رہا۔

شوئی چی اور کیکوکو ایک ساتھ اندر آئے۔

"ابا جی، جو ٹہنیاں آپ کو اتنی پیاری تھیں انہیں ساتوکو نے نوچ کے پھینک دیا۔" ننھی منی ٹہنیوں کو شوئی چی نے انگلیوں میں لے رکھا تھا۔ "اسے یا تسودے کو گھسیٹ کر لے جانے میں بڑا مزہ آ رہا تھا اور پھر اس نے آپ کی ٹہنیاں کھسوٹ ڈالیں۔"

"اوہ؟ اس طرح کی ٹہنیوں کو کوئی بچہ نوچنے کھسوٹنے سے کہاں باز رہ سکتا ہے۔"

کیکوکو آدھی شوئی چی کی اوٹ میں تھی، آدھی سامنے۔

2

کیکوکو ٹوکیو سے لوٹی تو شنگو کے لئے جاپانی ساخت کا ایک برقی ریزر لائی۔ یاسوکو کو تحفے میں اوبی بند ملا اور فوساکو کو دونوں بچیوں کے لئے پوشاکیں۔

"شوئی چی کے لئے بھی کچھ لے کے آئی؟" شنگو نے یاسوکو سے پوچھا۔

"تہ ہو جانے والی چھتری۔ اور لگتا ہے کوئی امریکی کنگھی لائی ہے جس کی ڈبیا پر آئینہ لگا ہوا ہے۔ مجھے ہمیشہ یہی بتایا گیا کہ کسی کو تحفے میں کنگھیاں نہیں دینی چاہئیں کیوں کہ اس سے تعلقات توڑ لینے یا اسی طرح کی کسی بات کا اشارہ ملتا ہے۔ میرے خیال میں کیکوکو کو یہ نہیں معلوم۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ امریکا میں کنگھیوں سے اس طرح کی باتیں منسوب کی جاتی ہوں گی۔"

"اپنے لئے بھی ایک کنگھی لائی تھی۔ پہلی کنگھی سے تھوڑی سی چھوٹی اور مختلف رنگ کی۔ وہ فوساکو کو پسند آ گئی اور اس نے لے کے چھوڑی۔ کیکوکو کے لئے شاید یہ بات بہت معنی رکھتی تھی کہ ویسی ہی کنگھی لے کے آئی ہے جیسی شوئی چی کو

دی ہے۔ اور فوساکو نے دست طلب دراز کر کے مٹھیالی۔ ذرا سی نکمی کنگھی ہی تو تھی۔"

معلوم ہوتا تھا کہ یاسو کو اپنی بیٹی کو بخشنے کے لئے تیار نہیں۔ "بچیوں کے لباس اچھی قسم کے ریشم کے بنے ہوئے ہیں۔ صحیح معنی میں دعوتوں پر پہننے کے لائق۔ یہ مانا کہ خود فوساکو کو کچھ نہیں ملا لیکن بچیوں کے لباس اصل میں اسے تحفے ہی میں ملے ہیں۔ کیکوکو کو ضرور جرم کا احساس ہوا ہوگا کہ فوساکو کے لئے کچھ نہیں لائی۔ تبھی تو اس نے کنگھی فوساکو کو تھما دی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم میں سے کوئی یہ توقع کر کیسے سکتا ہے کہ کیکوکو ہمارے لئے تحفے تحائف لے کر آئے گی۔"

شگو نے اتفاق کیا لیکن وہ جن وجوہ سے بجھا بجھا سا تھا ان سے یاسو کو بے خبر تھی۔

اس میں شبے کی گنجائش نہ تھی کہ کیکوکو نے رقم اپنے ننھیال سے ادھار لی تھی۔ چوں کہ طبی اخراجات کے لئے شوئی چی نے کینو کے آگے ہاتھ پھیلایا تھا اس لئے لگتا نہیں تھا کہ خود اس کے یا کیکوکو کے پاس تحائف خریدنے کے لئے رقم ہو۔ کیکوکو نے غالباً یہ سمجھ کر کہ طبی اخراجات شوئی چی نے برداشت کئے ہیں تقاضا کر کے والدین سے رقم لی ہوگی۔

شگو اس بات پر کڑھ رہا تھا کہ اس نے کچھ عرصے سے کیکوکو کو ایسی رقم کیوں نہیں دی جس پر جیب خرچ کا گمان ہو سکے۔ اس کی نیت' بے شک' ٹھیک تھی لیکن جب سے شوئی چی اور کیکوکو ایک دوسرے سے دور ہوئے تھے وہ کیکوکو سے قریب ہوتا گیا تھا۔ ایسی صورت میں کیکوکو کو چوری چھپے کوئی رقم دینا شگو کو زیادہ مشکل نظر آنے لگا تھا۔ لیکن شاید کیکوکو کے احساسات کا صحیح ادراک نہ کرنے کی وجہ سے اس میں اور کنگھی ہتھیا لینے والی فوساکو میں کوئی فرق نہ رہا تھا۔

اور چوں کہ شوئی چی کی تماش بینی کی وجہ سے کیکوکو کا ہاتھ تنگ ہوا تھا اس لئے یہ اور بھی مشکل تھا کہ وہ جیب خرچ مانگنے آنسو بہاتی اپنے خسر کے پاس آتی۔ اسقاط کے اخراجات شوہر کی داشتہ نے برداشت کئے تھے۔ اگر شگو نے ذرا زیادہ ہم دردی دکھائی ہوتی تو کیکوکو کو اس رسوائی سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔

"وہ کچھ لے کے نہ آتی تو کتنا اچھا رہتا" یاسوکو نے سوچ بچار کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے خیال میں کل کتنا خرچ آیا ہو گا؟ میں سمجھتی ہوں ڈھیر ساری رقم اٹھ گئی ہو گی۔"

"خدا جانے کتنی۔" سنگو نے دل ہی دل میں حساب جوڑا۔ "مجھے بالکل اندازہ نہیں کہ برقی ریزر کتنے کا آتا ہے۔ کبھی خیال ہی نہیں کیا۔"

"خیال میں نے بھی کبھی نہیں کیا" یاسوکو نے یہ اقرار کرتے ہوئے اپنی بات میں زور پیدا کرنے کے لئے سر ہلایا۔ "اگر یہ سمجھیں کہ ہماری لاٹری نکلی ہے تو سب سے بڑا انعام تمہارے حصے میں آیا۔ کیکو کو چاہتی بھی یہی ہے کہ جو چیز ہو ایسی ہی ہو۔ ریزر شور بھی کرتا ہے اور چلتا بھی ہے۔"

"پھل تو حرکت نہیں کرتے۔"

"ضرور کرتے ہوں گے۔ ورنہ بال کیسے کاٹیں گے؟"

"نہیں۔ میں نے دیر تک غور سے دیکھا۔ حرکت نہیں کرتے۔"

"اوہ" یاسوکو کی باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔ "سو فیصد سب سے بڑا انعام، کسی اور وجہ سے نہیں تو صرف اس لئے کہ اسے لے کر تم ایسا بچہ نظر آنے لگے ہو جس کے ہاتھ کھلونا آ گیا ہو۔ جب دیکھو صبح کو ریزر زوں زوں چل رہا ہے، گھٹائی ہو رہی ہے، باچھیں کان تک پہنچی ہوئی ہیں، اور ناشتہ کرتے ہوئے بار بار اپنی چکنی ہموار کھال پر ہاتھ پھیرا جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر کیکو کو ذرا جھینپ سی جاتی ہے۔ ظاہر ہے، اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ خوش نہیں ہوتی۔"

"میری طرف سے اجازت۔ تم بھی استعمال کر لو۔" وہ مسکرایا۔ لیکن یاسوکو نے زور سے سر ہلایا۔

کیکو کی واپسی والے دن شگو اور شوئی چی شام کو ساتھ گھر آئے تھے اور برقی ریزر ناشتے کے کمرے میں توجہ کا مرکز بنا رہا تھا۔

کہا جا سکتا تھا کہ ملاپ کے موقع پر برقی ریزر نے بیچ میں پڑ کر کسی خفت آمیز دعا سلام کی نوبت نہ آنے دی ورنہ ایک طرف کیکو کو تھی، جو سسرال والوں کو بتائے بغیر چلتی بنی تھی، اور دوسری طرف شوئی چی کے گھر والے تھے، جن کی وجہ سے وہ

حمل ضائع کرانے پر مجبور ہوئی تھی۔

فوساکو بھی خوش ہو کر مسکرا دی۔ بچوں کو نئی پوشاک پہنائی اور گلے کی کڑھائی کو سراہا کہ خوش ذوقی سے کی گئی ہے۔ جس کتابچے میں ہدایات درج تھیں انہیں خوب اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد شگو نے ریزر کو آزمایا۔

گھر کے سب افراد کی سوالیہ نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔

اس نے ایک ہاتھ میں ہدایت نامہ پکڑ کے ریزر پر سے تھوڑی گزاری۔ "یہاں یہ بھی لکھا ہے کہ خواتین کی گدی پر اگے ہوئے نرم روئیں کو صاف کرنے کے لئے بھی بہت موزوں ہے۔" اس کی آنکھیں کیکوکو کی آنکھوں سے چار ہوئیں۔

کیکوکو کے ماتھے پر بال شروع ہونے کی لکیر بہت دل کش تھی۔ شگو نے محسوس کیا جیسے اس پر پہلے واقعی کبھی نظر نہ گئی تھی۔ لکیر ایسی تھی جیسے کوئی نازک بجلی قوس۔

نفیس جلد اور نفیس تر گھنے بالوں کے درمیان فرق واضح اور تیکھا تھا۔

چہرہ تو پیلا پیلا تھا لیکن رخساروں پر کسی وجہ سے خفیف سی تمتماہٹ تھی۔ کیکوکو کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔

"اباجی کو بڑے مزے کا نیا کھلونا مل گیا۔" یاسوکو نے کہا۔

"یہ کھلونا نہیں" شگو بولا۔ "جدید تہذیب و تمدن کی صناعی کا نمونہ ہے جسے اوزاروں کی مدد سے نہایت عمدہ طور پر بنایا گیا ہے۔ سانچے میں ڈھلا ہوا آلہ۔ اس پر نمبر درج ہے اور جن تیکنیکاروں نے اسے پرکھا' کور کسر نکالی اور آخری بار معائنہ کیا ان کے دستخط موجود ہیں۔"

شگو نے' جس کی طبیعت جولانی پر تھی' بالوں کو سیدھے اور الٹے دونوں رخ سے کاٹ کے دیکھا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ اس سے نہ تو خراش آئے گی نہ چھٹے پڑیں گے۔" کیکوکو نے کہا۔ "اور آپ کو نہ پانی چاہیے نہ صابن۔"

"آدمی بوڑھا ہو جائے تو ریزر چہرے کی جھریوں میں اڑنے لگتا ہے۔ یہ تمہارے بھی خوب کام آئے گا۔" شگو نے ریزر یاسوکو کی طرف بڑھایا۔

لیکن یاسو کو اس طرح پیچھے کو ہوئی جیسے ڈر گئی ہو۔ "اگر تمہارا خیال ہے کہ میرے داڑھی ہے تو سخت غلطی کر رہے ہو۔" وہ بولی۔

شگو نے ریزر کے پھلوں کو دیکھا اور عینک لگا کر دوبارہ معائنہ کیا۔ "یہ چلتے ہی نہیں۔ نہ جانے ریزر کس طرح بال کاٹتا ہے۔ موٹر تو گھومتا ہے لیکن پھل حرکت میں نہیں آتے۔"

"مجھے دکھائیں۔" شوئی چی نے ریزر کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن لے کر فوراً ہی یاسو کو تھما دیا۔

"یہ صحیح ہے۔ پھل بظاہر حرکت نہیں کرتے۔ شاید یہ ویکیوم کلینز کی طرح کی چیز ہے۔ آپ کو تو علم ہی ہے کہ ویکیوم کلینز کس طرح مٹی کوڑے کو کھینچ لیتا ہے۔"

"تم بتا سکتی ہو کہ داڑھی کے بال کہاں گئے؟" شگو نے دریافت کیا۔ کیکو کو نظر جھکا کے مسکرانے لگی۔

"فرض کرو برقی ریزر کے بدلے میں ویکیوم کلینز لے آئیں۔ یا واشنگ مشین"—— وہ بھی ٹھیک رہے گی۔ کیکو کا کام آسان ہو جائے گا۔"

شگو نے اپنی بوڑھی شریک حیات سے اتفاق کیا۔

"جدید تہذیب و تمدن کی صناعی کا ایک بھی نمونہ ہمارے گھر میں ایسا نہیں جسے اوزاروں کی مدد سے عمدہ طور پر بنایا گیا ہو۔ ہر سال کہتے ہو کہ فریج خریدنا ہے اور اس سال خریدنے کا وقت پھر آ گیا ہے۔ اور ٹوسٹر۔ اب تو ایسے ٹوسٹر آ گئے ہیں جو آپ ہی آپ بند ہو جاتے ہیں اور سکے ہوئے توس باہر اچھال دیتے ہیں۔"

"گھر میں برقی نظام رائج کرنے کے بارے میں ایک بوڑھی گھر والی کے خیالات؟"

"کیکو کو تمہیں بڑی عزیز ہے۔ پھر بھی غریب کا کوئی بھلا تو ہوتا نہیں۔"

شگو نے ریزر کو بے پلگ کیا۔ کیس میں دو برش تھے۔ ایک دانت صاف کرنے کے چھوٹے سے برش جیسا۔ دوسرا بوتل صاف کرنے کے چھوٹے برش سے مشابہ تھا۔ شگو نے انہیں برت کے دیکھا۔ پھلوں کے پیچھے بنے ہوئے سوراخ کو برل والے برش سے صاف کرتے ہوئے نیچے نظر ڈالی تو ذرا ذرا سے سفید بال گھٹنے پر گرتے

دکھائی دیے۔ اسے صرف سفید بال ہی نظر آسکے۔
ہاتھ مار کر اس نے انہیں گھٹنے سے جھاڑ دیا۔

3

شکو فی الفور ویکیوم کلینز خرید لایا۔
اسے یہ دیکھ کر بڑا لطف آیا کہ ناشتے سے پہلے اس کے برقی ریزر اور کیکو کے ویکیوم کلینز کی زوں زوں ایک ساتھ سننے کو ملتی ہے۔
شاید اسے گھر میں کسی تجدید کی آواز سنائی دے رہی تھی۔
ساتوکو کا دل ویکیوم کلینز نے موہ لیا تھا۔ وہ کیکو کے پیچھے پیچھے پھرتی رہتی تھی۔
شکو نے داڑھی کے بارے میں جو خواب دیکھا وہ شاید برقی ریزر کی وجہ سے نظر آیا ہو۔
وہ خواب میں پیش آنے والے واقعات میں شریک نہیں تھا، محض انہیں دیکھ رہا تھا۔ بہرحال، خواب کے عالم میں شریک اور تماشائی کا فرق واضح نہیں ہوتا۔ خواب کے واقعات امریکا میں پیش آئے جہاں شکو کبھی نہیں گیا تھا۔ شکو کو شک گزرا کہ اس نے امریکا کا خواب ان امریکی کنگھیوں کی وجہ سے دیکھا جو کیکو خرید لائی تھی۔
اس کے خواب میں بعض ریاستیں ایسی تھیں جہاں انگریزوں کی اکثریت تھی اور بعض پر ہسپانوی لوگوں کا غلبہ تھا۔ لہٰذا ہر ریاست سے ایک خاص وضع کی داڑھی منسوب تھی۔ جاگنے کے بعد اسے واضح طور پر یاد نہ آسکا کہ داڑھیوں کے رنگوں اور شکلوں میں کیا فرق تھا لیکن خواب کے دوران اس نے رنگوں میں بخوبی امتیاز کیا تھا۔ کہنے کا مطلب ہے کہ ریاست بہ ریاست نسلی نوع کے جو جو فرق پائے جاتے تھے سب پہچان لئے تھے۔ ایک ریاست میں، جس کا نام وہ یاد نہ رکھ سکا، ایک ایسا شخص منظر عام پر آیا جس کی ذات میں تمام ریاستوں اور نسلی انواع کی نمایاں خصوصیات مجتمع ہو گئی تھیں۔ یہ نہیں کہ تمام مختلف قسم کی داڑھیاں اس کی ٹھوڑی پر گڈمڈ تھیں بلکہ ایسا تھا کہ فرانسیسی وضع کی ریش سرخ انڈین داڑھی سے صاف الگ نظر آتی تھی کہ

ان میں ہر ایک اپنی صحیح جگہ پر تھی۔ داڑھی کے گوناگوں طرے، ہر مختلف ریاست اور نسلی نوع کی نمائندگی کرتے ہوئے، اس کی ٹھوڑی سے چٹلوں کی طرح لٹک رہے تھے۔

امریکی حکومت نے داڑھی کو قومی یادگار قرار دے دیا اور یوں اس شخص کے لئے ممکن نہ رہا کہ اپنی مرضی سے داڑھی منڈوا یا ترشوا سکے۔

سارا خواب بس یہی تھا۔ داڑھی میں رنگوں کی حیرت انگیز گوناگونی کو دیکھتے ہوئے شگو کو آدھوں آدھ محسوس ہوا کہ داڑھی خود اس کی اپنی ہے۔ کسی طرح اس نے داڑھی والے کے فخر اور الجھن کو یوں محسوس کیا جیسے خود اسے فخر اور پریشانی ہو رہی ہو۔

خواب کا اول آخر درمیان سرے سے تھا ہی نہیں۔ اس نے بس ایک باریش آدمی دیکھا تھا۔

داڑھی ظاہر ہے لمبی تھی۔ شاید اسے قید و بند سے آزاد وہ داڑھی اس لئے نظر آئی کہ آپ ہر صبح پورا شیو کرنے کا عادی تھا۔ یہ بات اسے اچھی لگی کہ داڑھی کو قومی یادگار قرار دیا گیا۔

ہر طرح کی پیچیدگی سے پاک اور بھول پن بھرا خواب۔ شگو کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ صبح اٹھ کر خواب دوسروں کو سنائے۔ بہرحال، آنکھ کھلی تو بارش کی رم جھم سنائی دی اور تھوڑی دیر کے لئے آنکھ لگ جانے کے بعد دوبارہ جاگا تو ایک بدمزہ خواب دیکھ کر۔

اس کے ہاتھ لٹکتی ہوئی، برائے نام نکیلی چھاتیوں پر رکھے تھے۔ وہ اسی طرح لٹکی رہیں۔ ان میں تناؤ پیدا نہ ہوا۔ عورت مساس کا جواب دینے پر آمادہ نہ تھی۔ سب کا سب نہایت احمقانہ۔

چھاتیوں کو چھونے کے باوجود شگو کو پتا نہ تھا کہ عورت کون ہے۔ بات یہ نہ تھی کہ اسے معلوم نہ تھا بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہو گا کہ معلوم کرنا نہ چاہتا تھا۔ عورت کا کوئی چہرہ تھا نہ بدن۔ بس دو چھاتیاں خلا میں لٹکی ہوئیں۔ جب اس نے پہلی دفعہ پوچھا کہ وہ کون ہے تو وہ شوئی چی کے ایک دوست کی چھوٹی بہن بن گئی۔ لیکن اسے پہچان لینے کے باوجود تو نہ جذبات بھڑکے نہ جرم کا احساس ہوا۔ یہ تاثر بھی کہ وہ

فلانے کی بہن ہے گریزپا نکلا۔ وہ دھندلی صورت تھی، دھندلی ہی رہی۔ چھاتیاں اس عورت جیسی تھیں جو کبھی ماں نہ بنی ہو لیکن شگو کو کنواری معلوم نہ ہوئی۔ اپنی انگلیوں پر عورت کی پاکیزگی کی رمق دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ اسے وحشت محسوس ہوئی لیکن جرم کا کوئی خاص احساس نہ تھا۔

"ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اتھلیٹ تھی" وہ بڑبڑایا۔

یہ کہتے ہی وہ چونک کر جاگ گیا۔

"سب کا سب نہایت احمقانہ"—— اسے یاد آگیا کہ یہ تو موری اوگائی* کے وہ الفاظ ہیں جو اس نے مرتے وقت کہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ الفاظ کسی اخبار میں اس کی نظر سے گزرے تھے۔

مگر ایک ناگوار خواب سے جاگنے پر سب سے پہلے موری اوگائی کے مرتے دم کے قول کو دہرانا اور پھر اس کا رشتہ خواب سے جوڑنا—— غالباً وہ حقیقت سے آنکھیں چرا رہا تھا۔

خواب میں جو شگو تھا اس نے نہ تو انبساط محسوس کیا تھا نہ انس نہ کوئی بے راہ روی۔ سب کا سب واقعی نہایت احمقانہ۔ اور بیدار ہونے کا ایک اجیرن انداز۔

اس نے لڑکی پر دست دراز کرنا نہ چاہا تھا۔ شاید وہ اسے چھیڑنے ہی والا تھا۔ اگر اس نے محبت کے مارے یا دہشت زدہ ہو کر، کانپتے کانپتے اس پر ہاتھ ڈال دیا ہوتا تو جاگنے کے بعد خواب میں زیادہ جان ہوتی۔

وہ ان بے حیائی کے خوابوں کے بارے میں سوچنے لگا جو حالیہ برسوں میں دیکھے تھے۔ وہ عام طور پر ایسی عورتوں کے متعلق تھے جنہیں گنوارو اور بازاری کہنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ کچھ ایسی ہی کیفیت سے وہ آج بھی دوچار تھا۔ کہیں یہ تو نہیں کہ اسے خواب میں بھی زنا کاری سے خوف آتا ہو؟

اسے یاد آیا کہ شوئی چی کے دوست کی بہن کی چھاتیاں بھری بھری تھیں۔ شوئی چی کی شادی سے پہلے کچھ بات چلی تھی، مگر ہنسی ہنسی میں، کہ اس کی نسبت دوست کی بہن سے ٹھہرا دی جائے اور دونوں ساتھ ساتھ گھومتے پھرتے بھی رہے تھے۔

---

* موری اوگائی۔ معروف ادیب۔ 1862ء تا 1922ء

اس کے ذہن میں جھماکا ہوا جیسے بجلی گری ہو۔

کیا خواب والی لڑکی کیکوکو کی تجسیم' کیکوکو کی قائم مقام نہ تھی؟ جو بھی سہی' کیا اخلاقی تقاضے اس کے خواب تک میں اپنے آپ کو منوا کر نہ چھوڑتے تھے؟ کیا اس نے لڑکی کے بدن کو کیکوکو کے قائم مقام کے طور پر مستعار نہ لیا تھا؟ اور کیا اس نے بدمزگی کو گوارا بنانے کے لئے' احساس جرم پر پردہ ڈالنے کی خاطر' لڑکی کو' جو اصل میں دل کش تھی' کم دل کش نہیں بنا دیا تھا؟

اور کہیں ایسا تو نہیں کہ اگر اس کی خواہشوں کو کھلی چھٹی مل جائے' اگر وہ اپنی زندگی کو مرضی کے مطابق نئے سرے سے مرتب کر سکے تو کنواری کیکوکو سے' جیسی وہ شوئی چی سے بیاہی جانے سے پہلے تھی' محبت کرنا چاہے گا؟

تحت شعور میں پلنے والی خواہش نے' جسے کچل اور توڑ مروڑ دیا گیا تھا' خواب میں ایسا روپ دھار لیا تھا جس سے پیار کرنا ممکن نہ تھا۔ کیا خواب میں بھی اس نے اپنی خواہش پر پردہ ڈالنا' خود کو فریب دینا چاہا تھا؟

اس نے جو اپنی خواہش کو اس لڑکی کی طرف منتقل کر دیا تھا جس سے شوئی چی کی بات چلتی رہی تھی' اس نے جو لڑکی کو گرفت میں نہ آنے والی' غیرواضح شکل دے ڈالی تھی ——— تو کہیں اس کی وجہ یہ تو نہ تھی کہ اس پر یہ خوف بری طرح غالب تھا کہ اگر وہ عورت کیکوکو نکل آئی تو؟

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ' جاگنے پر' اسے خواب کو یاد کرنے میں مشکل پیش آئی تھی اور یہ کہ خواب میں اس کی ساتھی بھی اور خود خواب کا تانا بانا بھی مٹے مٹے تھے اور یہ کہ چھاتی سے لگنے والے ہاتھ سے کوئی لذت نہ ملی تھی——— تو شاید ان کی وجہ یہ ہو کہ جاگنے کے ساتھ ہی ایک خاص طرح کی مکاری' بڑی چابک دستی سے خواب کو مٹانے میں مصروف ہو گئی تھی؟

"ایک خواب۔ اور قومی یادگار بھی خواب۔ خواب تمہارے حق میں جو فیصلہ کریں اس پر بھروسا مت کرو۔" اس نے ہتھیلی سے منہ پونچھا۔

خواب نے اس پر ٹھٹھرا دینے والا اثر چھوڑا تھا لیکن جب آنکھ کھلی تو شنگو کراہت آمیز پسینے میں نہایا ہوا تھا۔

بارش جس نے داڑھی کے خواب کے بعد صرف اپنے ہونے کا احساس دلایا تھا اب اتنی تیز ہو چکی تھی کہ بوچھاڑ پر بوچھاڑ' ہوا کے زور سے' مکان سے ٹکرا رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ سیل فرش پر بچھی چٹائیوں میں سرایت کرتی ہوئی کمرے میں پھیل رہی ہے۔ بہرحال' بارش کی آواز سے لگتا تھا کہ تھوڑی دیر دھوبک دھیا کر تھم جائے گی۔

اسے واتانابے کازان* کی بنائی ہوئی ایک انک واش (Ink wash) تصویر یاد آ گئی جو چند روز پہلے ایک دوست کے گھر دیکھی تھی۔

اس میں ایک تنہا کوے کو بے برگ و بار درخت کے سرے پر بیٹھا دکھایا گیا تھا اور یہ الفاظ درج تھے: "ہٹیلا کوا منہ اندھیرے۔ جون کی بارشیں۔ کازان۔"

شکو کا خیال تھا کہ کازان کے احساسات اور تصویر کی غرض و غایت اس کی سمجھ میں آ گئی ہے۔ کوا' ننگے بچے درخت کی کسی بہت اونچی شاخ پر ٹکا ہوا' طوفانی ہوا اور موسلادھار بارش کی مار سہتا' پو پھٹنے کا انتظار کر رہا تھا۔ طوفان کو پھیکی سیاہی کی مدد سے دکھایا گیا تھا۔ درخت اسے بہت اچھی طرح یاد نہ تھا لیکن خیال آتا تھا کہ ٹوٹا پڑا تھا۔ صرف موٹا تنا باقی بچا تھا۔ کوا اپنے رنگ روپ سمیت اسے اس طرح یاد تھا جیسے ابھی ابھی دیکھا ہو۔ شاید نیند کے غلبے سے' شاید ہوا کی شدت سے —— زیادہ امکان یہی تھا کہ دونوں کی وجہ سے —— پر کچھ پھولے پھولے نظر آ رہے تھے۔ چونچ بھاری تھی۔ چونچ کا اوپرلا حصہ' جس پر روشنائی بہہ جانے سے کالا دھبا پڑ گیا تھا' نچلے حصے کے مقابلے میں زیادہ موٹا اور بھاری تھا۔ آنکھوں میں نیند بھری ہوئی جیسے ابھی پوری طرح جاگا نہ ہو۔ تاہم آنکھوں سے کڑا پن ٹپکتا تھا اور کسی وجہ سے غصہ بھی۔ تصویر کے سائز کے پیش نظر کوے کی جسامت بڑی تھی۔

شکو کو کازان کے بارے میں یہی معلوم تھا کہ وہ افلاس زدہ تھا اور اس نے خود کشی کر لی تھی لیکن اتنا اسے بھی نظر آ گیا کہ یہ "طوفانی صبح میں کوا" کازان کے ان جذبات کا ترجمان تھا جو زندگی کے ایک خاص موڑ پر پہنچ کر اس نے محسوس کئے ہوں گے۔

* عالم اور مصور 1793ء تا 1841ء

اس میں کوئی شک نہ تھا کہ دوست نے موسم کی رعایت سے تصویر آویزاں کی تھی۔

شکو نے دل کڑا کر کے رائے دی۔ "اپنی ہٹ کا پورا پرندہ۔ ایک آنکھ نہیں بھاتا۔"

"اوہ؟ میں جنگ کے دنوں میں اسے دیکھتا رہتا تھا۔ دوزخی کوا' میں سوچا کرتا تھا۔ یہ دوزخی کوا ہی تو ہے۔ لیکن اس میں ایک طرح کی طمانیت پائی جاتی ہے۔ اگر کازان کے پاس خود کشی کرنے کی کوئی معقول وجہ اس کے سوا نہ تھی کہ جن حالات سے دوچار تھا ان کی تاب نہ لا سکتا تھا تو پھر مجھے اور تمہیں تو غالباً خود کو بار بار ہلاک کرتے رہنا چاہئے۔ سوال صرف یہ ہے کہ انسان کو کس عہد میں جینا پڑ رہا ہے۔"

"ہم بھی صبح کا انتظار کرتے رہے۔"

شکو نے سوچا کہ اس بارانی رات میں بھی کوا اس کے دوست کی بیٹھک میں لٹکا ہو گا۔

وہ حیران ہوتا رہا کہ خود اس کی چیل کہاں ہو گی' کوا کہاں ہو گا؟

4

دوسرا خواب دیکھ کر جاگنے کے بعد شکو کو نیند نہ آئی۔ وہ لیٹا لیٹا صبح ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ بہرحال' اس انتظار میں وہ ہیٹلی مزاحمت نہ تھی جس کا مظاہرہ کازان کا کوا کر رہا تھا۔

خواب میں نظر آنے والی عورت خواہ کیکوکو تھی یا شوئی چی کے دوست کی بہن' شکو کو یہ بات بہت ہی ناگوار معلوم ہوئی کہ شہوت کی خفیف سی ٹمٹماہٹ بھی اس میں نہ جاگی تھی۔

خواب عالم بیداری میں کی جانے والی کسی بھی زناکاری سے زیادہ بھونڈا تھا۔ بڑھاپے والی بدنمائی' شاید یہی بات ہو؟

عورتیں جنگ کے دنوں میں اس کی زندگی سے جو نکلیں تو پھر واپس نہ آئیں۔ جنگ ختم ہو گئی مگر عورتوں سے تعلقات پھر بھی بحال نہ ہو سکے۔ وہ اتنا بوڑھا تو نہ تھا

لیکن اس کے ساتھ ہوا یہی کچھ تھا۔ جس چیز کا جنگ نے کام تمام کر ڈالا تھا اس میں دوبارہ جان نہ پڑ سکی۔ یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ اس کے سوچنے کا انداز وہیں اٹکا ہوا تھا جہاں جنگ نے اسے چھوڑا تھا یعنی سمٹ سمٹا کر محدود سی سمجھ داری بن کر رہ گیا تھا۔

وہ اپنے دوستوں سے دریافت کرنا چاہتا تھا کہ آیا اتنی عمر کو پہنچ جانے کے بعد اکثر آدمیوں کے احساسات اسی جیسے ہو جاتے ہیں لیکن شاید ان باتوں پر اور تو کیا ہوتا، دوست اس کا بس مذاق بنا لیتے اور اسے کمزور اور مجہول کہنے لگتے۔

کیکوکو خواب میں پیار کرنے میں کیا برائی تھی؟ خواب میں کسی بات سے ڈرنے، کسی بات پر شرمندہ ہونے کا کیا مطلب؟ اور سچ تو ہے کہ عالم بیداری میں کیکوکو چوری چوری چاہنے میں خرابی کا کیا پہلو؟ اس نے سوچ کا یہ نیا انداز اپنانا چاہا۔

لیکن اسے بوسون کا ایک ہائیکو یاد آگیا۔ "بڑھاپے کے اس عشق کو بھلانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ خزاں کے موسم میں یہ ٹھٹھرا دینے والا چھینٹا۔" شنگو پر طاری غمگینی کچھ اور گمبھیر ہو گئی۔

جب سے شوئی چی نے داشتہ رکھی تھی اس کے ازدواجی تعلقات میں رچاؤ آگیا تھا۔ کیکوکو کے حمل ضائع کرانے کے بعد میاں بیوی کے باہمی رشتے میں زیادہ گھلاؤ، زیادہ تپاک نظر آنے لگا تھا۔ بپھرے ہوئے طوفان والی اس رات کو کیکوکو عام دنوں کی بہ نسبت شوئی چی کے ساتھ زیادہ نخرے تلے کرتی رہی تھی۔ جس رات شوئی چی نشے میں چور گھر لوٹا تھا تو کیکوکو نے عام طرز عمل کے برخلاف اسے زیادہ نرم دلی سے معاف کر دیا تھا۔

وہ اداس تھی یا احمق؟

اور کیا ان حقائق کا کیکوکو کو خود بھی شعور تھا؟ شاید، ان کی طرف سے بے خبر، وہ تمام تر معصومیت کے ساتھ تخلیق کے عجائبات کے سامنے جھک گئی تھی کہ زندگی اپنی موج میں اسے جدھر چاہے لے جائے۔

کیکوکو نے احتجاج کرتے ہوئے ماں بننے سے انکار کیا اور میکے چلی گئی۔ یہ اظہار تھا اس امر کا کہ اسے کیسی ناقابل برداشت تنہائی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور پھر چند روز

بعد واپس آ کر شوئی چی کے زیادہ قریب ہو گئی جیسے اپنی کسی تقصیر پر معذرت خواہ ہو یا کسی زخم پر پھائے رکھ رہی ہو۔

اگر چاہتا تو شگو سوچ سکتا تھا کہ یہ باتیں بھی "سب کی سب سراسر احمقانہ" تھیں۔ لیکن غالباً ان میں بہتری کا کوئی پہلو نکلتا تھا۔

وہ یہ تک سوچنے کو تیار ہو گیا کہ کینو کے قصے کے ازخود فیصل ہونے کا انتظار کرنا بہتر رہے گا۔

شوئی چی اس کا بیٹا سہی لیکن کیا وہ اور کیکو اتنے مثالی میاں بیوی تھے، کیا ان کی تقدیر میں یہی لکھا تھا کہ نباہ کرتے رہیں، کہ کیکو کے لئے اس طرح کا سلوک برداشت کئے جانا ناگزیر ہو چکا تھا؟ اس کے دل میں ایک دفعہ شک آ جاتا تو پھر شکوک و شبہات کا تانتا ٹوٹنے کا نام نہ لیتا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ یاسوکو کی آنکھ کھل جائے۔ اس لئے گھڑی دیکھنے کے لئے لائٹ نہ جلا سکتا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ صبح ہونے والی ہے اور جلد ہی مندر کی گھنٹی بجنے کا وقت آ جائے گا۔

اسے شن جو کو باغ میں بجنے والی گھنٹی یاد آ گئی۔

گھنٹی یہ بتانے کے لئے بجائی جاتی تھی کہ باغ کے بند ہونے کا وقت ہو گیا لیکن اس نے کیکو سے کہا تھا۔ "آواز کسی گرجا گھر کی گھنٹی جیسی ہے۔"

اسے محسوس ہوا تھا جیسے وہ درختوں سے بھرے سبزہ زار میں گھومتا گھامتا کسی مغربی وضع کے گرجا گھر کی طرف جا رہا ہے، جیسے گیٹ پر ٹھٹ کی صورت میں جمع لوگ بھی گرجا گھر جانے والے ہوں۔

نیند ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

اور سویرے سویرے شوئی چی کے ساتھ گھر سے چل پڑا۔ وہ کیکو کا سامنا نہ کرنا چاہتا تھا۔

اچانک اس نے پوچھا۔ "جنگ کے دوران تم نے کسی کو ہلاک کیا؟"

"خدا جانے۔ میری مشین گن کی گولی کی زد میں کوئی آیا ہو گا تو غالباً مارا گیا ہو گا۔ لیکن آپ چاہیں تو کہہ لیں کہ مشین گن میں کب چلا رہا تھا۔"

شوئی چی نے خفا ہو کر منہ پھیر لیا۔

بارش دن میں رک گئی اور شام کو پھر ہونے لگی۔ ٹوکیو دبیز دھند میں لپٹا ہوا تھا۔

جب وہ ایک کاروباری ڈنر کے بعد ریستوراں سے اٹھا تو بڑی بے ڈھب صورت سے دوچار ہونا پڑا۔ پتا چلا کہ آخری کار میں گیشاؤں کو گھر پہنچا کر آنا اس کے ذمے ہے۔

شگو اور دو ادھیڑ عمر کی گیشائیں پہلو بہ پہلو بیٹھی تھیں اور تین نوجوان گیشائیں ان کے گھٹنوں پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"بھئی" شگو نے لڑکی کی اوبی کے اگلے حصے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ کی طرف سے اجازت ہو تو۔" لڑکی مطمئن ہو کر آرام سے شگو کی گود میں بیٹھ گئی۔ وہ کیکوکو سے چار پانچ سال چھوٹی تھی۔

شگو نے سوچا تھا کہ ٹرین پر سوار ہونے کے بعد لڑکی کا نام اپنی یاد داشت والی نوٹ بک میں درج کر لے گا۔ بہرحال، یہ خیال اسے یوں ہی آگیا تھا اور امکان یہی تھا کہ یوں ہی بھول بھی جائے گا۔

بارش میں

اس صبح اخبار سب سے پہلے کیکو نے پڑھا۔
بظاہر ہوا کے زور سے بارش کا پانی ڈاک کے لئے بنے ہوئے بکس میں چلا گیا تھا۔ کیکو نے ناشتہ تیار کرتے ہوئے اخبار کو گیس پر سکھایا۔
کبھی کبھی جب اس کی آنکھ جلد کھل جاتی تو شگو اخبار خود اٹھا لاتا اور بستر میں لیٹ کر پڑھتا رہتا۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ اخبار لانے کا کام کیکو کو سونپ دیا گیا تھا۔
عموماً شگو اخبار صرف اس وقت پڑھتا جب شوئی چی دفتر جا چکا ہوتا۔
"ابا جان' ابا جان" کیکو نے آہستہ سے بند دروازے کے پیچھے سے آواز دی۔
"کیا ہے؟"
"اگر آپ اٹھ چکے ہیں تو ایک منٹ کے لئے باہر آ جائیں گے؟"
"کوئی گڑبڑ ہے کیا؟"
اس کی بدلی بدلی آواز سے ہراساں ہو کر وہ فوراً اٹھ گیا۔
کیکو اخبار ہاتھ میں لئے برآمدے میں کھڑی تھی۔
"کیا ہوا؟"
"اخبار میں مسٹر ائی ہارا کا ذکر ہے۔"
"کیا ائی ہارا کو پولیس نے پکڑ لیا؟"
"نہیں" ایک قدم پیچھے ہٹ کر اس نے اخبار شگو کو پکڑا دیا۔
"ابھی تک گیلا ہے۔"
شگو نے بادل ناخواستہ اخبار کو ہاتھ میں لیا جو کسی ڈھیلی ڈھالی چیز کی طرح لٹک

گیا۔ کیکو کو نے اسے اٹھا کے سامنے پھیلایا۔

"مجھے نظر نہیں آ رہا۔ ائی ہارا کے ساتھ کیا ہوا؟"

"کسی عورت کے ساتھ خود کشی۔"

"مر گیا؟"

"لکھا ہے کہ انہیں غالباً بچا لیا جائے گا۔"

"ایک منٹ ٹھہرو۔" وہ اخبار کیکو کو کے ہاتھ میں چھوڑ کر چل پڑا۔ "فوسا کو گھر میں ہی ہے نا؟"

"جی۔"

اس کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا کہ فوسا کو نے، جو بچیوں کے ساتھ رات دیر سے سوئی تھی، ائی ہارا سے مل کر خود کشی کی ہو گی یا اخبار میں اس کا نام آیا ہو گا۔

غسل خانے کی کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے، جہاں ہوا کے زور سے بارش بوچھار بن کر بکھر رہی تھی، شنگو نے خود کو سنبھالنا چاہا۔ پہاڑ کی تلیٹی میں اگی ہمپاس گھاس کی لمبی لمبی پتیوں سے بارش کی بوندیں بڑی تیزی سے پے درپے گر رہی تھیں۔

"صحیح معنی میں تل دھار اوپر دھار برس رہا ہے۔ جون میں عام طور پر اس طرح کی بارش نہیں ہوتی۔"

ناشتے کے کمرے میں اس نے اخبار اٹھایا لیکن ابھی پڑھنا بھی نہ شروع کیا تھا کہ عینک پھسل کر ناک پہ آ رہی۔ غصے سے پھنپھناتے ہوئے اس نے عینک اتاری اور بے صبری سے ناک کے بانسے کو سہلایا۔ اس کے گیلے پن سے ناگواری کا احساس ہوا۔

وہ مختصر خبر پڑھ رہا تھا تو عینک پھر پھسل کر نیچے آ رہی۔

واقعہ جزیرہ نمائے ایزو میں رینداِئی جی نامی صحت افزا مقام پر پیش آیا تھا۔ وہاں ایک معدنی چشمہ تھا۔ عورت مر چکی تھی۔ پچیس چھبیس سال کی تھی اور وضع قطع سے ملازمہ یا ویٹرس دکھائی دیتی تھی لیکن اس کی شناخت نہ ہو سکی تھی۔ مرد منشیات کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ امکان تھا کہ اس کی جان بچالی جائے گی۔ چوں کہ وہ نشی تھا اور خود کشی کے حوالے سے کوئی الوداعی رقعہ نہیں لکھا گیا تھا اس لئے شک کیا جا رہا

تھا کہ اس نے یہ حرکت دل لگی کے طور پر کی تھی اور عورت کو بہلا پھسلا کر خودکشی پر آمادہ کر لیا تھا۔

شگو نے عینک پر ہاتھ مارا جو پھسل کر ناک کی پھننگ پر آ گئی تھی۔ لگتا تھا کہ وہ عینک کو تمانچہ مارنا چاہتا ہے۔ اسے کچھ علم نہ تھا کہ غصہ کس بات پر آ رہا ہے' اس پر کہ ائی ہارا نے خودکشی کرنی چاہی یا عینک کے بار بار پھسلنے پر۔

چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا منہ ہاتھ دھونے کے سٹینڈ پر پہنچا۔

اخبار میں لکھا تھا کہ ائی ہارا نے ہوٹل میں یوکوہاما کا کوئی پتا لکھوایا تھا۔ فوساکو کا کوئی ذکر نہ تھا۔

اس لئے خبر کا شگو کے خاندان سے کوئی تعلق نہ بنتا تھا۔

شاید ہوٹل میں جو پتا لکھوایا گیا تھا وہ جھوٹا تھا اور درحقیقت ائی ہارا کا گھر تھا نہ بار۔ اور شاید فوساکو بھی اب اس کی بیوی نہ تھی۔

شگو نے دانت برش کرنے سے پہلے منہ دھویا۔

کیا محض جذباتیت کی بنا پر یہ خیال اسے پریشان کرنے کے علاوہ الجھن میں ڈال رہا تھا کہ فوساکو شاید اب بھی ائی ہارا کی بیوی ہو؟

"یہ جو بھی ہوا تو کیا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ سب کچھ وقت پر چھوڑ دو' جو ہونا ہے ہو جائے گا؟" اس نے بڑبڑا کر خود سے کہا۔

کیا وقت نے آخر وہ حل فراہم کر ہی دیا جسے تلاش کرنے کو وہ اتنی دیر ٹالتا رہا تھا؟

لیکن کہیں ایسا تو نہیں کہ شگو کے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا؟ بس ایک یہی امید تھی نا کہ شاید ائی ہارا کبھی جان پر کھیل جائے؟

اسے معلوم نہیں تھا کہ آیا فوساکو نے ائی ہارا کو تباہی کے گڑھے میں دھکیلا تھا یا ائی ہارا نے فوساکو کا جینا حرام کر دیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہ تھا کہ جہاں ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی فطرت ہی یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کا جینا حرام کر دیں اور انہیں تباہ و برباد کر ڈالیں وہاں ایسے بھی ہیں جن کی سرشت میں ہے کہ مر مر کے جئیں اور تباہ ہوتے پھریں۔

"کیکو کو" شگو نے ناشتے کے کمرے میں لوٹ کر گرما گرم چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔ "تمہیں معلوم تھا نا' تھا نا معلوم' کہ پانچ چھ دن پہلے ائی ہارا نے طلاق کا نوٹس بھجوایا تھا؟"

"جی ہاں۔ آپ بہت برہم ہوئے تھے۔"

"برہم تو ہوا تھا۔ اور فوساکو کہہ رہی تھی کہ بے عزتی برداشت کئے جانے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ لیکن شاید ائی ہارا خود کشی کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس میں سخن سازی کو دخل نہ تھا۔ وہ اپنی جان لینے پر تلا ہوا تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ عورت کو محض دوسرا تھ کے خیال سے ساتھ لے گیا ہو گا۔"

کیکو کو نے اپنے خوش نما ابروؤں کو سکیڑا اور جواب میں کچھ نہ بولی۔ اس نے ریشمی دھاری دار کمونو پہن رکھا تھا۔

"بھئی ایک کام کرو گی؟ ذرا شوئی چی کو اٹھا دو۔"

کیکو کو کا دور جاتا ڈیل ڈول' شاید لباس کی چوڑی عمودی دھاریوں کی وجہ سے' معمول سے زیادہ قد آور معلوم ہوا۔

"سو ائی ہارا یہ کر ہی گزرا؟" شوئی چی نے اخبار اٹھا لیا۔ "فوساکو کی طرف سے نوٹس چلا گیا؟"

"ابھی نہیں۔"

"ابھی نہیں؟" شوئی چی نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ "کیوں نہیں گیا؟ آج صبح ہی بھجوا دیں۔ ہم کسی مردے کی طرف سے وصول ہونے والے طلاق کے نوٹس کا جواب بھجواتے اچھے لگیں گے۔"

"لیکن بچیوں کا کیا بنے گا؟ ائی ہارا نے ان کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ ابھی وہ بہت چھوٹی ہیں۔ اپنے طور پر فیصلہ نہیں کر سکتیں کہ کس خاندان کے پاس رہنا چاہیں گی۔"

طلاق کا نوٹس' جس پر فوساکو کی مہر لگی ہوئی تھی' بریف کیس میں رکھا روز شگو کے دفتر جاتا اور واپس آتا رہا تھا۔

شگو کبھی کبھی ائی ہارا کی ماں کو رقم بھجواتا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ طلاق کا

نوٹس اسی ہرکارے کے ہاتھ محلے کے دفتر بھجوا دے گا لیکن آج کل آج کل کر کے ٹالتا رہا۔

"بچیاں ادھر ہمارے پاس ہیں' اس لئے کسی کے کئے ہونا ہوانا خاک نہیں۔ میں سمجھتا ہوں پولیس آنے والی ہو گی۔"

"وہ کس لئے؟"

"کسی کو تلاش کرنے ائی ہارا جسے سپرد کیا جا سکے۔"

"میری رائے میں اس کا کوئی امکان نہیں۔ میرے خیال میں ٹھیک اسی وجہ سے اس نے طلاق کا نوٹس بھجوایا تھا۔"

دروازہ دھڑام سے کھلا اور فوساکو اندر داخل ہوئی۔ اس نے ابھی شب خوابی کا کمونو اتارا نہیں تھا۔

فوساکو نے اخبار کو ایک نظر دیکھا اور پھاڑ کر پھینک دیا۔ اخبار پھاڑتے ہوئے اگرچہ اس نے کچھ ضرورت سے زیادہ زور لگایا تھا لیکن جب اسے اٹھا کر پھینکا تو فرش سے ٹکرا کر اچھلا نہیں۔ فرش پر گھٹنوں کے بل جھک کر وہ زور زور سے اخبار کے ٹکڑوں پر ہاتھ دے دے مارنے لگی۔

"فوساکو' دروازہ تو بند کر دو بھئی۔"

کھلے دروازے سے اسے بچیاں نظر آ رہی تھیں جو سوئی پڑی تھیں۔

فوساکو نے کانپتے ہاتھوں سے اخبار کو پرزے پرزے کر ڈالا۔

شوئی چی اور کیکو کو خاموش رہے۔

"فوساکو۔ تمہارے جی میں آتا ہے کہ جا کے ائی ہارا کا خیال رکھا جائے؟"

"نہیں!" کہنی کے سہارے فرش سے اٹھتے اٹھتے فوساکو نے مڑ کر شگو کو گھورا۔ اس کی پتلیاں اوپر چڑھ گئی تھیں۔ "اباجی' اپنی بیٹی کے لئے آپ کے جی میں کیا آتا ہے؟ بزدل کہیں کے۔ دیکھ رہے ہیں کہ بیٹی کن دہاڑوں کو پہنچ چکی ہے اور کوئی پروا نہیں' ذرہ برابر بھی پروا نہیں۔ اپنی اکڑفوں کو رکھیں چھپر پہ اور اس کا خیال رکھنے کے لئے خود ہی سدھاریں۔ اور کوئی نہ جائے' بس آپ ہی جائیں۔ اس جیسے آدمی کے پلے مجھے باندھا کس نے تھا؟"

کیکو اٹھ کر باورچی خانے میں چلی گئی۔

شگو تو وہی کچھ کہہ بیٹھا تھا جو اتفاقاً ذہن میں آ گیا تھا۔ لیکن وہ بدستور یہی سوچتا رہا کہ اگر اس تنت کے وقت میں فوساکو ائی ہارا کے پاس چلی جائے تو شاید دونوں پھر آپس میں من جائیں اور شاید زندگی کا نئے سرے سے آغاز کر سکیں۔ اس میں ان ہونی کیا۔ آدمی یہ سب کچھ کرتے ہی آئے ہیں۔

2

اخبار میں اور کچھ نہ آیا جس سے انہیں پتا چلتا کہ ائی ہارا مر گیا یا زندہ ہے۔

محلے کے دفتر نے چوں کہ طلاق کا نوٹس قبول کر لیا تھا اس لئے معلوم ہوتا تھا کہ ائی ہارا کو مردہ قرار نہیں دیا گیا تھا۔

یا اگر وہ مر چکا تھا تو کیا اس کی شناخت نہ ہو سکی تھی؟ اس کا امکان بہت کم تھا۔ اس کی لنگڑی ماں زندہ تھی۔ مانا کہ اخبار اس کی نظر سے نہ گزرا ہو گا لیکن ان کے واقف کاروں اور رشتے داروں میں سے کسی نے تو بلاشبہ یہ خبر دیکھی ہو گی۔ شگو اس لیکن شگو آپ اب تک شکوک میں مبتلا تھا۔

دونوں بچیاں اب شگو کی ذمے داری بن چکی تھیں۔ شوئی چی نے بظاہر اس نکتے پر توجہ نہ دی تھی کہ شاید کسی روز ان کا بوجھ اسے اٹھانا پڑ جائے۔

طلاق کا نوٹس بھجواتے وقت شگو کو اس عورت کا خیال آیا جو ائی ہارا کے ساتھ تھی۔

صرف اتنی بات یقینی تھی کہ ایک عورت مر گئی تھی۔ کسی عورت کی زندگی کیا اور موت کیا؟

"لوٹ آؤ اور آسیب بن کر ہمیں ستاؤ" اس نے بڑبڑا کر اپنے آپ سے کہا۔ چونکا تو مزید یہ کہا۔ "اور تم نے کیا احمقانہ زندگی گزاری ہے۔"

اگر ائی ہارا اور فوساکو عام میاں بیوی کی طرح مل جل کر زندگی گزارتے رہتے تو اس عورت کے مرنے کی نوبت نہ آتی۔ اور اس لحاظ سے شگو کو ریموٹ کنٹرول کے ذریعے قتل کرنے والا قرار دینا بالکل ممکن تھا۔ تو پھر اس کے ذہن میں مرنے والی کے

حوالے سے دین دارانہ خیالات کیوں نہ آتے؟

لیکن کوئی صورت نہ تھی جس سے وہ مرنے والی کی شبیہ کو اپنے سامنے لا سکتا۔ یکایک اسے کیکوکو کا بچہ دکھائی دیا۔ ظاہر ہے کہ اس بچے کا چہرہ تو اسے نظر نہیں آ سکتا تھا جسے حمل کے بالکل ابتدائی دنوں میں ضائع کر دیا گیا ہو۔ پھر بھی اس نے چشم تصور میں ان طرح طرح کی خوبصورتیوں کو دیکھا جو بچوں کا خاصہ ہوتی ہیں۔

بچہ پیدا نہ ہوا تھا۔ تو کیا اس نے دوبار دور بیٹھے بیٹھے قتل کا ارتکاب کیا تھا؟

ناگوار حد تک سیلے سیلے دن گزرتے رہے۔ ان دنوں شگو کی عینک کے شیشے تک سیلے اور چپ چپے معلوم ہوتے۔ اسے سینے میں دائیں طرف گرانی کا احساس ہوا۔

جون کی بارشوں میں جب وقفہ آتا تو سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمکنے لگتا۔

شگو نے پتلون پہنتے پہنتے کہا۔ "جس گھر کے آگے پچھلی گرمیوں میں سورج مکھی کے پھول تھے اس سال وہاں کوئی سفید پھول لگا ہوا ہے جس کا نام مجھے نہیں آتا۔ کچھ کچھ ولایتی گل داؤدی جیسا ہے۔ چار پانچ مکانوں کے آگے' جو ایک ہی قطار میں ہیں' یہی پھول ہے۔ انہوں نے ضرور اس کا اہتمام کیا ہو گا۔ پچھلے سال ان سب گھروں میں سورج مکھی کے پھول تھے۔"

کیکوکو اس کا کوٹ لئے سامنے کھڑی تھی۔

"میں سمجھتی ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ سورج مکھی کے پودے طوفان میں ڈھیر ہو گئے تھے۔"

"غالباً یہی بات ہے۔ کیکوکو' تم تھوڑی سی لمبی نہیں ہو گئیں؟"

"یہاں آنے کے بعد میرا قد بڑھتا رہا ہے لیکن اب کچھ دیر سے کہیں کا کہیں پہنچ گیا ہے۔ شوئی چی بالکل دنگ رہ گیا۔"

"کب؟"

کیکوکو کا منہ لال سوہا ہو گیا۔ وہ کوٹ پہننے میں مدد دینے کے بہانے شگو کے پیچھے کھسک گئی۔

"میں سوچ رہا تھا کہ تم پہلے سے لمبی ہو گئی ہو۔ صرف کمونو کی وجہ سے لمبی دکھائی نہیں دے رہیں۔ نہایت مناسب ہے کہ شادی کے بعد چند سال تک آدمی کے قد و قامت میں اضافہ ہوتا رہے۔"

"میں بہت چھوٹی تھی۔ ان پودوں جیسی جن پر بہت دیر میں پھول آتے ہیں۔"

"بالکل بھی نہیں۔ میرے خیال میں یہ شاندار بات ہے۔" شگو کو اس نئی دمیدگی میں کوئی شے شاندار انداز میں تروتازہ معلوم ہوئی۔ کیا کیکو کو کا قد اتنا بڑھ گیا تھا کہ آغوش میں لیتے وقت شوئی چی کو فرق محسوس ہوا؟

گھر سے روانہ ہوتے وقت شگو کو یہ بھی لگا کر بچے کی ضائع جانے والی جان کیکو کو میں پروان چڑھ رہی ہے۔

ساتو کو سڑک کے کنارے اکڑوں بیٹھی پڑوس کی چند چھوٹی لڑکیوں کو گھر گھر کھیلتے دیکھ رہی تھی۔

شگو بھی رک کر دیکھنے لگا۔ اس نے صاف ستھرے انداز میں کٹی گھاس کی ڈھیریوں کو تحسین کی نظر سے دیکھا جو ایبالونی کی سیپیوں میں اور یاتسودے کے پتوں پر رکھی تھیں۔ سیپیوں اور پتوں سے رکابیوں کا کام لیا جا رہا تھا۔

رنگ آمیزی کے لئے ڈاہلیا اور مار گے رٹ کی پنکھڑیاں بھی باریک باریک کاٹ کر ملا دی گئی تھیں۔

لڑکیوں نے پیال کی چٹائی بچھا رکھی تھی جس پر مار گے رٹ کے پودوں کا گھنا سایہ پڑ رہا تھا۔

"مار گے رٹ۔ یہ تو مار گے رٹ ہیں۔" شگو نے کہا جسے پھول کا نام یاد آگیا تھا۔

کئی گھروں کے آگے، جہاں پچھلے سال سورج مکھی کے پودے دیکھنے کو ملتے تھے، اب کے مار گے رٹ کے پودے لگائے گئے تھے۔

معلوم ہوتا تھا کہ ساتو کو ابھی چھوٹی ہے۔ اس لئے لڑکیاں اسے اپنے ساتھ نہیں کھلا رہی تھیں۔

"نانا ابا۔" وہ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

شکو اس کا ہاتھ پکڑ کر بڑی سڑک کے نکڑ تک لے گیا۔
گھر کی طرف دوڑ کر جانے والی صورت میں گرمیوں کا روپ سمایا ہوا تھا۔
ناتسو کے 'گوری گوری بانہیں کھولے' دفتر کی کھڑکیاں چمکا رہی تھی۔
"آج صبح اخبار دیکھا؟" شکو نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا۔
"جی۔" لفظ حسب معمول ٹھس اور بھاری لہجے میں ادا کیا گیا تھا۔
"اخبار۔ خدا جانے کون سا اخبار تھا؟"
"کون سا اخبار؟"
"یاد نہیں آ رہا کس اخبار میں تھا لیکن ہارورڈ یونیورسٹی اور بوسٹن یونیورسٹی کے بعض سماجیات دانوں نے ایک ہزار سکریٹریوں کو سوال نامہ بھجوایا جس میں پوچھا گیا کہ کیا بات انہیں سب سے زیادہ مزہ دیتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے جواب دیا کہ اپنی تعریف اس وقت سن کر جب کوئی تعریف سننے والا موجود ہو۔ کوئی بھی ایسی نہ تھی جس نے یہ نہ کہا ہو۔ مشرق ہو یا مغرب' کیا لڑکیاں سب جگہ ایک جیسی ہوتی ہیں؟ تم کیا کہتی ہو؟"
"لیکن کسی کے سامنے اپنی تعریف سن کر خجالت محسوس نہ ہو گی؟"
"جن باتوں پر خجالت محسوس ہو اور جو باتیں مزہ دیں ان میں اکثر چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ جب کوئی مرد تمہیں چھیڑتا ہے تو اس طرح کی ملی جلی کیفیت محسوس نہیں ہوتی؟"
ناتسو کو نے آنکھیں جھکالیں اور جواب نہ دیا۔ اس طرح کی لڑکیاں اب کم رہ گئی ہیں' شکو نے سوچا۔
"میرا خیال ہے کہ تانی زاکی کی تمنا بھی یہی ہو گی۔ مجھے چاہئے تھا کہ دوسروں کے سامنے زیادہ مرتبہ اس کی تعریف کرتا۔"
"مس تانی زاکی آئی تھی" ناتسو کو نے بے ڈھنگے پن سے کہا۔ "تقریباً ساڑھے آٹھ بجے۔"
"اور؟"
"بولی کہ دوپہر کے وقت دوبارہ آؤں گی۔"

شکو نے محسوس کیا کہ غم ناکی قدم بہ قدم اس کی طرف بڑھ رہی ہے۔
وہ لنچ کھانے باہر نہ گیا۔
ائیکو دروازے پر کھڑی تھی۔ بھاری بھاری سانس لیتی ہوئی۔ لگتا تھا جیسے ابھی رو پڑے گی۔
"آج کوئی پھول نہیں؟" شکو نے اپنے اضطراب پر پردہ ڈالا۔
وہ متانت کے ساتھ اس کی طرف بڑھی جیسے شکو کو غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کرنے پر جھڑک رہی ہو۔
"تم چاہتی ہو میں آج پھر اس سے کہوں کہ باہر چلی جائے؟" لیکن ناتسوکو لنچ کرنے جا چکی تھی اور وہ اکیلا تھا۔
اسے یہ چونکا دینے والی خبر سنائی گئی کہ شوئی چی کی عورت حاملہ ہے۔
"میں نے اس سے کہا کہ تمہارے یہ بچہ ہرگز ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔" ائیکو کے پتلے ہونٹ لرز رہے تھے۔ "کل جب وہ کام پر سے گھر جا رہی تھی تو میں نے اسے رستے میں جا لیا اور اس سے یہی بات کہی۔"
"سمجھا۔"
"لیکن میں نے ٹھیک کہا نا؟ یہ تو بڑی ہی واہیات بات ہے۔"
شکو کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اس کی تیوری میں بل پڑ گئے۔
ائیکو کو کیکوکو کا خیال آ رہا تھا۔
شوئی چی کی بیوی، کیکوکو اور شوئی چی کی داشتہ، کینو، دونوں یکے بعد دیگرے حاملہ ہوئی تھیں۔ واقعات کے اس تسلسل میں، ظاہر ہے، ناممکن کچھ بھی نہ تھا لیکن شکو کو یہ خیال نہ آیا تھا کہ اس کا اپنا بیٹا آلہ کار بن سکتا ہے۔ اور کیکوکو حمل ضائع کرا چکی تھی۔

3

"بھئی ذرا یہ تو پتا کر دو کہ شوئی چی دفتر میں ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اس سے کہنا کہ ایک منٹ کے لئے آ جائے۔"

"بہتر، جناب" ائیکو نے چھوٹا سا آئینہ نکالا۔ "اگر انہوں نے مجھے اس حالت میں دیکھ لیا تو میرے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہو گا" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "اور پھر کینو کو پتا چل جائے گا کہ میں لگائی بجھائی کرتی پھر رہی ہوں۔"

"سمجھا۔"

"یہ بات نہیں کہ مجھے ملازمت چھوڑ دینے کی کوئی پروا ہو۔"

"ملازمت مت چھوڑنا۔"

شگو نے فون پر پتا کیا۔ اس وقت وہ دوسرے ملازمین کے سامنے شوئی چی سے روبرو ہونا نہ چاہتا تھا۔ شوئی چی دفتر میں نہیں تھا۔

شگو نے ائیکو کو قریب کے ایک غیر ملکی ریستوراں میں چلنے کی دعوت دی اور دفتر سے چل پڑا۔

ائیکو، جو چھٹکی سی تھی، شگو کے قریب ہو کر چلتے چلتے منہ اٹھا کر نظریں اس کے چہرے پر جمائے رہی۔ "آپ کو یاد ہے؟" اس نے بے پروائی سے کہا۔ "جب میں آپ کے دفتر میں تھی تو آپ مجھے صرف ایک مرتبہ ناچ پر ساتھ لے گئے تھے۔"

"ہاں۔ تم نے بالوں میں سفید ربن باندھا ہوا تھا۔"

"نہیں" ائیکو نے سر ہلایا۔ "سفید ربن میں نے ٹائیفون کے اگلے دن باندھ رکھا تھا۔ مجھے یاد ہے کیوں کہ میں بہت بوکھلا گئی تھی۔ اس دن آپ نے پہلی مرتبہ مجھ سے کینو کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"تب کی بات ہے؟"

شگو کو یاد آگیا۔ یہ بات اسی دن کی تھی۔ ائیکو نے کہا تھا کہ کینو کی بھرائی ہوئی آواز جنسی جذبات کو ہوا دیتی ہے۔

"گزشتہ ستمبر۔ سچ یہ ہے کہ میں نے تم سے جو تقاضا کیا تھا اسے پورا کرنا تمہارے لئے بہت مشکل تھا۔" شگو ہیٹ پہنے بغیر چلا آیا تھا۔ دھوپ ننگے سر کو چبھ رہی تھی۔

"میں آپ کے کسی کام نہ آسکی۔"

"اس کی وجہ یہ کہ تمہیں ہماری طرف سے ایسا کوئی سہارا نہ ملا جس کے

ذریعے تمہارا کام آسان ہو جاتا۔ ایسے خاندان پر تف ہے۔"

"میں آپ کی بہت قدر کرتی ہوں۔ دفتر چھوڑنے کے بعد میرے دل میں آپ کی قدر اور بڑھ گئی ہے۔" اکیو کی آواز تناؤ بھری اور غیر فطری معلوم ہو رہی تھی۔ ایک لمحہ تامل کرنے کے بعد اس نے بات جاری رکھی۔ "جب میں نے کینو سے کہا کہ اسے بچے کی ماں ہرگز نہ بننا چاہئے تو وہ الٹی مجھ پر برس پڑی جیسے خود میں کوئی بیٹیا ہوں جس کی گوش مالی ضروری ہو۔ کہنے لگی کہ تمہیں نہ تو اس بارے میں کچھ معلوم ہے نہ ان باتوں کو سمجھ سکتی ہو۔ بہتر ہو گا کہ اپنے کام سے کام رکھو۔ اور آخر میں بولی کہ بچہ اس کے پیٹ میں ہے۔"

"اوہ؟"

"مجھ سے کس نے کہا تھا کہ اسے احمقانہ مشورہ دوں؟ اگر بات شوئی چی سے علیحدگی اختیار کرنے کی تھی تو جب شوئی چی اسے چھوڑ جائے گا تو کینو کے سامنے الگ ہو جانے کے سوا چارہ ہی کیا ہو گا۔ لیکن بچہ اس کا اپنا ہے۔ اس پر کسی کا حق نہیں۔ اس سلسلے میں مجال نہیں کہ کوئی کچھ کر سکے۔ جب تمہارے اپنے پیٹ میں بچہ ہو تو اگر پوچھ سکو تو بچے سے پوچھ لینا کہ اسے جنم دینے میں کیا برائی ہے۔ میں عمر میں اس سے بہت چھوٹی ہوں اور وہ میرا مذاق اڑا رہی تھی۔ کہنے لگی کہ تم میرا مذاق اڑانے سے باز آجاؤ۔ کیا پتا وہ کسی کی نہ سنے اور ماں بن کر دکھا دے۔ بعد میں مجھے یاد آیا کہ بیاہی جانے کے باوجود وہ بے اولاد ہے۔ اس کا شوہر جنگ میں مارا گیا تھا۔"

اس کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے شنگو نے سر ہلایا۔

"شاید یہ باتیں وہ اس لئے کرتی رہی کہ میری وجہ سے چڑ گئی تھی۔ ہو سکتا ہے بچہ جننے کا کوئی ارادہ نہ ہو۔"

"کتنے مہینے ہو گئے؟"

"چار مہینے۔ مجھے تو پتا نہیں چلا مگر دکان میں بعض دوسری عورتوں نے بھانپ لیا۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کی بھنک دکان کے مالک کے کان میں بھی پڑ گئی اور اس نے کینو سے کہا کہ بچہ مت پیدا کرو۔ وہ بہت باصلاحیت ہے اور میرا خیال ہے کہ اس کے چلے جانے سے دکان کا ہرج ہو گا۔" اکیو ہاتھ اٹھا کر چہرے تک لے گئی۔ "میری

سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کروں۔ سوچا کہ اگر آپ کو بتا دوں تو شاید آپ اس بارے میں شوئی چی سے کچھ کہہ سن لیں۔"

"ہاں۔"

"میرے خیال میں آپ، جتنی جلد ممکن ہو، کینو سے مل آئیں۔"

شکو بھی یہی سوچ رہا تھا۔ "وہ خاتون جو اس دن تمہارے ساتھ دفتر آئی تھی وہ اور کینو اب بھی ساتھ رہتی ہیں؟"

"مسز اکیدا۔"

"ہاں۔ ان میں بڑی کون ہے؟"

"میرے خیال میں کینو دو تین سال چھوٹی ہے۔"

واپسی پر ائیکو اسے اس عمارت تک چھوڑنے آئی جس میں دفتر واقع تھا۔ لگتا تھا کہ مسکراتے مسکراتے رونے لگے گی۔

"آپ کا شکریہ۔"

"شکریہ۔ کیا یہاں سے دکان جاؤ گی؟"

"جی ہاں۔ کینو ان دنوں عموماً جلدی چلی جاتی ہے۔ دکان ساڑھے چھ تک کھلی رہتی ہے۔"

"تم یہ تو نہیں کہنا چاہتیں کہ میں دکان پر آؤں!"

معلوم ہوتا تھا کہ ائیکو اسے آج ہی کینو سے مل آنے پر اکسا رہی ہے۔ لیکن یہ خیال دل میں لانا بھی شکو کو ناقابل برداشت نظر آتا تھا۔ اور جب وہ کاماکورا واپس پہنچے گا تو اس کے لئے کیکو کو کا سامنا کرنا آسان نہ ہو گا۔

بظاہر اپنی نازک مزاجی کی وجہ سے اور اس بات پر آزردہ خاطر ہو کر کہ ادھر تو وہ حاملہ تھی ادھر شوئی چی کسی اور عورت کے ساتھ داد عیش دے رہا تھا کیکو کو نے بچہ پیدا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ کیکو کو کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ دوسری عورت حاملہ ہو چکی ہے۔

پہلے شکو کے سننے میں آیا کہ کیکو کو نے حمل ضائع کرا دیا۔ اس کے بعد جب وہ چند روز میکے گزار کے گھر آئی تو لگا کہ شوئی چی سے زیادہ قریب ہو گئی ہے۔ شوئی چی

ہر شام جلد گھر آ جاتا۔ قبل ازیں اس نے کبھی اتنی مروت نہ دکھائی تھی۔ ان سب باتوں کا مطلب آخر کیا تھا؟

زیادہ حسب مراد وضاحت یہ ہوتی کہ شوئی چی، کینو کی اس بات پر سخت پریشان ہو کر کہ وہ بچے کی ماں بننے کا تہیہ کر چکی ہے کینو سے دور ہوتا جا رہا تھا اور کیکو کو سے معذرت کرنا چاہتا تھا۔

لیکن کراہت آمیز بوسیدگی اور بے اصولی کی بساند شگو کے نتھنوں میں بھر گئی۔ بساند خواہ کہیں سے آ رہی ہو، وہ زندگی جو ابھی جنینی شکل میں تھی، بذات خود شر معلوم ہوئی۔

"اور اگر بچہ پیدا ہوا تو میرا پوتا کہلائے گا" شگو بڑبڑایا۔

مچھروں کا جھنڈ

شکو بڑی ہونگو سٹریٹ کی اس طرف چلا جا رہا تھا جو ٹوکیو یونیورسٹی کے کیمپس کو لگتی تھی۔

ٹیکسی اس نے دوسری طرف چھوڑ دی تھی جدھر دکانیں تھیں۔ ظاہر تھا' کینو کے گھر والی گلی میں مڑنے کے لئے اسی طرف جانا پڑے گا۔ وہ رستے کو جان بوجھ کر غلط جگہ سے پار کر کے سڑک کی دوسری طرف چلا آیا تھا۔

بیٹے کی داشتہ کے گھر وہ جا تو رہا تھا لیکن بہت ہچکچاتے ہوئے۔ وہ اس سے پہلی دفعہ ملے گا اور وہ حاملہ ہو چکی ہے۔ کیا وہ اس سے کہہ سکے گا کہ بچہ پیدا کرنے سے باز رہے؟

"تو اس طرح ایک قتل اور ہو گا" اس نے خود سے کہا۔ "کیا یہ کام ایک بوڑھے آدمی کی فرد جرم کو مزید داغ دار کئے بغیر انجام نہیں پا سکتا؟ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سبھی حل سنگدلانہ ہیں۔"

اس معاملے کی حد تک کوئی حل تلاش کرنے کی ذمے داری بیٹے پر عائد ہوتی تھی۔ اس میں دخل دینا باپ کو جچتا نہیں تھا۔ شکو شوئی چی کو مطلع کئے بغیر کینو سے ملنے چلا تھا۔ اور یوں بلاشبہ اس امر کا ثبوت فراہم کر رہا تھا کہ بیٹے پر سے یقین اٹھ چکا ہے۔

شکو نے چونک کر خود سے پوچھا کہ ان دونوں کے درمیان یہ خلیج کب حائل ہوئی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ کینو کے پاس جانے میں اس خواہش کا دخل کم تھا کہ شوئی چی کی خاطر کوئی حل ڈھونڈا جائے بلکہ کیکوکو سے روا رکھے جانے والے سلوک پر

آنے والے طیش اور ترس کا زیادہ؟

شام کی تیز دھوپ شاخوں کے صرف سروں کو چھو رہی تھی۔ پیدل چلنے والوں کے لئے بنے ہوئے راستے پر سایہ تھا۔ یونیورسٹی کے لانوں میں مرد طالب علم، صرف قمیض پتلون پہنے، طالبات سے محو گفتگو تھے۔ یہ منظر غماز تھا کہ گرما کی اکیتی بارشوں میں وقفہ آیا ہے۔

شگو نے گال کو ہاتھ لگا کر دیکھا۔ ساکے کے اثرات زائل ہو چکے تھے۔

چوں کہ اسے معلوم تھا کہ کینو دکان سے کس وقت فارغ ہو گی اس لئے اس نے کسی اور کمپنی میں کام کرنے والے ایک دوست کو ایک مغربی ریستوراں میں مدعو کر لیا تھا۔ اسے دوست سے ملے خاصی مدت ہو چکی تھی اور یاد نہ رہا تھا کہ وہ بلا کا پینے والا ہے۔ انہوں نے بالائی منزل پر ڈنر کے لئے جانے سے پہلے نیچے تھوڑی تھوڑی پی اور ڈنر سے فارغ ہو کر کچھ دیر کے لئے دوبارہ بار میں آ بیٹھے۔

"ابھی سے چل دیے؟" دوست نے حیران ہو کر پوچھا۔ کہنے لگا کہ میں نے سوچا کہ اتنی مدت بعد ملے ہیں تو دیر تک گپ لگانا چاہیں گے۔ اس خیال سے تسوکیجی، جو گیشاؤں کا محلہ ہے، فون کر دیا تھا کہ ان کے لئے کمرا محفوظ رکھا جائے۔

شگو نے کہا کہ اسے کسی سے ملنے جانا ہے اور اس ملاقات کو کسی صورت ٹالا نہیں جا سکتا۔ ملاقات کرنے میں کوئی ایک گھنٹا لگے گا۔ فارغ ہو کر وہ تسوکیجی پہنچ جائے گا۔ دوست نے ایک وزیٹنگ کارڈ پر تسوکیجی کی اس جگہ کا پتا اور فون نمبر لکھ دیا جہاں پہنچنا تھا۔ شگو کا کوئی ارادہ وہاں جانے کا نہ تھا۔

یونیورسٹی کی چہار دیواری کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے شگو سڑک کی دوسری طرف دیکھتا رہا تاکہ گلی کا سرا نظر آ جائے۔ راستہ اسے یوں ہی سا یاد تھا لیکن حافظے نے دھوکا نہ دیا۔

شمال رویہ اندھیری ڈیوڑھی میں جوتے رکھنے کے لئے خستہ سی الماری پڑی تھی۔ الماری پر گملا رکھا تھا جس میں کسی قسم کا مغربی پودا لگا ہوا تھا۔ پودے سے زنانہ چھتری لٹک رہی تھی۔

ایک عورت پیش بند پہنے باورچی خانے سے نمودار ہوئی۔

جب وہ پیش بند اتارنے لگی تو اس کے چہرے پر تناؤ آ گیا۔ اس نے نیوی بلیو سکرٹ پہن رکھی تھی اور پاؤں سے ننگی تھی۔

"میرے خیال میں آپ مسز اکیدا ہیں۔ آپ نے ایک دفعہ دفتر تشریف لانے کی زحمت کی تھی۔"

"جی ہاں' میں نے بدتمیزی کا ثبوت دیا تھا مگر کیا کرتی۔ ائیکو گھسیٹ کر لے گئی۔"

ایک ہاتھ میں تہ کیا ہوا پیش بند لئے وہ سوالیہ انداز میں شکو کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں کے گرد بھی جھائیاں تھیں جو زیادہ نمایاں ہو کر اس لئے نظر آ رہی تھیں کہ بظاہر اس نے پاؤڈر نہیں لگایا ہوا تھا۔ ناک چھریری اور سڈول تھی اور چندھی آنکھوں اور گوری جلد سے ایک طرح کی نفاست جھلکتی تھی۔

اس میں شک نہ تھا کہ نیا بلاؤز کینو کا سیا ہوا ہے۔

"امید تھی کہ مس کینو سے ملاقات ہو جائے گی۔"

وہ اس طرح بات کر رہا تھا جیسے نظر کرم کی التجا کر رہا ہو۔

"وہ گھر پہنچنے ہی والی ہو گی۔ آپ انتظار کرنا چاہیں گے؟"

باورچی خانے سے مچھلی بھننے کی خوشبو آ رہی تھی۔

شکو کو خیال آیا کہ شاید کچھ دیر بعد آنا بہتر رہے۔ تب تک کینو کھانا کھا کر فارغ ہو چکی ہو گی۔ بہرحال' مسز اکیدا کے اصرار پر وہ اندر چلا گیا۔

درمیانی گنجائش کی بیٹھک کی کوٹھی میں فیشن میگزینوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ان میں خاصی تعداد غیر ملکی رسالوں کی معلوم ہوتی تھی۔ ان کے ساتھ ہی دو فرانسیسی گڑیاں پڑی تھیں جن کی زیب و زینت گھسی پٹی پرانی دیواروں سے قطعاً کوئی مناسبت نہ رکھتی تھی۔ سلائی مشین سے ریشمی کپڑے کے تھان کا سرا لٹک رہا تھا۔ اس کے چمکیلے' پھولوں والے طراز کے سامنے فرش پر بچھی میلی کچیلی چٹائی اور بھی میلی معلوم ہونے لگی تھی۔

سلائی مشین کی دائیں جانب ایک چھوٹا ڈیسک تھا جس پر پرائمری سکول میں پڑھائی جانے والی بہت سی درسی کتابیں اور ایک چھوٹے لڑکے کا فوٹو رکھا تھا۔

سلائی مشین اور ڈیسک کے درمیان ایک ڈریسنگ ٹیبل تھی اور پچھلی طرف بنی ہوئی کوٹھی کے آگے ایک قد آدم آئینہ لگا ہوا تھا۔ کمرے کے فرنیچر میں یہی ایک چیز تھی جو سب سے ممتاز اور الگ تھلگ نظر آ رہی تھی۔ شاید اپنے سلے ہوئے کپڑے پہن کر کینو آئینہ دیکھتی ہو گی کہ کیسے لگ رہے ہیں یا پھر جن گاہکوں کے لئے الگ سے کام کرتی تھی انہیں کپڑے پہنا کر یہ دیکھنا مقصود ہو گا کہ فٹ آئے ہیں کہ نہیں۔ پاس ہی استری کرنے کا بڑا سا تختہ رکھا تھا۔

مسز اکیدا باورچی خانے سے اورنج جوس لے کر آئی۔

"میرا بیٹا" اس نے فوراً کہا۔ شگو فوٹو کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"سکول میں پڑھتا ہے؟"

"یہاں میرے پاس نہیں ہے۔ اپنے میاں کے گھر والوں کے پاس چھوڑ آئی ہوں۔ یہ کتابیں —— میرے پاس کینو کی طرح کوئی ملازمت نہیں۔ اس لئے ٹیوشنیں کرتی ہوں۔ چھ سات گھر ہیں جہاں جا کے پڑھاتی ہوں۔"

"سمجھ گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اتنی بہت سی کتابیں ایک بچے کی نہیں ہو سکتیں۔"

"ٹیوشن پڑھنے والے ہر عمر اور ہر گریڈ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آج کل کے سکول جنگ سے پہلے کے سکولوں سے خاصے مختلف ہیں اور مجھے ڈرتے ڈرتے یہ کہنا پڑتا ہے کہ دراصل میں کوئی خاص کامیاب نہیں۔ لیکن جب پڑھا رہی ہوتی ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ میرے ساتھ ہے۔"

شگو نے سر ہلایا۔ جنگی بیوہ سے وہ کیا بات کرتا۔ اس کے پاس کہنے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔

دوسری عورت یعنی کینو کام سے لگی ہوئی تھی۔

"یہ جگہ آپ نے تلاش کیسے کی؟ کیا شوئی چی نے پتا بتایا؟"

"نہیں۔ میں ایک دفعہ پہلے بھی آیا تھا لیکن اندر آنے کے لئے خود کو آمادہ نہ کر سکا۔ لامحالہ یہ پچھلی خزاں کی بات ہے۔"

"واقعی؟" اس نے نظر اٹھا کر شگو کی طرف دیکھا اور دوبارہ آنکھیں جھکا لیں۔

"کچھ دن سے شوئی چی آ نہیں رہا۔" تھوڑی دیر بعد وہ ایک دم بول اٹھی۔

شوٹو نے سوچا کہ شاید بہتر یہی ہو کہ اسے بتا دوں کس لئے آیا ہوں۔ "مجھے پتا چلا ہے کہ کینو کے بچہ ہونے والا ہے" اس نے کہا۔

عورت نے کندھوں کو خفیف سا اچکایا اور مڑ کر بیٹے کے فوٹو کو دیکھنے لگی۔

"اس نے کیا ٹھانی ہے؟ ماں بن کر رہے گی؟"

وہ فوٹو کو دیکھتی رہی۔ "میرے خیال میں بہتر ہو گا کہ یہ سوال اسی سے کیا جائے۔"

"مجھے اتفاق ہے۔ لیکن کیا یہ ماں اور بچے دونوں کی بڑی بد نصیبی نہیں ہو گی؟"

"میری رائے میں آپ کینو کو بد نصیب کہہ سکتے ہیں، بچہ ہو یا نہ ہو۔"

"مگر میں سمجھتا ہوں کہ شاید آپ خود اسے شوئی چی سے تعلق توڑ لینے کا مشورہ دیتی رہی ہیں۔"

"میرے خیال میں اسے کرنا تو یہی چاہئے۔ لیکن کینو مجھ سے زیادہ مضبوط ارادے کی مالک ہے اور جو کچھ میں نے اس سے کہا وہ مشورے کے ذیل میں نہیں آتا۔ ہم دونوں کے مزاج بہت ہی مختلف ہیں لیکن کسی طرح ہمارا بڑا اچھا نباہ ہو رہا ہے۔ جب سے ہم نے ساتھ رہنا شروع کیا اس کی وجہ سے مجھے بہت سہارا ملا۔ ہماری ملاقات، پتا ہے، جنگی بیواؤں کے کلب میں ہوئی تھی۔ ہم دونوں نے اپنی اپنی سسرال کو چھوڑ دیا اور میکے کا رخ بھی نہیں کیا —— آپ چاہیں تو کہہ لیں کہ ہم اپنی مرضی کی مالک ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ہمارے ذہن بھی آزاد رہیں اور اس لئے ہم نے اپنے شوہروں کی تصویریں اٹھا کر رکھ دی ہیں۔ ظاہر ہے، میں نے بیٹے کی تصویر باہر رکھی ہوئی ہے۔ کینو ہر طرح کے امریکی رسالے پڑھتی رہتی ہے اور کہتی ہے کہ لغت کی مدد سے فرانسیسی عبارتوں کا لب لباب بھی سمجھ لیتی ہے۔ آخر، ذکر تو سینے سلانے کا ہوتا ہے اور لفظ بھی زیادہ نہیں ہوتے۔ وہ چاہتی ہے کہ کسی دن اس کی اپنی دکان ہو۔ ہم دونوں کہتی ہیں کہ جب بھی موقع ملا دوبارہ شادی کر لیں گی۔ اور اس لئے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شوئی چی کے ساتھ اس طرح الجھ کر رہ جانے سے اسے کیا حاصل ہے۔"

باہر کا دروازہ کھلا۔ مسز اکیدا ذرا جلدی سے اٹھی اور ہال میں چلی گئی۔
"مسٹر اوگاتا کے والد آئے ہیں" شگو نے اسے کہتے سنا۔
"ان سے ملنا ضروری ہے کیا؟" ایک بھرائی ہوئی آواز نے جواب میں کہا۔

2

کینو باورچی خانے میں گئی اور لگا کہ گلاس بھر کر پانی پی رہی ہے۔
کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے مڑ کر مسز اکیدا کی طرف دیکھا اور کہا۔
"تم بھی آ جاؤ۔"
کینو نے بہت بھڑکیلا سوٹ پہن رکھا تھا۔ شاید بھاری تن و توش کی وجہ سے شگو پر اس کا حاملہ ہونا واضح نہ ہوا۔ شگو کو مشکل سے یقین آیا کہ وہ بیٹھی ہوئی آواز اس بڑا سے، سکڑے ہوئے منہ سے برآمد ہوئی ہو گی۔
بیٹھک میں آئینے لگے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ کینو نے جیبی سنگار دان کی مدد سے چہرے کے میک اپ کو از سر نو سنوارا ہے۔
شگو کا پہلا تاثر یہ تھا کہ چہرے مہرے کے لحاظ سے عورت بری نہیں۔ گول مگر چھپے ہوئے چہرے سے اس مضبوط عزم کا کوئی سراغ نہ ملتا تھا جس کا ذکر مسز اکیدا نے کیا تھا۔ ہاتھ بھی نرم گولائی کے حامل تھے۔
"میرا نام اوگاتا ہے۔"
کینو نے کوئی جواب نہ دیا۔
"ہم کب سے تمہارا انتظار کر رہے تھے" مسز اکیدا نے آئینے کے سٹینڈ کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس پر بھی کینو خاموش رہی۔
اس کا بنیادی طور پر ہنس مکھ چہرہ حیرت اور عناد جیسے جذبات کے اظہار کے لئے موزوں نہ تھا۔ شاید اسی لئے معلوم ہوتا تھا کہ وہ رونے ہی والی ہے۔ شگو نے یاد کیا کہ یہی وہ گھر ہے جہاں شوئی چی نے نشے میں دھت ہو کر ضد کی تھی کہ مسز اکیدا اسے گانا سنائے اور کینو کو رلا رلا دیا تھا۔
کینو گھمسیلی سڑکوں پر جلدی جلدی چل کر گھر پہنچی تھی۔ چہرہ تمتمایا ہوا تھا اور

بھرپور سینہ اوپر تلے ہو رہا تھا۔

"میں اور آپ سے ملنے آؤں۔ ضرور عجیب معلوم ہو رہا ہو گا۔" شگو نے کہا جو اپنا مدعا دو ٹوک انداز میں بیان نہ کر پا رہا تھا۔ "لیکن میں سمجھتا ہوں آپ نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ کس وجہ سے یہاں آیا ہوں۔"

کینو نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا۔

"ظاہر ہے، شوئی چی کی وجہ سے۔"

"اگر آپ شوئی چی کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں تو میرے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں۔" یکایک وہ شگو پر برس پڑی۔ "آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں معافی مانگوں؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے معافی مجھے مانگنی چاہئے۔"

"ہم الگ ہو چکے ہیں اور میری وجہ سے آپ کو آئندہ کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔" اس نے مسز اکیدا کی طرف دیکھا۔ "کیا اتنا کہنا کافی نہ ہو گا؟"

شگو کو جواب دینے میں دقت ہوئی لیکن آخرکار اسے اپنا مطلب بیان کرنے کے لئے الفاظ مل گئے۔ "آپ جانتی ہیں، بچے کا مسئلہ تو پھر بھی باقی رہا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" کینو کا رنگ اڑ گیا لیکن معلوم ہوتا تھا کہ ساری توانائی لفظوں میں سمٹ آئی ہے۔ آواز دھیمی پڑی تو اور بھی زیادہ بھرا گئی۔

"میں یہ سوال کرنے پر معافی چاہتا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ آپ ماں بننے والی ہیں؟"

"کیا فرض ہے کہ میں اس طرح کے سوال کا جواب دوں؟ اگر کوئی عورت بچہ پیدا کرنا چاہے تو غیروں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ٹانگ اڑائیں اور بچہ نہ ہونے دیں؟ اس طرح کی باتیں کسی مرد کی سمجھ میں آ سکتی ہیں؟ کیا خیال ہے آپ کا؟" —— وہ تیز بولتی رہی اور اس کی آواز رندھی ہوئی تھی۔

"آپ نے کہا غیر۔ لیکن میں شوئی چی کا باپ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں آپ کے بچے کا بھی کوئی باپ تو ہو گا۔"

"کوئی باپ نہیں ہو گا۔ ایک جنگی بیوہ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ حرام کا بچہ جنے گی۔ بات ختم ہوئی۔ میں آپ سے اس کے سوا کچھ نہیں کہنا چاہتی کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا جائے تاکہ میں ماں بن سکوں۔ جی چاہے تو انسانی ہمدردی سے کام لے کر اس سارے معاملے کو نظرانداز کر دیں۔ بچہ میرے پیٹ میں ہے اور میرا ہے۔"

"بجا ہے۔ اور جب آپ کی شادی ہو گی تو آپ کے اور بچے ہو جائیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس موقع پر کسی غیر فطری بچے کو جنم دینے کی کیا ضرورت ہے۔"

"اور اس میں غیر فطری بات کیا ہوئی؟"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا۔"

"اس کی کوئی ضمانت نہیں کہ میں دوبارہ شادی کروں گی یا میرے بچے ہوں گے۔ کیا آپ کو خدا بننے کا شوق چڑھا ہے اور ہمیں آنے والے واقعات کی خبر دینا چاہتے ہیں؟ پچھلی شادی سے میری کوئی اولاد نہیں ہوئی۔"

"بچے اور باپ کا رشتہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ بچہ بھی دکھ اٹھائے گا اور آپ بھی دکھی رہیں گی۔"

"جنگ میں کام آنے والے اپنے پیچھے بے شمار بچے چھوڑ گئے اور بے شمار مائیں دکھ جھیلنے کے لئے اکیلی رہ گئیں۔ آپ یہ سمجھ لیں کہ باپ کسی دوغلی اولاد کو چھوڑ چھاڑ کالے کوسوں دور پردیس جا چکا۔ عورتیں ان بچوں کو پالتی پوستی رہی ہیں جنہیں مرد مدتوں پہلے بھلا چکے ہوتے ہیں۔"

"اس معاملے کا تعلق شوئی چی کے بچے سے ہے۔"

"جب میں کہہ رہی ہوں کہ آئندہ آپ کو میری طرف سے کوئی رنج نہیں پہنچے گا تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ بچے کے ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں روتی پیٹتی آپ کے پاس نہیں آؤں گی۔ قسم کھا کے کہتی ہوں، نہیں آؤں گی اور شوئی چی اور میں الگ ہو چکے ہیں۔"

"بچہ مدتوں جئے گا۔ آپ سمجھیں گی کہ باپ سے اس کا رشتہ کٹ چکا لیکن رشتہ اس کے باوجود قائم رہے گا۔"

"بچہ شوئی چی کا نہیں۔"

"آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ شوئی چی کی بیوی نے اپنا بچہ نہیں ہونے دیا۔"

"وہ جتنے بچے چاہے پیدا کر سکتی ہے اور اگر اس کے بچہ نہ ہوا تو بیٹھی پچھتائے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ ناز و نعمت سے پلی ہوئی بیوی میرے احساسات کو سمجھ سکتی ہے؟"

"اور تم بھی نہیں سمجھ سکتیں کہ کیکو کو کیا محسوس کرتی ہے۔"

نہ چاہتے ہوئے بھی کیکو کا نام شگو کی زبان پر آ ہی گیا۔

"کیا آپ کو شوئی چی نے بھیجا ہے؟" اس نے کسی بے رحم تفتیشی افسر کی طرح پوچھ گچھ شروع کر دی۔ "مجھ سے کہنے لگا کہ خبردار جو بچہ پیدا کیا اور مجھے مارا پیا' میرے اوپر کودتا رہا' لاتیں ماریں اور ڈاکٹر کے پاس جانے کی کوشش میں گھسیٹ کے نیچے لے گیا۔ کوئی تماشا سا تماشا ہوا اور میرا خیال ہے کہ شوئی چی کی بیگم کی طرف سے جو فرض ہم پر عائد ہوتا تھا اس سے تو ہم سبک دوش ہو چکے۔"

شگو کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"سچ پوچھیے تو یہ سارا ڈراما دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟" کینو نے مسز اکیدا سے کہا جس نے سر ہلا کر تائید کی۔

"کینو ابھی سے ایسی کترنیں اکٹھی کرنے میں جٹ گئی ہے جن کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ شاید پوتڑوں کا کام دے جائیں۔"

"میں بعد میں ڈاکٹر کے پاس گئی کیوں کہ میرا خیال تھا کہ شوئی چی کی لاتیں پڑنے سے بچہ شاید زخمی ہو گیا ہو۔ میں نے شوئی چی کو بتا دیا کہ بچہ اس کا نہیں۔ میں نے کہا' یہ سو بسوے پکی بات ہے کہ یہ تمہارا نہیں۔ اور اس کے بعد ہم الگ ہو گئے۔ تب سے وہ یہاں نہیں آیا۔"

"کسی اور مرد کا ہے پھر؟"

"یہی سمجھیے۔ مزید کچھ سننے سنانے کی ضرورت نہیں۔"

اس وقت بھی' جب اس کے ترکش میں کوئی تیر نہ رہا تھا' شگو نے یہی سوچا کہ عورت خوبصورت ہے۔ غور سے دیکھنے پر اس کے خدوخال بے عیب معلوم نہ ہوتے

تھے لیکن، جو بھی سہی، پہلا تاثر یہی تھا کہ اس میں حسن ہے۔
اپنی ظاہری ملائمت کے باوجود وہ ایسی عورت نہ تھی جو شگو کو قریب بھی آنے دیتی۔

3

شگو سر جھکائے کینو کے گھر سے رخصت ہوا۔
اس نے جو چیک پیش کیا وہ کینو نے قبول کر لیا۔
"اگر تم شوئی چی سے الگ ہو رہی ہو تو یہ چیک لینا شاید تمہارے حق میں بہتر ہو" مسز اکیدا نے لگی لپٹی کے بغیر بات کی اور کینو نے تائید میں سر ہلایا۔
"تو آپ رقم دے کر مجھ سے پیچھا چھڑا رہے ہیں۔ اب میری یہ حیثیت رہ گئی ہے۔ آپ کو رسید چاہیے؟"
ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے شگو سوچ میں پڑ گیا کہ آیا شوئی چی اور اس عورت میں صلح صفائی کرا دینا بہتر ثابت نہ ہو گا؟ حمل ضائع کرانا شاید اب بھی ممکن ہو۔ یا اس علیحدگی کو حتمی تصور کیا جائے؟
کینو پہلے شوئی چی سے اور اب شگو کی آمد سے خار کھا گئی تھی۔ بچے کے حوالے سے اس کے دل میں جو آرزو مندی تھی وہ غیر متزلزل معلوم ہوتی تھی۔
شوئی چی کو دوبارہ اس عورت کی بانہوں میں دھکیل دینا خطرناک ثابت ہو گا۔
اور اس کے باوجود جو صورت حال تھی اس کے پیش نظر بچے کا پیدا ہونا یقینی تھا۔
کینو کہتی تھی کہ بچہ کسی اور مرد کا ہے۔ حد یہ کہ خود شوئی چی بھی یقین سے نہ کہہ سکتا تھا کہ بات ٹھیک ہے یا نہیں۔ اگر کینو کا یہ دعویٰ انانیت کا نتیجہ تھا اور شوئی چی اس کے کہے پر یقین کرنے کو تیار تھا تو پھر شاید یہ کہنے میں کوئی ہرج نہ ہو کہ دنیا کا کارخانہ صحیح ڈھرے پر چل رہا ہے۔ مزید پیچیدگیوں سے واسطہ پڑنے کا امکان نہیں۔ تاہم بچہ تو وجود میں آ کر رہے گا۔ شگو مر جائے گا اور اس کا ایک پوتا ہو گا جسے دیکھنا اسے کبھی نصیب نہ ہو سکے گا۔
"اور یوں ہوا تو؟" وہ بڑبڑایا۔

آئی ہارا نے خودکشی کی جو کوشش کی تھی اس کے بعد انہوں نے طلاق کا نوٹس بھجوانے میں قدرے عجلت سے کام لیا تھا۔ عملاً شنگو بیٹی اور دونوں نواسیوں کو گھر میں جگہ دے چکا تھا۔ اگر شوئی چی اور اس کی داشتہ کا رشتہ ٹوٹ گیا تو دنیا میں کہیں نہ کہیں ایک بچہ اور بھی موجود ہو گا۔ یہ دو حل جو اصل میں حل تھے ہی نہیں، لمحہ موجود کو مکدر کرنے کے سوا ان کا اور کیا مصرف تھا؟

اس نے کسی کی خوشیوں میں اضافہ نہیں کیا تھا۔

ایک اور سطح پر وہ اس اناڑی پن کے بارے میں سوچنا بھی نہ چاہتا تھا جس سے اس نے کینو کا سامنا کیا تھا۔

شنگو کا ارادہ یہ تھا کہ ٹوکیو کے مرکزی سٹیشن جا کر گھر جانے والی کوئی ٹرین پکڑ لے گا لیکن اتفاق سے اس کارڈ پر ہاتھ جا پڑا جو دوست نے دیا تھا اور وہ گھر کا رخ کرنے کے بجائے ٹیکسی لے کر تسوکیجی چلا گیا جہاں گیشائیں رہتی تھیں۔

شنگو یہ امید لے کر چلا تھا کہ دوست سے مشورہ کرے گا۔ بہرحال، دوست دو گیشاؤں کی صحبت میں پی پی کر مست ہونے پر تلا ہوا تھا اور صلاح کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔

شنگو کو اس نوخیز گیشا کا خیال آیا جو ایک مرتبہ اس کی گود میں بیٹھی رہی تھی۔ یہ واقعہ ایک دعوت کے بعد پیش آیا تھا اور وہ کار میں جا رہے تھے۔ شنگو نے اسی گیشا کو اس رات دوبارہ بلا بھیجا۔ جب وہ آئی تو دوست نے کئی غیر دلچسپ فقرے چست کئے: یہ کہ شنگو کو ایسا ویسا سمجھنے کی غلطی نہ کرنی چاہئے، یہ کہ وہ نظرباز ہے اور اسی طرح کی باتیں۔ شنگو کی حد تک اسے کارنامہ ہی سمجھنا چاہئے تھا کہ لڑکی کی شکل تو یاد نہ رہی تھی، نام یاد رہ گیا تھا۔ لڑکی دل کش اور طرح دار نکلی۔

شنگو اسے لے کر ایک چھوٹے کمرے میں چلا گیا لیکن کوئی معمول سے ہٹی ہوئی حرکت نہ کی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا کہ لڑکی نے اپنا چہرہ آہستہ سے اس کے سینے پر ٹکا رکھا ہے۔ شنگو سمجھا کہ وہ ادائیں دکھا رہی ہے لیکن لگتا تھا کہ اصل میں اسے نیند آ گئی ہے۔

شگو نے سوالیہ انداز میں لڑکی پر نظر ڈالی۔ وہ اس کے اتنے قریب تھی کہ شکل نہ نظر آ رہی تھی۔

شگو مسکرا دیا۔ کسی نوجوان لڑکی کا آدمی کی بانہوں میں چین کی نیند سونا گرماہٹ بھری آسودگی کے مترادف تھا۔ لڑکی ابھی سولہ سترہ سال کی تھی، کیکو کو سے چار پانچ سال چھوٹی۔

اور باتوں کے علاوہ شاید اسے طوائف کی کم نصیبی پر یونہی سا ترس بھی آ رہا تھا۔ جو بھی سہی، اسے محسوس ہوا کہ وہ ایک نرم آسائش، کسی نوجوان لڑکی سے ہم بغل ہو کر سونے کی آسائش، میں ڈوبا ہوا ہے۔

اس نے سوچا کہ خوشی شاید اسی طرح کے گریز پا لمحے کا کھیل ہو۔

اس نے مبہم طور پر اس حقیقت پر بھی غور کیا کہ جنس میں بھی امیری غریبی، خوش نصیبی اور بد نصیبی ہوتی ہے۔ وہ وہاں سے چپکے سے کھسک لیا اور گھر جانے والی آخری ٹرین پر سوار ہوا۔

یاسوکو اور کیکوکو ناشتے کے کمرے میں اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ ایک سے کچھ اوپر ہو چکا تھا۔

"شوئی چی؟" شگو نے، کیکوکو سے آنکھیں چراتے ہوئے، پوچھا۔

"وہ تو سو بھی گئے۔"

"اوہ؟ اور فوساکو؟"

"وہ بھی سو چکیں۔" کیکوکو اس کا سوٹ اٹھا کر رکھ رہی تھی۔ "اچھا موسم کسی طرح کچھ دیر تو جما رہا لیکن معلوم ہوتا ہے پھر گھٹا چھا گئی ہے۔"

"اوہ؟ میں نے خیال نہیں کیا۔"

کیکوکو اٹھی تو سوٹ پر گرفت قائم نہ رکھ سکی۔ اس نے پتلون کو دوبارہ سیدھا کیا۔

شگو نے دیکھا کہ اس کے بال پہلے کے مقابلے میں چھوٹے نظر آ رہے ہیں۔ لگتا تھا کہ کسی بیوٹی پارلر سے ہو کر آئی ہے۔

یاسوکو پہلو میں لیٹی بھاری بھاری سانس لے رہی تھی۔ اس لئے شگو کو بھی

بند آجاتی، کبھی آنکھ کھل جاتی۔ جلد ہی اسے ایک خواب نظر آیا۔
وہ ایک نوجوان فوجی افسر تھا۔ وردی پہن رکھی تھی۔ کمر سے تلوار اور تین پستول بندھے تھے۔ تلوار وہ جدی پشتی یادگار معلوم ہوتی تھی جسے شوئی چی جنگ پر لے گیا تھا۔
شکو ایک پہاڑی رستے پر چلا جا رہا تھا۔ ساتھ میں ایک لکڑہارا تھا۔
"رات کے وقت سڑکوں پہ جوکھم ہوتا ہے۔ میں تو بھولے بھٹکے باہر نکلتا ہوں۔" لکڑہارے نے کہا۔ "اپنا بھلا چاہتے ہیں تو دائیں طرف ہو جائیں۔"
شکو نے دائیں طرف جاتے ہوئے بے اطمینانی محسوس کی۔ اس نے ٹارچ جلائی۔ کنارے پر ہیرے جگمگا رہے تھے۔ ان کی وجہ سے ٹارچ کی روشنی بیشتر ٹارچوں کی بہ نسبت زیادہ تیز معلوم ہونے لگی۔ اندھیرے میں کوئی کالی صورت بڑی ہو کر پھیلتی دکھائی دی —— آپس میں گتھے ہوئے دو تین دیودار، لیکن اس نے زیادہ احتیاط سے دیکھا تو دیوداروں کے بجائے مچھروں کا ایک عظیم جھنڈ درخت کے تنے کی شکل میں نظر آیا۔ کیا کرنا چاہیے، وہ سوچنے لگا۔ تلوار چلاتا ہوا نکل جائے۔ اس نے تلوار کھینچی اور مچھروں پر وار پہ وار کرنے لگا۔
پیچھے مڑ کر دیکھا تو پتا چلا کہ لکڑہارا سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا جا رہا ہے۔ شکو کی وردی میں کہیں کہیں سے شعلے نکل رہے تھے۔ عجیب بات یہ تھی کہ وہاں پہ دو شکو تھے۔ ایک اور شکو کھڑا اس شکو کو دیکھ رہا تھا جس کی وردی پر شعلے رینگ رہے تھے۔ شعلوں نے آستینوں اور مونڈھے کی سیون اور قمیص کے سرے کو چاٹا اور پھر غائب ہو گئے۔ شعلے لپٹیں مارنے کے بجائے اس طرح ابھرتے اور ناپید ہوتے تھے جیسے چارکول کی آگ سے اٹھنے والی گھونگھریالی لویں۔ ان سے مہین سی چٹ چٹ بھی بلند ہو رہی تھی۔
آخر کار شکو گھر پہنچ گیا۔ یہ اس کا بچپن کا گھر معلوم ہوتا تھا جو شن شو میں واقع تھا۔ یاسوکو کی حسین بہن بھی وہاں موجود تھی۔ شکو اگرچہ تھک کر چور ہو چکا تھا لیکن مچھروں کی وجہ سے اسے کہیں کھجلی نہیں ہو رہی تھی۔
جھٹ پٹ رفوچکر ہو جانے والا لکڑہارا بھی چلتا چلاتا شکو کے پرانے گھر آ پہنچا۔

جیسے ہی اس نے دروازے میں قدم رکھا بے ہوش ہو کے گر پڑا۔

لکڑہارے کے جسم سے انہوں نے اتنے سارے مچھر نکالے کہ ایک بڑی بالٹی بھر گئی۔

شکو کو پتا نہ چلا کہ یہ عمل کیسے انجام دیا گیا لیکن آنکھ کھلنے سے پہلے اسے اتنا دکھائی دیا کہ بالٹی میں مچھروں کا ڈھیر لگتا جا رہا ہے۔

"کوئی مچھر ہے مچھر دانی میں؟" اس نے کان لگا کر سنا مگر اس کا سر بھاری ہو رہا تھا۔

بارش ہو رہی تھی۔

سانپ کا انڈا

جب خزاں کے دن آ پہنچے اور گرمیوں بھر کی تھکاوٹ نے اسے آ لیا تو شگو بعض دفعہ کام پر سے گھر لوٹتے ہوئے پڑ کر سو جاتا۔

رش کے اوقات میں یوکوسوکا لائن پر ہر پندرہ منٹ کے بعد ٹرین چلتی تھی۔ سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں بھیڑ نہیں ہوتی تھی۔

جب اس نے اونگھنا شروع کیا تو قطار میں کھڑے، پھولوں بھرے، ببول یاد آنے لگے۔ اس وقت یاد آنے والے درختوں کی چھاؤں تلے سے گزرے زیادہ دن نہ ہوئے تھے اور درختوں کی طرف نظر اٹھا کر وہ حیران رہ گیا تھا کہ ٹوکیو تک میں قطار در قطار کھڑے ببولوں پر پھول آ رہے ہیں۔ یہ اس سڑک کا ذکر تھا جو کودان پہاڑی کے دامن سے شاہی محل کی خندق کی طرف جاتی ہے۔ بیچ اگست کا سیلا سیلا دن تھا۔ پھوار پڑ رہی تھی۔ قطار میں صرف ایک ببول ایسا تھا جس نے اپنے پھول گرا کر پیدل چلنے والوں کے لئے بنے راستے پر بکھیر دیے تھے۔ ٹیکسی میں سے پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے۔ وہ منظر یاد میں اب تک تازہ تھا۔ ہلکے زرد نازک سے پھول جن میں ہرے رنگ کی دبی دبی جھلک تھی۔ وہ اکیلا درخت چاہے نہ بھی ہوتا جس کے پھول جھڑ چلے تھے تو بھی پھولوں بھرے درختوں کی قطار کا ہونا بلاشبہ اپنا اثر چھوڑ جاتا۔ شگو ایک ہسپتال سے واپس آ رہا تھا جہاں وہ ایک دوست کی عیادت کرنے گیا تھا۔ جگر کے سرطان میں مبتلا دوست کے بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔

کالج میں ایک ہی کلاس میں ہونے کے باوجود یہ دوست ان رفیقوں میں شامل نہ تھا جن سے شگو باقاعدگی سے ملتا رہتا تھا۔ وہ سوکھ کر کانٹا ہو چکا تھا اور اس کے پاس

صرف ایک نرس موجود تھی۔

شکو کو معلوم نہ تھا کہ اس کی بیوی ابھی زندہ ہے یا نہیں۔

"کبھی میا موتو سے ملاقات ہوتی ہے؟" دوست نے پوچھا۔ "تمہیں اس سے ملاقات کرنے کا موقع چاہے نہ ملے، تھوڑی سی زحمت کرو گے۔ فون کر کے اس کا پتا کر دو۔"

"کس کا پتا؟"

"یاد ہے۔ کلاس ری یونین کے موقع پر ہم کیا باتیں کرتے رہے تھے۔ نئے سال کے دن۔"

شکو کو یاد آ گیا۔ پوٹاشیم سائے نائیڈ کا ذکر آیا تھا۔ دوست کو بظاہر معلوم تھا کہ وہ سرطان میں مبتلا ہے۔

جہاں ساٹھ سال سے اوپر کے لوگ جمع ہو جائیں تو بات چیت زیادہ تر بڑھاپے کی معذوریوں اور جان لیوا عارضوں کے اردگرد ہی گھومتی رہتی ہے۔ اہل محفل میں کسی کو معلوم تھا کہ میاموتو کے کارخانے میں پوٹاشیم سائے نائیڈ سے کوئی کام لیا جاتا ہے۔ چناں چہ اس نے کہا کہ اگر وہ کبھی ناقابل آپریشن سرطان میں مبتلا ہو گیا تو چاہے گا کہ زہر کی ایک خوراک اسے مل جائے۔ اس بھیانک عارضے کو طول دینے کا مطلب بے معنی تکلیف کو دعوت دینا ہے۔ اور جب کسی کو پتا ہو کہ مرنے سے اسے کوئی نہیں بچا سکتا تو کم از کم یہ تو چاہے گا کہ مرنے کے وقت کا آپ تعین کرنے کی آزادی تو ملے۔

شکو کو جواب دینے میں دقت ہوئی۔ "لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ ہم سب نشے میں تھے" اس نے کہا۔

"زہر کھاؤں گا نہیں۔ کھاؤں گا نہیں۔ میں تو اختیار کی وہ آزادی چاہتا ہوں جس کی ہم بات کرتے رہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اگر مجھے صرف اتنا پتا ہو کہ میرے پاس تکلیف سے چھٹکارا پانے کا ذریعہ بھی ہے تو تکلیف برداشت کرنے کے قابل ہو جاؤں گا۔ میری بات سمجھے کہ نہیں سمجھے؟ میرے پاس بس یہی بچا ہے ۔۔۔ اسے میری آخری آزادی کہہ لو، مزاحمت کا واحد راستہ کہہ لو۔ لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں

کہ زہر کھاؤں گا نہیں۔"

یہ کہتے ہوئے آدمی کی آنکھوں میں ایک طرح کی دہک نظر آئی۔ نرس، جو سفید اون سے سویٹر بن رہی تھی، کچھ نہ بولی۔

میاموتو سے زہر مانگنا شگو کے بس میں نہ تھا۔ لہٰذا اس نے بات آگے نہ بڑھائی لیکن اسے یہ سوچ کر بدمزگی ہوتی تھی کہ ایک شخص جو جلد مر جائے گا شاید اب تک اس سے آس لگائے ہوئے ہو۔

ہسپتال سے کچھ دور آ کر ببول کے درخت نظر آئے تو شگو کو پتا چلا کہ دل کا بوجھ کسی طرح کم ہو گیا ہے اور اب، اس نے ٹرین پر جوں ہی اونگھنا شروع کیا، درختوں کی وہی قطار اس کے سامنے ظاہر ہو گئی۔ بیمار آدمی کا خیال اس کے ذہن سے نکلا نہیں تھا۔

وہ سو گیا اور جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ٹرین رکی ہوئی ہے۔

ٹرین کسی سٹیشن پر نہیں کھڑی تھی۔

شگو کی ٹرین رکی ہونے کی وجہ سے ٹوکیو جانے والی کوئی ٹرین جب برابر سے گزری تو اس کی گرج زیادہ چونکا دینے والی معلوم ہوئی۔ شاید اسی گرج نے شگو کو جگا دیا تھا۔

شگو کی ٹرین ذرا سی دور چلتی اور رک جاتی، ذرا سی دور چلتی اور رک جاتی۔

ایک تنگ سڑک پر بچوں کی ایک ٹولی ٹرین کی طرف دوڑی آ رہی تھی۔

کئی مسافر کھڑکیوں سے سر نکال کر آگے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بائیں کھڑکی کے باہر کسی فیکٹری کی کنکریٹ کی دیوار تھی اور دیوار اور ٹرین کے درمیان ایک غلیظ نالا جس میں پانی کھڑا تھا۔ نالے کی بدبو کھڑکی کے راستے ڈبے میں پھیل گئی۔

دائیں جانب وہ سڑک تھی جس کے ساتھ ساتھ بچے بھاگ رہے تھے۔ سڑک کے کنارے ایک کتا، ہری بھری گھاس میں ناک دیے، بے حس و حرکت کھڑا تھا۔

جہاں سڑک ریل کی پٹڑیوں سے آ ملی تھی اس جگہ دو تین چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں تھیں جن میں پڑی درازوں کو کیلوں کی مدد سے لکڑی کے پرانے پھٹے جڑ کر

بند کیا گیا تھا۔ ایک کھڑکی سے، جو چوکور سوراخ سے زیادہ نہ تھی، ایک لڑکی ٹرین کی طرف اشارے کر رہی تھی۔ وہ فاترالعقل دکھائی دیتی تھی۔ اس کی حرکات و سکنات سے کمزوری اور الکساہٹ نمایاں تھی۔

"معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے ذرا پہلے جو ٹرین روانہ ہوئی تھی اسے تسو روی سٹیشن پر کوئی حادثہ پیش آگیا ہے" کنڈکٹر نے کہا۔ "وہ وہیں کھڑی ہے۔ آپ کو انتظار کی زحمت اٹھانا پڑ رہی ہے۔اس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔"

شگو کے بالمقابل بیٹھے غیر ملکی نے پہلو میں سوئے جاپانی لڑکے کو جھنجھوڑا اور انگریزی میں پوچھا کہ کنڈکٹر نے کیا کہا ہے۔

لڑکا غیر ملکی کے لحیم شحیم بازو کو ہاتھوں میں تھامے اور اسی کے کندھے پر سر رکھے سو رہا تھا۔ جاگنے کے بعد اس نے اسی طرح پڑے پڑے نخریلے انداز میں آنکھیں اوپر اٹھائیں۔ آنکھیں تھوڑی سی لال ہو رہی تھیں اور ان کے گرد کالے حلقے پڑے ہوئے تھے۔ بالوں کو سرخ رنگا گیا تھا لیکن بڑے ہونے کے بعد جڑوں پر سے کالے ہو چکے تھے۔ نتیجہ یہ کہ بالوں کا رنگ میلا کتھئی نظر آ رہا تھا۔ صرف بالوں کے سرے اس عجیب سرخی مائل رنگ کے تھے۔ شگو کو شک گزرا کہ لڑکا مال لے کر بدفعلی کرانے کا عادی ہے اور غیر ملکیوں سے خاص طور پر راہ و رسم رکھتا ہے۔

غیر ملکی نے گھٹنے پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ لڑکے نے ہاتھ کو سیدھا کر کے ہتھیلی کو، ہو بہو کسی تسکین یافتہ عورت کی طرح، اپنی ہتھیلی سے دبایا۔

غیر ملکی کی بانہیں چھوٹی آستینوں سے باہر نکلی ہوئی تھیں۔ انہیں دیکھ کر کسی جھبرے لال ریچھ کا خیال آتا تھا۔ گو لڑکا کوئی خاص چھوٹا نہیں تھا لیکن دیوہیکل غیر ملکی کے سامنے بچہ لگ رہا تھا۔ غیر ملکی کے بازو بھاری اور گردن موٹی تھی۔ گردن گھمانے پھرانے میں اسے شاید بہت زیادہ دقت ہوتی تھی۔ اسی لئے اسے بالکل علم نہ تھا کہ لڑکا اس سے چمٹا ہوا ہے۔ اس کے بشرے سے خشونت ٹپکتی تھی اور لالوں لال تنومندی کی وجہ سے لڑکے کے تھکے ماندے چہرے کی گدلی گدلی رنگت زیادہ نمایاں ہو گئی تھی۔

غیر ملکیوں کی عمر کا اندازہ لگانا آسان نہیں ہوتا۔ بڑے گنجے سر، گلے کی جھریوں

اور ننگی بانہوں پر پڑے چٹھوں سے شکو کو شبہ ہوا کہ اس شخص کی عمر اور اس کی اپنی عمر میں کوئی خاص فرق نہ ہو گا۔ اس جیسا آدمی اٹھ کے کسی غیر ملک میں پہنچ جاتا ہے اور وہاں کسی لونڈے کو اپنے بس میں کر لیتا ہے ـــــ شکو کو اچانک محسوس ہوا جیسے وہ کسی بلائے مہیب کے روبرو ہو۔ لڑکے نے عنابی قمیص پہن رکھی تھی۔ گریبان کھلا ہوا تھا جس میں سے ہڈیلا سینہ نظر آ رہا تھا۔

شکو نے آنکھیں پھیرتے ہوئے سوچا کہ لڑکا جلد مر جائے گا۔

گندے نالے کے دونوں کناروں پر الابلا پودے صف باندھے اگ رہے تھے۔ ٹرین اسی طرح رکی کھڑی تھی۔

2

شکو کو لگا کہ مچھر دانی بوجھ بن گئی ہے۔ دم گھٹتا محسوس ہونے لگا۔ اس نے مچھر دانی لگانی چھوڑ دی۔

یاسو کو روز رات کو اپنی محرومی کا رونا روتی اور مچھر اس طرح مارتی جیسے قیامت آ گئی ہو۔

"کیکو کو اور شوئی چی تو اب بھی لگاتے ہیں۔"

"تو یوں کرو کہ انہیں کے پاس جا کے سو جاؤ۔" شکو نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو اب مچھر دانی سے آزاد ہو چکی تھی۔

"یہ تو خیر میں کرنے سے رہی۔ لیکن سوچتی ہوں کل سے فوساکو کے ساتھ لیٹا کروں گی۔"

"ضرور لیٹو۔ اپنی کسی نواسی کو بانہوں میں لے کر سویا کرو۔"

"تمہارے خیال میں اس کی کیا وجہ ہے کہ ننھی کے ہونے کے باوجود ساتو کو اپنی ماں کو چپٹی ہی رہتی ہے؟ تم کیا کہتے ہو؟ لڑکی۔کچھ غیر نارمل سی نہیں ہے کیا؟ چتون کبھی ایسی ہو جاتی ہے لونڈیا کی 'اتنی عجیب و غریب' کہ پوچھو مت۔"

شکو نے کوئی جواب نہ دیا۔

"سوچتی ہوں کہ کہیں باپ کے نہ ہونے سے بچے اس طرح کے تو نہیں ہو

جاتے۔"

"اگر تم خود ایسی ہو جاؤ کہ بچیاں خوش ہو کے تمہارے پاس آنے لگیں تو شاید بات بن جائے۔"

"یہ تو تمہارے بارے میں بھی کہا جا سکتا ہے۔ ویسے مجھے ننھی سے زیادہ پیار ہے۔"

"ائی ہارا کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں آئی کہ پتا چلتا زندہ ہے یا مر گیا۔"

"تم طلاق کا نوٹس بھجوا چکے۔ اس لئے اب کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"گویا قصہ ختم؟"

"میں جانتی ہوں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ لیکن ائی ہارا اگر زندہ بھی ہو تو ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ وہ ہو گا تو کہاں ہو گا۔ اب یہ مان لینے کے سوا چارہ نہیں —— شادی ناکام رہی۔ مگر کیا یہی کچھ ہونا چاہئے تھا؟ دو بچیاں پیدا کیں اور اس کے بعد علیحدگی؟ ایسی باتوں سے شادی پر کوئی اعتبار تو رہتا نہیں۔"

"اگر میاں بیوی میں پھوٹ پڑنی ہی تھی تو کاش اس سانحے سے اٹھنے والی جو لہریں ہم تک پہنچیں ان میں خوشگواری کا کوئی تو پہلو ہوتا۔ خود فوساکو نے بھی تو کسی سلیقے کا ثبوت نہیں دیا۔ ائی ہارا نے ناکام زندگی گزاری اور میرا خیال نہیں کہ فوساکو کی طرف سے اسے کوئی خاص ہمدردی ملی۔ ائی ہارا نے ضرور دکھ جھیلا ہو گا۔"

"جب مرد پر بھوت سوار ہو جائے تو بعض باتیں ایسی ہیں جن کی حد تک عورت کا کوئی بس نہیں چلتا۔ وہ عورت کو اپنے قریب پھٹکنے بھی نہیں دیتا۔ اگر فوساکو اور دونوں بچیاں اس کے پاس رہ کر بے قدری کا شکار اور ذلیل و خوار ہوتی رہتیں تو خودکشی کے سوا انہیں کوئی راہ چھٹکارے کی نظر نہ آتی۔ مرد کا کیا ہے۔ وہ جب چاہے گا کسی نہ کسی عورت کو خودکشی کے لئے گھیر لائے گا۔ اور شوئی چی...." یاسوکو بات کرتے کرتے ذرا دیر کو رکی.... "اب تو بڑا سعادت مند بنا ہوا ہے لیکن کون کہہ سکتا ہے کب کوئی نئی شیطانی سوجھ جائے۔ جو ہوا کیکو کے حق میں اچھا نہ ہوا۔"

"تمہارا مطلب بچے سے ہے؟"

شنگو کا کہا ہوا لفظ دو مختلف معاملوں کی طرف اشارہ کر رہا تھا: ایک تو اس

طرف کی طرف کہ کیکو کو نے ماں بننے سے انکار کر دیا تھا اور دوسرے اس طرف کہ کینو بچے کو جنم دینے پر تلی ہوئی تھی۔ لیکن اس دوسری بات کا یاسوکو کو کوئی علم نہ تھا۔

کینو کا کہنا تھا کہ بچہ شوئی چی کا نہیں اور یہ کہ وہ شوئی چی کی جانب سے کسی قسم کی دخل اندازی برداشت نہیں کرے گی۔ شگو یقین سے نہ کہہ سکتا تھا کہ کیا سچ ہے، کیا نہیں، لیکن، جو بھی ہو، محسوس یہی کر رہا تھا کہ عورت جھوٹ بول رہی ہے۔

"کچھ بھی سہی، شاید مجھے شوئی چی اور کیکو کو کے پاس ہی سونا چاہیے۔ کون جانے آپس میں کس طرح کی باتیں چیتیں کرتے رہتے ہوں گے۔"

"اور یہ کہنے سے تمہارا مطلب؟"

یاسوکو نے جو پیٹھ کے بل لیٹی تھی کروٹ لے کر منہ شگو کی طرف کر لیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ شگو کا ہاتھ تھامنے والی ہے لیکن شگو نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کے نہ دیا۔

یاسوکو نے اس کے تکیے کے کنارے کو دھیرے سے چھوا۔ پھر سرگوشی کرتے ہوئے بولی جیسے کوئی راز کی بات کہہ رہی ہو۔ "عین ممکن ہے دوبارہ حاملہ ہو گئی ہو۔"

"کیا؟"

"میرے خیال میں ابھی سے وثوق کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے لیکن فوساکو کو شک گزرا ہے۔"

یاسوکو کے انداز میں ان دنوں کا کوئی شائبہ تک باقی نہ رہا تھا جب وہ اپنے حاملہ ہونے کی خبر آپ دیا کرتی تھی۔

"یہ فوساکو نے کہا؟"

"ابھی سے کچھ نہیں کہہ سکتے" یاسوکو نے اپنی بات دہرائی۔ "لیکن سننے میں آیا ہے کہ اس طرح کی کوئی بات ہونے کے بعد دوسری بار حمل اکثر ساتھ کے ساتھ ہو جاتا ہے۔"

"کیکو کو یا شوئی چی نے فوساکو سے کچھ کہا؟"

"نہیں۔ فوساکو کی اپنی تفتیش ہے۔"

"تفتیش" کا لفظ عجیب تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ فوساکو، جو شوہر کو چھوڑ چکی تھی، اپنی بھابی سے متعلق معاملات کے بارے میں کچھ زیادہ ہی تجسس کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

"تمہیں چاہئے کہ خود اس سے کوئی بات کرو" یاسوکو بولتی رہی۔ "اسے کسی طرح اس دفعہ ماں بننے پر راضی کر لو۔"

شگو کو لگا جیسے اس کا گلا بھنچ رہا ہو۔ یہ خبر سن کر کہ کیکو کو شاید پھر سے حاملہ ہو گئی ہو کینو کا حمل، جو اپنی جگہ ایک حقیقت تھا، اس کے دل پر اور بھی بھاری بوجھ بن گیا۔

دو عورتوں کے بیک وقت ایک ہی مرد سے حاملہ ہو جانے میں شاید کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ لیکن جب وہ مرد اپنا ہی بیٹا ہو تو ایک عجیب خوف غالب آئے ہی آئے۔ اس بات میں کوئی جہنمی کیفیت تھی، جیسے مکافات یا سراپ ہو۔

کوئی اور شاید ان مختلف واقعات کو صحت مند ترین جسمانی عوامل کے شواہد سمجھتا۔ لیکن اس طرح کی فراخ دلی سے کام لینا فی الوقت شگو سے ذرا بعید تھا۔

یہ کیکو کا دوسرا حمل ہو گا۔ جب اس کا پہلا حمل ضائع ہوا تھا تو اس وقت تک کینو حاملہ ہو چکی تھی۔ ابھی کینو کے بچہ ہونے بھی نہ پایا تھا کہ کیکو دوبارہ حاملہ ہو گئی۔ کیکو کو علم نہ تھا کہ کینو کس حال میں ہے۔ کینو اب دوسروں کی توجہ کا مرکز بن چکی ہو گی اور بچے کو پیٹ میں پھرتا محسوس کر رہی ہو گی۔

"اگر کیکو کو کے علم میں آ جائے کہ ہمیں پتا ہے تو اس مرتبہ من مانی نہیں کر سکے گی۔"

"میں بھی یہی سمجھتا ہوں" شگو نے ڈھیلے ڈھالے انداز میں کہا۔ "تم خود اس سے بات کیوں نہیں کر لیتیں۔"

شگو کو نیند نہ آ سکی۔

اس کے دل میں برے برے خیالات آ رہے تھے۔ اس نے جھنجلا کر اپنے آپ سے پوچھا کہ کیا کسی طرح کے تشدد کے ذریعے کینو کو بچہ پیدا کرنے سے روکا نہیں جا سکتا۔

کینو کا کہنا تھا کہ بچہ شوئی چی کا نہیں۔ اگر شکو یہ تفتیش کرے کہ وہ کیا کیا کرتی رہتی ہے تو شاید دل کی بے اطمینانی کو دور کرنے والی کوئی بات پتا چل ہی جائے۔

باہر باغ میں کیڑے مکوڑے زور زور سے ریں ریں کر رہے تھے۔ دو سے اوپر کا عمل تھا۔ یہ ریں ریں چیڑ کے ٹڈوں یا ٹھن ٹھن ٹڈوں کی صاف اور واضح جھنکار نہ تھی بلکہ کچھ گھلا ملا سا شور تھا جس کا کوئی اتا پتا نہ ملتا تھا۔ اسے سن کر شکو کو اندھیری، گلگلی مٹی تلے سو جانے کے خیال آنے لگے۔

کچھ عرصے سے اسے خواب بہت دکھائی دینے لگے تھے اور صبح کے قریب اس نے ایک اور لمبا خواب دیکھا۔

یہ اسے پتا نہ چلا کہ کس راستے پر چل کر وہاں پہنچا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو دونوں سفید انڈے، جو خواب میں دیکھے تھے، اسی طرح نظر میں تھے۔ وہ ایک ریتیلے ویرانے میں تھا۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی ریت ہی ریت تھا۔ دو انڈے ساتھ ساتھ دھرے تھے۔ بڑا انڈا شتر مرغ کا تھا اور چھوٹا سانپ کا۔ چھوٹے انڈے کا خول چیخ گیا تھا اور ایک ننھا منا پیارا سا سانپ سر آگے پیچھے کر رہا تھا۔ شکو کو وہ پیارا ہی معلوم ہوا۔

اس میں کوئی شک نہ تھا کہ وہ کیکو کو اور کینو کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کون سا بچہ شتر مرغ کا تھا، کون سا سانپ کا۔

اسے یہ خیال بھی آیا کہ خدا جانے سانپ انڈے دیتے ہیں یا بچے۔

3

اگلے دن اتوار تھا۔ شکو کو محسوس ہوا جیسے اس کا ست نکل چکا ہو۔ وہ نو بجے تک بستر میں پڑا رہا۔

اب، صبح کے وقت، کیا شتر مرغ کا انڈا اور کیا ننھے منے سانپ کا سر، دونوں ہی اسے مبہم طور پر منحوس معلوم ہوئے۔

دانتوں کو برش کرتے ہوئے اس پر افسردگی طاری تھی۔ دانت صاف کر کے وہ

ناشتے کے کمرے میں آیا۔

کیکو کو اکٹھے ہو جانے والے اخباروں کو رسی سے باندھنے میں مصروف تھی۔ بلاشبہ انہیں کسی ردی والے کے ہاتھ بیچنے کی تیاری ہو رہی تھی۔

یاسوکو کی سہولت کے خیال سے صبح اور شام کے اخباروں کو ترتیب سے رکھنا بھی کیکو کو کے فرائض میں شامل تھا۔

وہ شگو کی چائے لانے چلی گئی۔

''آپ نے کنولوں کے بارے میں خبر دیکھی؟'' اس نے میز پر دو اخبار شگو کے سامنے رکھ دیے۔ ''دو مضمون ہیں۔ آپ کے لئے اٹھا کر رکھ لئے تھے۔''

''معلوم تو ہوتا ہے کہ اس طرح کی کوئی چیز پڑھ چکا ہوں۔''

یایوئی دور کی کسی تودے نما قبر کی کھدائی کے دوران کنول کے بیج ملے تھے جو تقریباً دو ہزار سال پرانے تھے۔ ''کنول ڈاکٹر'' یعنی کوئی نباتیات داں جو کنول کاشت کرنے میں خصوصی مہارت رکھتا تھا' انہیں اگانے میں کامیاب ہو گیا۔ کنول اُگ آنے کی خبر اخباروں میں پہلے آ چکی تھی۔ شگو یہ خبر کیکو کو سنانے گیا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں تھی۔ اسے حمل ضائع کرائے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی اور آرام کر رہی تھی۔

اس کے بعد کنولوں کے بارے میں دو دفعہ خبر چھپی۔ ایک خبر میں تھا کہ کنول ڈاکٹر نے کس طرح جڑوں کو بانٹ کر ان کا ایک حصہ ٹوکیو یونیورسٹی کے سبزہ زار میں واقع سان شیرو جھیل میں منتقل کر دیا۔ ڈاکٹر ٹوکیو یونیورسٹی کا گریجویٹ تھا۔ دوسری خبر کا تعلق امریکا سے تھا۔ توہوکو یونیورسٹی کے ایک سائنس داں نے منچوریا میں آ کی مٹی کی کسی پرت سے کنول کے بیج ڈھونڈ نکالے۔ بیج بظاہر پتھرا چکے تھے۔ سائنس داں نے انہیں امریکا بھجوا دیا۔ وہاں قومی بوٹانیکل باغات میں بیجوں کو' باہر کا پتھریلا خول اتارنے کے بعد' کیمیائی مادے میں بھگوئی روئی کی تہوں میں لپیٹ کر شیشے کے ظرف میں رکھ دیا گیا۔ پچھلے سال ان سے نرم و نازک اکھوے پھوٹ آئے۔

اس برس' جھیل میں قرینے سے لگائے جانے کے بعد' ان میں دو کلیاں آئیں جو کھل کر گلابی پھولوں میں تبدیل ہو گئیں۔ قومی پارک سروس نے اعلان کیا کہ بیج ہزار سال سے پچاس ہزار سال تک پرانے تھے۔

"یہ خبر جب میں نے پہلی دفعہ پڑھی تھی تو یہی سوچا تھا" شگو ہنسنے لگا۔ "ہزار سال سے پچاس ہزار سال تک پرانے ـــــ ذرا زیادہ ہی کھلا حساب لگایا ہے۔" شگو کو ایک جاپانی عالم کی رائے پڑھنے کا اتفاق بھی ہوا۔ اس کے خیال میں آ کی مٹی کی پرت کی ماہیت کے پیش نظر بیجوں کو ہزارہا ہزار سال پرانا ہونا چاہئے تھا۔ بہرحال، امریکا میں بھربلے خول پر کاربن شعاع ریزی کے ذریعے سے جو جانچ کی گئی اس کی رو سے بیج کوئی ہزار سال پرانے ثابت ہوئے۔

دونوں مضامین واشنگٹن میں مقیم نامہ نگاروں کی رپورٹوں پر مشتمل تھے۔

"آپ پڑھ چکے؟" کیکو کو نے اخبار اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ بلاشبہ وہ معلوم یہ کرنا چاہتی تھی کہ اگلی دفعہ جب کوئی ردی والا ادھر سے گزرے تو اخبار بیچ دیے جائیں یا نہیں۔

شگو نے سر ہلایا۔ "ہزار سال ہوں یا پچاس ہزار، کنول کا بیج مدتوں زندہ رہتا ہے ـــــ تقریباً بقائے دوام سمجھنا چاہئے اگر اس کا مقابلہ انسانی زندگی سے کیا جائے۔" اس نے کیکو کو کی طرف دیکھا۔ "اگر مرے بغیر ہزار دو ہزار سال زمین میں پڑے رہنے کا موقع ملے تو کیسا مزہ رہے۔"

"زمین میں پڑے رہنے کا!" کیکو کو نے الفاظ کچھ بول کر کچھ بڑبڑا کر ادا کیے۔

"قبر میں پڑنے کی بات نہیں کر رہا۔ نہ مرنے کی۔ بس ستانے کی۔ کاش زمین میں آرام سے پڑے رہنا ممکن ہوتا ـــــ پچاس ہزار سال بعد اٹھیں تو پتا چلے کہ جتنے بھی مسئلے تھے، دنیا کے جتنے مسائل تھے، سب حل ہو چکے۔ آدمی جنت میں پہنچ جائے۔"

"کیکو کو بھئی، آ کے ابا جان کے ناشتے کی خبر تو لے لو" فوساکو نے باورچی خانے سے آواز دی۔ لگتا تھا وہ بچوں کو کھلا پلا رہی ہے۔

کیکو کو ناشتہ لے کر لوٹی۔

"بس آپ ہی رہ گئے۔ ہم سب تو ناشتہ کر چکے۔"

"اوہ؟ اور شوئی چی۔ وہ بھی کر چکا؟"

"وہ مچھلی والی تلیا پہ گئے ہیں۔"

"اور یاسوکو؟"

"باہر باغ میں ہیں۔"

"میرا خیال ہے آج صبح انڈوں کے بغیر ہی کام چل جائے گا" شکو نے دو طشتری لوٹاتے ہوئے کہا جس میں انڈے رکھے تھے۔ انہیں دیکھ کر شکو کو سانپ کے انڈے کا خیال آنے لگا جس سے طبیعت منغض ہو گئی۔

فوساکو ایک سکھائی اور بھنی ہوئی فلاؤنڈر مچھلی لائی۔ اس نے مچھلی کو چپ چاپ میز پر رکھ دیا اور بچیوں کے پاس چلی گئی۔

چاولوں کا جو پیالہ کیکو کو نے اس کی طرف بڑھایا اسے پکڑتے ہوئے شکو نے کیکو کو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دھیمی آواز میں کہا۔ "کیا تمہارے بچہ ہونے والا ہے؟"

"نہیں" اس نے بلا تامل جواب دیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ جواب پہلے دے بیٹھی، سوال پر متعجب بعد میں ہوئی۔ "نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔" کیکو کو نے سر ہلایا۔

"تو یہ بات درست نہیں۔"

"نہیں۔"

کیکو کو نے متجسس انداز میں اس کی طرف دیکھا اور شرما گئی۔

"امید کرتا ہوں کہ اگلی دفعہ تم بچے سے بہتر سلوک روا رکھو گی۔ پچھلے بچے کے حوالے سے میں شوئی چی سے الجھ پڑا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا وہ اس بات کی ضمانت دے سکتا ہے کہ تمہیں دوبارہ حمل ٹھہرے گا۔ کہنے لگا کہ ضمانت دے سکتا ہوں۔ جیسے یہ سب انتہائی آسان ہو۔ میں نے کہا کہ اسے ذرا زیادہ خدا خوفی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ میں نے پوچھا کہ کوئی آدمی یہ ضمانت دے سکتا ہے کہ جب نیا دن چڑھے گا تو وہ زندہ ہو گا۔ ظاہر ہے' بچہ تمہارا اور شوئی چی کا ہو گا لیکن ہمارا پوتا بھی کہلائے گا۔ تمہارے پیٹ کا بچہ اتنا اچھا ہو گا کہ اسے ضائع ہونے نہ دینا چاہیے۔"

"غلطی ہوئی" کیکو کو نے آنکھیں جھکاتے ہوئے کہا۔

شکو کو یقین تھا کہ وہ سچ بول رہی ہے۔

تو پھر فوساکو نے کیوں سمجھ لیا کہ وہ حاملہ ہے؟ فوساکو کی تفتیش بظاہر معقولیت

کی تمام حدیں پھلانگ گئی تھی۔ بھلا جس بات سے خود کیکو کو بے خبر تھی اس کا فوساکو کو کہاں سے پتا چل سکتا تھا۔

شکو نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں فوساکو اتفاق سے ان کی بات چیت نہ سن لے۔ بہرحال، معلوم ہوتا تھا کہ وہ بچیوں سمیت گھر کے اگلے حصے میں کہیں ہے۔

"شوئی چی پہلے کبھی تلیا پر گیا ہے؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے ضرور کسی دوست سے تلیا کا ذکر سنا ہو گا۔"

شکو کو یہ غیر معمولی واقعہ اس بات کا ثبوت معلوم ہوا کہ شوئی چی کینو کو سچ مچ چھوڑ چکا ہے۔ وہ کبھی کبھی اتوار کو بھی اس سے ملنے چلا جاتا تھا۔

"تم بھی جا کر تلیا دیکھنا چاہو گی؟"

"جی۔"

شکو نے باغ میں قدم رکھا۔ یاسوکو چیری کے درخت کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔ لیکن اس کی اکثر پتیاں جھڑ گئی ہیں۔ سوچتی ہوں کہ اسے کسی طرح کا گھن تو نہیں لگ گیا۔ گرمیوں میں نکلنے والے ٹڈے ابھی اپنے گیت گائے جا رہے ہیں اور ادھر یہ درخت اپنی بیشتر پتیوں سے محروم بھی ہو چکا۔"

اس وقت بھی، جب وہ یہ باتیں کر رہے تھے، زردی مائل پتیاں یکے بعد دیگرے گر رہی تھیں۔ ہوا رکی ہوئی تھی اور پتیاں زمین پر سیدھی آگرتی تھیں۔

"سنا ہے شوئی چی مچھلیاں پکڑنے گیا ہے۔ میں کیکو کو تلیا دکھانے لے جا رہا ہوں۔"

"مچھلیاں پکڑنے؟" یاسوکو نے ارد گرد دیکھا۔

"میں نے کیکو سے وہ بات پوچھی تھی۔ کہنے لگی کہ اس میں کوئی سچائی نہیں۔ فوساکو نے تفتیش تو کی مگر دھوکا کھا گئی۔"

"تم نے کیکو سے یہ بات پوچھی؟" یاسوکو کی باتوں سے تھوڑا سا تاثر کند ذہنی کا ملتا تھا۔ "شرم نہیں آتی۔"

"فوساکو کو اس قدر تندہی سے تفتیش کرتے پھرنے کی ضرورت کیا ہے؟"

"کیوں؟"

"سوال میں نے کیا ہے۔"

ادھر گھر میں کیکو کو سفید سویٹر پہن کر شگو کی منتظر تھی۔ اس نے رخساروں پر ذرا ذرا سا غازہ لگایا تھا اور غیر معمولی طور پر بشاش اور چونچال معلوم ہو رہی تھی۔

4

ایک روز' بنا کسی سان گمان کے' ٹرین کی کھڑکی کے باہر لال لال پھول نظر آنے لگے۔ ریل کی پٹڑی کی بھرائی کے ساتھ ساتھ' راستے بھر' اعتدال خریفی کے وقت کھلنے والے سوسن کے پھول' اتنے قریب کہ ٹرین گزرتی تو لگتا کہ لرز رہے ہیں۔

شگو سوسن کے پھولوں کو بھی دیکھتا رہا جو توتسوکا پشتے پر نظر آ رہے تھے جہاں چیری کے درخت صف باندھے کھڑے تھے۔ وہ ابھی ابھی کھلے تھے اور ان کا سرخ رنگ تر و تازہ اور بے داغ تھا۔

یہ اس طرح کی صبح تھی جب پھول آدمی کو خزاں کے سبزہ زاروں کے سکوت کا احساس دلانے لگتے ہیں۔

ہمپاس گھاس پر طرے آنے شروع ہو گئے تھے۔

جوتا اتارنے کے بعد شگو نے دایاں پاؤں بائیں گھٹنے پر رکھا اور انگوٹھے اور ٹخنے کے درمیانی حصے کو سہلانے لگا۔

"یہاں کوئی تکلیف محسوس ہو رہی ہے کیا؟" شوئی چی نے پوچھا۔

"اتنا بھاری بھاری محسوس ہو رہا ہے۔ کبھی کبھی سٹیشن پر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے لگتا ہے کہ پاؤں من من بھر کے ہو گئے۔ یہ کوئی اچھا سال ثابت نہیں ہوا۔ بدن میں جان کم ہوتی جا رہی ہے۔"

"کیکو کو پریشان ہو رہی تھی۔ کہتی ہے آپ تھکے تھکے معلوم ہوتے ہیں۔"

"میں زمین میں پچاس ہزار برس آرام کرنا چاہتا ہوں ——— اس طرح کی بات کی تھی میں نے اس سے۔"

شوئی چی نے اس پر تجسس آمیز نظر ڈالی۔

"اخبار میں پرانے کنولوں کے بارے میں کچھ چھپا تھا۔ یاد ہے؟ بعض قدیم رتوں کے کنول جن کے بیج پھوٹ آئے اور بالاخر پھول آ گئے۔"

"اوہ؟" شوئی چی نے سگرٹ سلگایا۔ "آپ نے کیکو کو سے پوچھا کہ اسے حمل ٹھہر گیا ہے۔ بہت ہڑبڑائی ہوئی تھی۔"

"خیر، حاملہ ہو گئی ہے کیا؟"

"میرے خیال میں ابھی کچھ کہنا مشکل ہے۔"

"اور کینو کے بچے کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟ وہ زیادہ اہم ہے۔"

شوئی چی اڑنگے میں تو آ گیا تھا مگر الٹ پڑا۔ "مجھے پتا چلا ہے آپ اس سے ملنے گئے تھے۔ رقم دینے تاکہ اس کے آنسو پنچھ جائیں۔ ایسا کرنے کی کوئی ضرورت تو تھی نہیں۔"

"یہ بات تم نے کب سنی؟"

"اوہ، ادھر ادھر کہیں سے سننے میں آئی۔ آپ کو پتا ہے ہم الگ ہو چکے ہیں۔"

"بچہ تمہارا ہے؟"

"اوہ، کینو کہتی ہے نہیں ہے۔"

"اس بات کا تعلق تمہارے اپنے ضمیر سے ہے" شنگو کی آواز کانپ رہی تھی۔

"اس بارے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میری رائے میں یہ اس طرح کا معاملہ نہیں جس میں ضمیر سے کوئی خاص مدد مل سکتی ہو۔"

"یہ کہنے سے کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"فرض کیجئے میں دکھی ہوں۔ میرے دکھی ہونے سے اس عورت کو کوئی فرق پڑے گا؟ کسی طرح کا جنون ہے اسے اور جنونی بن کر بچہ جننے پر تلی ہوئی ہے۔"

"وہ تم سے زیادہ دکھی ہے اور کیکو کو بھی۔"

"ہم الگ ہو چکے ہیں اور اب میں جان گیا ہوں کہ اس نے ہمیشہ وہی کچھ کیا جو اس کا دل چاہتا تھا۔"

"اور تمہارے لئے اتنا جان لینا ہی کافی ہے؟ اصل میں تم یہ معلوم کرنا ہی نہیں چاہتے کہ بچہ تمہارا ہے یا کسی اور کا؟ یا تمہارا ضمیر تمہیں بتا چکا ہے؟"

شوئی چی نے جواب نہیں دیا۔ اپنی بڑی بڑی آنکھیں جھپکتا رہا جو اتنی خوبصورت تھیں کہ لگتا ہی نہیں تھا کسی مرد کی ہیں۔

شکو کے ڈیسک پر سیاہ حاشیے والا ایک پوسٹ کارڈ رکھا تھا۔ سرطان کا مریض کچھ زیادہ ہی جلد فوت ہو گیا تھا حالاں کہ یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ اگر مرض معمول کے مطابق بڑھتا رہا اور کوئی پیچ نہ پڑا تو وہ کچھ دیر اور زندہ رہے گا۔

کیا کسی اور نے اسے زہر فراہم کر دیا تھا؟ شاید مریض نے شکو ہی سے نہیں دوسرے لوگوں سے بھی کہا تھا کہ اسے زہر لا دیا جائے۔ یا شاید اس نے خودکشی کرنے کا کوئی اور طریقہ ڈھونڈ لیا تھا۔

تانی زاکی ایکو کا خط بھی آیا تھا۔ وہ کسی اور دکان میں ملازم ہو گئی تھی۔ آگے جا کر خط میں یہ بھی تھا کہ کینو بھی پہلی والی دکان کو تھوڑے دن بعد چھوڑ گئی تھی اور نومازو میں گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہی ہے۔ اس نے ایکو کو بتایا تھا کہ وہ کوئی چھوٹا موٹا نجی کاروبار شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ ٹوکیو میں بہت زیادہ پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ایکو نے اس بات کا ذکر تو نہیں کیا تھا مگر معلوم یہی ہوتا تھا کہ کینو نے جاپے سے فارغ ہونے کی غرض سے نومازو میں اپنے لئے کوئی کنج تنہائی تلاش کر لیا ہے۔

کیا بات وہی تھی جو شوئی چی نے کہی تھی؟ یعنی وہ دوسروں کو بالکل خاطر میں نہ لاتے ہوئے من مانی کرتی رہتی تھی۔ اسے نہ شوئی چی کی کوئی پروا تھی نہ خود شکو کی۔

وہ کچھ دیر بیٹھا کھوئی کھوئی نظروں سے روشن دھوپ کو دیکھتا رہا۔

مسز اکیدا' جو اب تنہا رہ گئی تھی' کیا کر رہی ہو گی؟

شکو نے سوچا کہ مسز اکیدا یا ایکو سے ملنا چاہئے تاکہ کینو کا احوال معلوم ہو سکے۔

سہ پہر کو وہ تعزیت کے لئے متوفی کے گھر والوں کے پاس گیا۔ اسے پہلی دفعہ پتا چلا کہ بیوی سات سال پہلے فوت ہو چکی تھی۔ وہ شخص بظاہر اپنے بڑے بیٹے کے پاس

رہتا تھا اور گھر میں پانچ بچے تھے۔ شگو کو لگا کہ بیٹے یا پوتوں میں سے کسی کی شکل مرنے والے سے نہیں ملتی۔

شگو کو شبہ تھا کہ خود کشی کی گئی ہے لیکن ظاہر ہے اس سلسلے میں کوئی پوچھ گچھ کرنا ممکن نہ تھا۔ تابوت کے پاس جو پھول رکھے تھے ان میں دیوزاد گل داؤدی سب سے نمایاں تھے۔

شگو اپنی سکریٹری کے ساتھ ڈاک دیکھ رہا تھا کہ غیر متوقع طور پر کیکو کو کا فون آگیا۔ اسے ڈر لگا کہ کوئی سانحہ پیش نہ آگیا ہو گا۔

"تم کہاں ہو؟ ٹوکیو میں؟"

"جی۔ میکے آئی ہوئی ہوں۔" اس کی آواز سے شوخی بھری ہنسی پھوٹی پڑ رہی تھی۔ "امی نے کہا کہ کسی سلسلے میں مجھ سے بات کرنی ہے اور میں یہاں چلی آئی اور پتا چلا کہ بات خیر سے کچھ بھی نہیں۔ امی کو بس اکیلا پن محسوس ہو رہا تھا اور میری صورت دیکھنا چاہتی تھیں۔"

"اوہ؟" نرماہٹ کا جو احساس شگو کے سینے میں پھیلتا چلا گیا اس کی وجہ صرف یہ نہ ہو سکتی تھی کہ فون پر کانوں میں رس گھولنے والی لڑکیوں جیسی آواز اس تک آ رہی ہے۔

"کیا آپ تھوڑی دیر میں گھر چلے جائیں گے؟" کیکو کو نے پوچھا۔

"ہاں۔ اور تمہارے ہاں سب لوگ ٹھیک ہیں؟"

"بالکل ٹھیک ہیں۔ سوچتی تھی کہ آپ کے ساتھ گھر چلی چلوں۔ جی چاہ رہا ہے۔"

"اب تم یہاں آگئی ہو تو ایسی کیا جلدی۔ اطمینان سے آ جانا۔ میں شوئی چی کو بتا دوں گا۔"

"میں چل پڑنے کو تیار ہوں۔"

"تو پھر یوں کرو کہ دفتر آ جاؤ۔"

"اس میں کوئی ہرج تو نہیں؟ سوچ رہی تھی کہ سٹیشن جا کر آپ کا انتظار کروں۔"

"نہیں۔ ادھر ہی آ جاؤ۔ تمہاری شوئی چی سے بات کرا دوں؟ ہم تینوں رات کا کھانا کھا لیں گے کہیں۔"

"آپریٹر نے بتایا کہ وہ اپنی سیٹ پر نہیں ہیں۔"

"اوہ؟"

"میں گھر سے اسی وقت روانہ ہو سکتی ہوں۔"

شگو کو محسوس ہوا کہ جسم میں گرمی کی لہر دوڑ گئی ہے اور کھڑکی سے پرے پھیلا شہر زیادہ روشن اور صاف معلوم ہونے لگا۔

پت جھڑ میں مچھلی

اکتوبر کی صبح تھی۔ ٹائی باندھتے ہوئے شکو نے محسوس کیا کہ اس کے ہاتھ صحیح کام نہیں کر رہے۔

"ایک منٹ ٹھہرنا" وہ رکا اور اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نظر آنے لگے۔ "کس طرح باندھتے ہیں؟"

اس نے ٹائی کھول کر دوبارہ باندھنے کی کوشش کی اور اس دفعہ بھی ناکام رہا۔

وہ ٹائی کے دونوں سروں کو کھینچ کر منہ کے سامنے لایا اور سوالیہ انداز میں انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہو گئی؟"

کیکو کو اس کے پیچھے، ذرا ایک طرف کو ہو کر، کوٹ لئے کھڑی تھی۔ وہ گھوم کر شکو کے سامنے آ گئی۔

"مجھ سے ٹائی نہیں بندھ رہی۔ بہت عجیب بات ہے۔"

اس نے آہستہ آہستہ اور بے ڈھنگے پن سے ٹائی کا ایک سرا انگلی کے گرد لپیٹا اور اسے پھندے میں سے کھینچنا چاہا لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ عجیب سی گانٹھ پڑ گئی۔ اس کارکردگی کو بیان کرنے کے لئے لفظ "عجیب" موزوں ترین تھا لیکن شکو کے چہرے پر خوف اور مایوسی رقم تھی۔

لگتا تھا چہرے پر یہ کیفیت دیکھ کر کیکو چونک اٹھی۔ "ابا جان!" وہ چیخی۔

"میں کیا کروں؟"

شکو یوں کھڑا رہا جیسے اتنی سکت بھی نہ رہی ہو کہ یاد کرنے کی کوشش ہی کر سکے۔

خاموشی سے دیکھے چلے جانا جب کیکو کو کی برداشت سے باہر ہو گیا تو وہ کوٹ بازو پر ڈالے اس کے قریب آ گئی۔

"کس طرح باندھتے ہیں؟"

کچھ بدحواس ہو کر کیکو کو نے ٹائی ہاتھ میں لی۔ شگو کی بوڑھی آنکھوں کو اس کے ہاتھ دھندلے دھندلے دکھائی دیے۔

"یہی تو بھول گیا ہوں۔"

"لیکن روزانہ آپ خود ہی باندھتے ہیں۔"

"باندھتا تو ہوں۔"

آخر اس صبح وہ اچانک ایک ایسے عمل کو کیسے بھول گیا جسے اپنے دفتری کیریر کی چالیس سالہ زندگی میں ہر صبح دہراتا آیا تھا؟ اس کے ہاتھوں کو خود بخود حرکت میں آ جانا چاہئے تھا۔ اسے بے دھیانی کے عالم میں بھی ٹائی باندھنے میں وقت پیش نہ آنی چاہئے تھی۔

شگو کو محسوس ہوا کہ وہ ڈھے گیا ہے، خود کو کھو بیٹھا ہے۔

"میں روز صبح کے وقت آپ کو ٹائی باندھتے دیکھتی ہوں" کیکو کو نے متانت آمیز لہجے میں کہا، ٹائی کو بل دیا، پھر سیدھا کیا اور دوبارہ بل دینے لگی۔

خود کو کلی طور پر کیکو کو کے حوالے کر کے شگو کسی ایسے چھوٹے، لاڈلے بچے کے مانند ہو گیا جو کسی وجہ سے محسوس کر رہا ہو کہ اس کا پرسان حال کوئی نہیں۔

کیکو کو کے بالوں کی خوشبو اس تک پہنچی۔

"مجھ سے نہیں بندھتی" کیکو کو کا منہ لال ہو گیا۔

"تم نے کبھی شوئی چی کی ٹائی نہیں باندھی؟"

"نہیں۔"

"صرف کھولی ہے، وہ بھی اس وقت جب وہ نشے میں دھت گھر آیا ہو۔"

وہ ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی اور ٹائی کو تکنے لگی۔ اس کے کندھے اکڑے ہوئے تھے۔

"امی کو شاید آتی ہو" کیکو کو نے آخر رکا ہوا سانس نکالتے ہوئے کہا۔ "امی"

اس نے آواز دی۔" ذرا ادھر آیئے گا؟ ابا جان کہتے ہیں کہ ان سے ٹائی نہیں بندھ رہی۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ کیوں نہیں بندھ رہی آخر؟" یاسوکو کے چہرے سے تاثر ملتا تھا کہ ایسی مہمل بات سے اس کا پہلے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔" وہ خود کیوں نہیں باندھ سکتے۔"

"کہتے ہیں کہ بھول گئے کیسے باندھی جاتی ہے۔"

"کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے اور میں سب کچھ بھول چکا ہوں۔ بڑی عجیب بات ہے۔"

"واقعی بڑی عجیب بات ہے۔"

کیکو ایک طرف ہو گئی اور اس کی جگہ یاسوکو نے سنبھال لی۔

"لگتا ہے خود مجھے بھی کوئی زیادہ اچھی طرح یاد نہیں۔" یاسوکو نے ٹائی کو ہاتھ میں لیتے ہوئے شنگو کی ٹھوڑی کو ٹھوکا دے کر اوپر کیا۔ شنگو نے آنکھیں میچ لیں۔

لگتا تھا یاسوکو کسی طرح ٹائی کو گرہ دے رہی ہے۔

شاید گدی پر دباؤ محسوس ہونے کی وجہ سے شنگو کو لگا کہ اس کو چکر سے آ رہے ہیں اور اس کے بند پپوٹوں کے سامنے سے گرتے برف کی سنہری دھند تیزی سے گزری۔ کسی اوالانش سے وجود میں آنے والی برفانی دھند جو شام کی روشنی میں سنہری نظر آ رہی تھی۔ اسے خیال آیا کہ اوالانش کی گرج سنائی دے رہی ہے۔

سٹپٹا کر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ کوئی رگ پھٹ جانے سے کہیں خون تو نہیں پھوٹ نکلا؟

کیکو یاسوکو کے ہاتھوں پر نظر جمائے دم بخود کھڑی تھی۔

یہ اوالانش وہ تھا جو اس نے لڑکپن میں دیکھا تھا۔ اس کا گھر پہاڑی علاقے میں واقع تھا۔

گرہ لگ چکی تھی اور اب آخر میں یاسوکو گرہ کو ادھر ادھر سے کھینچ تان کر ٹھیک کرنے میں مشغول تھی۔

"ہاں۔"

جب اس نے گرہ کو ہاتھ لگا کر دیکھنا چاہا تو اس کی انگلیاں یاسوکو کی انگلیوں سے

مس ہو گئیں۔

اسے یاد آیا کہ کالج سے فارغ ہونے کے بعد جب اس نے پہلی مرتبہ طالب علموں کی مخصوص تنگ کالر والی وردی اتار کر عام کاروباری سوٹ پہنا تھا تو گلے میں ٹائی یاسوکو کی حسین بہن نے باندھی تھی۔

شگو نے منہ وارڈ روب پر لگے آئینے کی طرف کر لیا تاکہ کیکو کو اور یاسوکو سے آنکھیں چار نہ کرنی پڑیں۔

"یہ تو خوب کام بن گیا۔ اچھا تو بڑھاپے نے آخرکار مجھے آ ہی لیا۔ جس وقت آدمی کو اچانک یہ پتا چلے کہ اپنی ٹائی بھی خود نہیں باندھ سکتا تو پاؤں تلے سے زمین نکل جاتی ہے۔"

یاسوکو نے جس سہولت سے ٹائی کو گرہ دی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ شادی کے ابتدائی دنوں میں یہ کام وہی انجام دیتی رہی ہو گی لیکن شگو کو یاد نہ آیا کہ یہ کب کی بات ہو سکتی ہے۔

یا شاید بہن کی وفات کے بعد وہ بہن کا گھربار سنبھالنے گئی تھی تو اپنے حسین و جمیل بہنوئی کی ٹائی باندھتی رہی تھی۔

کیکو کو، پریشانی کے عالم میں، جلدی سے پاؤں میں سینڈل اڑا کے، اسے گیٹ تک چھوڑنے آئی۔

"آج شام کہیں آنے جانے کا پروگرام ہے؟"

"کوئی مصروفیت نہیں۔ جلد گھر آ جاؤں گا۔"

"بہت جلد آ جائیے گا۔"

جب ٹرین اوفونا سے آگے نکل آئی تو خزاں کی نیلاہٹ میں کوہ فوجی کی طرف دیکھتے دیکھتے شگو نے ٹائی کی گرہ کو دوبارہ ہاتھ لگا کر دیکھا۔ پتا چلا کہ گرہ لگاتے وقت دائیں بائیں کی غلطی ہو گئی ہے۔ یاسوکو نے، جو اس کے روبرو تھی، بایاں سرا لمبا کر دیا تھا۔

شگو نے ٹائی کھولی اور کسی دقت کے بغیر دوبارہ باندھ لی۔

مشکل سے یقین آتا تھا کہ کچھ دیر پہلے وہ ٹائی باندھنے کا طریقہ بھول چکا تھا۔

2

شگو اور شوئی چی کا ایک ہی ٹرین سے گھر آنا اب کوئی غیر معمولی بات نہ رہی تھی۔

یوکوسوکا لائن پر عموماً ہر آدھے گھنٹے بعد ٹرین چلتی لیکن رش کے اوقات میں ٹرینوں کی تعداد بڑھا دی جاتی۔ ہر پندرہ منٹ بعد ٹرین روانہ ہوتی۔ کبھی کبھی رش کے اوقات میں چلنے والی ٹرینوں پر معمول کے مطابق چلنے والی ٹرینوں سے کم بھیڑ ہوتی۔

ٹوکیو سٹیشن پر ایک نوجوان لڑکی آکر ان کے سامنے والی ایک سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"پلیز، یہ سیٹ میرے لئے روکے رکھئے گا" اس نے شوئی چی سے کہا اور سیٹ پر لال رنگ کا سویڈ ہینڈ بیگ رکھ دیا۔

"دونوں سیٹیں؟"

لڑکی نے ہونٹوں ہونٹوں میں جو جواب دیا وہ پوری طرح سننے میں نہ آیا۔ بہرحال، جب وہ مڑ کر ڈبے سے باہر جانے لگی تو چہرے پر، جس پر کچھ زیادہ ہی پاؤڈر لگا ہوا تھا، جھینپ کے کوئی آثار نہ تھے۔ کوٹ کے تنگ شانے بہت دل فریب انداز میں اوپر اٹھے ہوئے تھے۔ ڈیل ڈول میں دھیما سا بانک پن تھا اور کوٹ بغیر کسی جھول کے جسم پر چسپاں تھا۔

شگو چکر میں پڑ گیا۔ شوئی چی نے کیسے تاڑ لیا کہ لڑکی دونوں سیٹیں رکوانا چاہتی ہے؟ معلوم ہوتا تھا کہ اس طرح کی باتیں بھانپنے کی اس میں خداداد صلاحیت ہے۔

لیکن وہ یہ کیسے جان گیا کہ لڑکی کو کسی کا انتظار ہے؟

بہرکیف، بیٹے نے پہل کرتے ہوئے یہ بات بجھا دی تو خود شگو کو بھی یہ بہت قرین قیاس معلوم ہونے لگا کہ لڑکی اپنے ساتھی کو تلاش کرنے گئی ہے۔

لڑکی ویسے تو کھڑکی کے ساتھ جس سیٹ پر بیٹھی تھی وہ شگو کے عین سامنے تھی لیکن جب بات کرنی چاہی تو شوئی چی سے مخاطب ہوئی۔ اس کی کیا وجہ تھی۔ شاید اس لئے کہ جب وہ اٹھی تو خود کو شوئی چی کے روبرو پایا۔ اور پھر یہ بات بھی شاید ہو کہ عورتوں کو دونوں میں سے شوئی چی زیادہ ملنسار معلوم ہوتا تھا۔

شگو نے بیٹے کے نیم رخ نظر آنے والے چہرے کی طرف دیکھا۔

شوئی چی شام کا اخبار پڑھ رہا تھا۔

لڑکی ٹرین پر لوٹ آئی اور کھلے دروازے کے فریم کو تھام کر پلیٹ فارم کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک جائزہ لینے لگی۔ جس نے اس سے سٹیشن پر آ ملنے کا وعدہ کیا تھا وہ بظاہر پہنچا نہیں تھا۔ وہ سیٹ کی طرف آئی تو اس کا ہلکے رنگ کا کوٹ کندھوں سے پلو تک کسی جھول یا سلوٹ کے بغیر ہمواری سے جسم کو ڈھانپے نظر آیا۔ کوٹ کے پاکھوں کو ملائے رکھنے کے لئے گریبان میں بڑا سا بٹن لگا تھا۔ جیبیں بہت نیچے اور بالکل سامنے کی طرف تھیں۔ وہ ایک ہاتھ جیب میں ڈالے' سیٹوں کے درمیان بنے ہوئے راستے پر کمر لچکا لچکا کر چلتی ہوئی' اپنی سیٹ تک آئی۔ کوٹ کی تراش' قدرے اولو ہونے کے باوجود' بہت بھلی لگ رہی تھی۔

اس دفعہ وہ شوئی چی کے بالمقابل آ بیٹھی اور بار بار دروازے کی طرف دیکھتی رہی۔ معلوم ہوتا تھا کہ رستے کے ساتھ والی سیٹ اس نے چنی ہی اس لئے تھی کہ وہاں سے دروازے کو دیکھنا آسان تھا۔

ہینڈ بیگ اب بھی شگو کے سامنے والی سیٹ پر پڑا تھا۔ شکل میں ایسے بڑے بیلن سے مشابہ جسے چپٹا کر دیا گیا ہو۔ اس میں بڑا سا بکسوا لگا تھا۔

بندوں میں لگے ہیرے بلاشبہ نقلی تھے مگر تھے بڑے آب دار۔ متناسب' بھرے بھرے چہرے پر چوڑی ناک نمایاں۔ چھوٹا سا سڈول منہ۔ موٹی بھویں' بل کھا کر اوپر کی طرف جانے کو مائل۔ انہیں تراش کر چھوٹا کیا ہوا۔ چوڑی آنکھوں کی کشش بھی یکساں طور پر دل آویز لیکن آنکھوں کے کنوں تک پہنچتے پہنچتے بس ہوتی ہوئی۔ جبڑا بھرا بھرا اور توانا۔ ان مختلف خصوصیتوں کے ایک جگہ جمع ہونے سے ایسی شکل وجود میں آ گئی تھی جو اپنے طور پر خوبصورت تھی۔

آنکھوں میں ایک طرح کی اکتاہٹ تھی۔ شگو کو اس کی عمر کا اندازہ لگانے میں دقت ہوئی۔

ڈبے کے دروازے میں یکایک لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ شگو کی اور لڑکی کی آنکھیں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ پانچ چھ مرد' جو بظاہر کسی تفریحی سفر سے لوٹ کر گھر جا رہے تھے' میپل کی بڑی بڑی ٹہنیاں اٹھائے' ٹرین پر سوار ہوئے۔

پتوں کا گہرا سرخ رنگ غماز تھا کہ انہیں کسی ٹھنڈے پہاڑی علاقے سے لایا گیا ہے۔

تھوڑی دیر بعد' ان کی پر غوغا گفتگو سے پتا چلا کہ وہ اے چی گو کے پہاڑی علاقے میں بہت اندر تک ہو کے آئے ہیں۔

شگو نے شوئی چی سے کہا۔ "شن شو میں میپل اپنے جوبن پر ہوں گے۔"

بہرحال' وہ اپنے پرانے گھر کے پہاڑوں پر اگنے والے جنگلی میپلوں کے بارے میں کم سوچ رہا تھا۔ زیادہ خیال گملے میں لگے قرمزی پتوں والے اس میپل کا آیا جو یاسوکو کی بہن کی وفات کے وقت یادگاری تختیوں کے درمیان رکھا تھا۔

ظاہر ہے اس وقت تک شوئی چی پیدا نہ ہوا تھا۔

وہ سرخ پتوں کو تکتا رہا جو اس قدر شوخ رنگ کی زبانی موسم کی کہانی سنا رہے تھے۔

شگو اپنے آپ میں آیا۔ لڑکی کا باپ اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

تو وہ باپ کا انتظار کر رہی تھی۔ یہ سوچ کر شگو کے دل کو کسی طرح تسلی ہو گئی۔

باپ کی ناک بھی چوڑی تھی' بیٹی کی ناک سے اس قدر مشابہ کہ اس یکسانیت سے مرتب ہونے والا اثر تقریباً مضحکہ خیز تھا۔ بالوں کا خط آغاز بھی ایک جیسا تھا۔ باپ نے سیاہی مائل فریم کی عینک لگا رکھی تھی۔

باپ بیٹی نے نہ تو آپس میں بات کی نہ ایک دوسرے کی طرف دیکھا' جیسے اجنبی ہوں۔ ابھی ٹرین ٹوکیو کے مضافات کے باہر بھی نہ پہنچی تھی کہ باپ سو گیا۔ لڑکی نے بھی آنکھیں بند کر لیں۔ دونوں کی پلکیں تک ایک جیسی معلوم ہو رہی تھیں۔

شوئی چی میں شگو کی اتنی زیادہ مشابہت نہیں تھی۔

اگرچہ شگو کو انتظار تھا کہ دونوں آپس میں' ایک بار ہی سہی' کوئی بات تو کریں لیکن کسی وجہ سے اس مکمل بے اعتنائی پر اسے رشک آیا۔

اس میں کوئی شک نہ تھا کہ وہ کسی پر امن خاندان کے رکن تھے۔

لہٰذا جب یوکو ہاما پہنچ کر لڑکی ٹرین سے اکیلی ہی اتر گئی تو شگو بھونچکا رہ گیا۔

درحقیقت وہ باپ بیٹی نہیں بلکہ مکمل اجنبی تھے!

شگو کو محسوس ہوا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔

جب وہ یوکوہاما میں رکے تو مرد نے آنکھیں تھوڑی کھولیں اور اول جلول انداز میں دوبارہ سو گیا۔

لڑکی چلی گئی تھی تو اب سامنے سویا ہوا ادھیڑ عمر کا آدمی شگو کو اول جلول معلوم ہونے لگا تھا۔

3

شگو نے کہنی سے شوئی چی کا ٹھوکا دیا۔ "تو وہ باپ بیٹی نہ تھے۔"

شگو کو امید تھی کہ شوئی چی اس بات میں بہت دلچسپی لے گا مگر شوئی چی نے کوئی خاص دلچسپی ظاہر نہ کی۔

"تم نے انہیں دیکھا کہ نہیں؟"

شوئی چی نے روا روی میں سر ہلایا۔

"بہت عجیب بات ہے۔"

شوئی چی کو معاملہ مطلق عجیب معلوم نہ ہوا۔

"شکلیں آپس میں ملتی تھیں۔"

"ہاں، میرے خیال میں ملتی تو تھیں۔"

آدمی سویا پڑا تھا۔ ویسے بھی شگو کی آواز ٹرین کے شور میں دب کر رہ جاتی۔ لیکن پھر بھی یہ نامناسب معلوم ہوا کہ بلند آواز میں کسی ایسے شخص کے بارے میں رائے زنی کی جائے جو سامنے موجود ہو۔

شگو نے نظر ہٹا لی۔ آدمی کی طرف دیکھتے رہنے پر بھی اسے جرم کا احساس ہوا۔ اور نظر ہٹائی تو اس پر اداسی چھا گئی۔

پہلے تو وہ اس آدمی کی وجہ سے اداس ہوا اور پھر اداسی کا رخ خود اس کی اپنی طرف ہو گیا۔

ٹرین ہودوگایا سے توتسوکا جا رہی تھی۔ بیچ میں دور تک کوئی سٹیشن نہ تھا۔

خزاں کے آسمان پر اندھیرا چھاتا جا رہا تھا۔

آدمی شنگو سے چھوٹا تھا لیکن پھر بھی پچپن اور ساٹھ کے درمیان تھا۔ اور وہ لڑکی — کیا عمر میں شاید کیکوکو کے برابر ہو گی؟ اس میں کوئی کیفیت ایسی نظر نہ آئی تھی جو کیکوکو کی آنکھوں کے اجلے پن سے مطابقت رکھتی ہو۔

لیکن، شنگو حیران ہو کر سوچتا رہا، یہ کیوں کر ہوا کہ لڑکی اس شخص کی اولاد نہ تھی؟

اس مسئلے پر اس نے جتنا غور کیا اس کا استعجاب اتنا ہی بڑھتا گیا۔

ایک دوسرے سے اتنی زیادہ مشابہت رکھنے والے لوگ بھی دنیا میں ہیں کہ انہیں صرف ماں یا باپ اور اولاد ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ بہر حال، یہ مشکل نظر آتا ہے کہ ایسے لوگ بڑی تعداد میں موجود ہوں۔ غالباً دنیا بھر میں صرف ایک ہی مرد تھا جو اس لڑکی کا جوڑ ہو سکتا تھا، صرف ایک ہی لڑکی تھی جو اس مرد کا جوڑ بن سکتی تھی۔ دونوں میں سے ہر ایک کے لئے بس ایک مرد یا ایک لڑکی۔ اور شاید دراصل دنیا بھر میں صرف ایک ایسا جوڑا تھا۔ وہ اجنبیوں کی طرح زندگی گزار رہے تھے اور کوئی اشارہ نہ ملتا تھا کہ ان کے درمیان کوئی رشتہ موجود ہے۔ شاید وہ ایک دوسرے کے وجود سے بھی بے خبر تھے۔

اور محض اتفاق سے انہوں نے ایک ہی ٹرین پر سفر کیا۔ پہلی مرتبہ یکجا ہوئے اور شاید آئندہ ان کی کبھی ملاقات نہ ہو گی۔ انسانی زندگی کی مدت میں، تیس منٹ۔ ایک دوسرے سے بات کئے بغیر بچھڑ گئے۔ پہلو بہ پہلو بیٹھے رہے۔ ایک دوسرے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ اور نہ یہ مشابہت ان دونوں میں سے کسی کی توجہ میں آ سکتی تھی۔ اور یہ جانے بوجھے بغیر کہ انہوں نے ایک کرامات میں حصہ لیا ہے وہ جدا ہو گئے۔

اور اس بات کی اعجوبگی نے صرف ایک آدمی کو متاثر کیا تھا اور وہ غیر تھا۔

شنگو حیران ہوتا رہا کہ آیا اس تمام واقعے کے اتفاقی شاہد ہونے کے ناتے وہ بھی کرامات میں حصہ لے چکا ہے۔

اس کا مطلب کیا تھا کہ ایک مرد اور عورت کو تخلیق کیا گیا جو باپ بیٹی معلوم

ہوتے تھے اور ان کی پوری زندگیوں میں سے صرف آدھا گھنٹا نکال کے' شکو کو دکھانے کے لئے' انھیں پہلو بہ پہلو لا بٹھایا گیا؟

وہاں وہ ایک مرد کے گھٹنے سے گھٹنا بھڑائے بیٹھی رہی جو صرف اس کا باپ ہو سکتا تھا۔ اور یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ اسے جس کا انتظار تھا وہ نہ آیا تھا۔

شکو بڑبڑا کر خود سے بس اتنا ہی پوچھ سکا کہ کیا انسانی زندگی میں یہی ہوا کرتا ہے؟

جب ٹرین تسو کا پہنچ کر رکی تو وہ آدمی کچھ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ سامان رکھنے کے خانے سے ہیٹ اٹھاتے اٹھاتے شکو کے قدموں میں گرا دیا۔ شکو نے ہیٹ اٹھا کر اس کے حوالے کیا۔

"شکریہ۔"

اس نے ہیٹ کو جھاڑنے کی زحمت بھی نہ کی۔ ویسے ہی سر پر رکھ لیا۔

"نہایت عجیب و غریب" شکو نے آخرکار محسوس کیا کہ وہ بنا کھٹکے بات کر سکتا ہے۔ "وہ اجنبی تھے۔"

"ان کی شکلیں ملتی تھیں مگر پہناوا نہیں ملتا تھا۔"

"پہناوا؟"

"عورت کو اپنے حلیے کا خیال تھا اور مرد پر پھٹکار برس رہی تھی۔"

"مگر یہ تو ہوتا ہی آیا ہے —— لڑکیاں اپنے بہترین لباس میں بنی ٹھنی اور ابا جی چیتھڑے ہلگائے۔"

"ان کے کپڑوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔"

شکو کو سر ہلا کر تائید کرنی پڑی۔ "لڑکی یوکوہاما میں اتر گئی۔ اور اس کے جانے کی دیر تھی کہ مجھے بھی لگا جیسے مرد کی حالت ابتر ہو گئی ہو۔"

"اس کی حالت شروع سے ابتر چلی آ رہی تھی۔"

"لیکن یہ سب اتنی جلدی جلدی ہوا۔ نہ معلوم کیوں' دل پر چوٹ لگی۔ اس آدمی کی عمر مجھ سے خاصی کم تھی۔"

"خیر' اب اس بارے میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہی" شوئی چی نے بات کو

مذاق میں ٹالنا چاہا۔ "نوجوان لڑکی ساتھ ہو تو بڈھوں کے منہ پر بھی رونق آ جاتی ہے۔ اباجی' اپنے بارے میں آپ کیا کہنا چاہیں گے؟"

"تم نوجوان لوگ جلتے ہو۔"

"قطعاً نہیں' اگر کوئی خوش شکل مرد کسی خوبرو عورت کے ساتھ نظر آئے تو خلش سی محسوس ہوتی ہے اور اگر لڑکی حسین ہو تو بدصورت بوڑھے پر ترس آنے لگتا ہے۔ آیئے' حسیناؤں کو بوڑھوں کے پاس ہی رہنے دیں۔"

لیکن شگو اب تک اسی جوڑے کے نرالے پن میں کھویا ہوا تھا۔

"شاید وہ اصل میں باپ بیٹی ہیں۔ شاید ایسی لڑکی ہے جسے باپ گھر سے باہر کسی کے بطن سے پیدا کرنے کے بعد چھوڑ چھاڑ کر چلا آیا۔ ان کا آپس میں کبھی تعارف نہیں ہوا اور انہیں معلوم ہی نہیں کہ ان میں باپ بیٹی کا رشتہ ہے۔"

شوئی چی کسی اور طرف دیکھنے لگا۔

شگو ذرا سا چونکا کہ وہ کیا بات کہہ گیا ہے۔

بہرحال' جب اشارے کنائے میں چوٹ کر ہی دی تو بات آگے بڑھانے کے سوا چارہ نہ تھا۔ "بیس سال بعد شاید ایسا ہی کوئی واقعہ تمہارے ساتھ پیش آ جائے۔"

"تو یہ تھی وہ بات جو آپ کہنے کی کوشش کر رہے تھے' یہی تھی نا؟ خیر' جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس طرح کا جذباتیت زدہ تقدیر پرست نہیں ہوں۔ گولیاں سیٹیاں بجا بجا کر میرے کانوں کے نزدیک سے گزرتی رہیں اور ایک بھی مجھے نہیں لگی۔ کیا پتا' چین یا بحرالکاہل کے جزیروں پر کہیں میرے ایک دو بچے موجود ہوں۔ جب آدمی کے کان کے پاس سے گولیاں سیٹیاں بجاتی گزرتی رہی ہوں تو اپنی ہی حرام کی اولاد سے ملاقات ہو جانے اور اسے پہچان نہ پانے کی سرے سے کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ آدمی کی زندگی کو تو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ اور اس کی کیا ضمانت ہے کہ کینو کے لڑکی ہو گی اور جب وہ کہہ چکی ہے کہ بچہ میرا نہیں تو میں اور کچھ معلوم کرنا نہیں چاہتا۔"

"جنگ کے دنوں کی بات اور ہے' امن کے دنوں کی اور۔"

"لیکن شاید ایک اور جنگ چھڑنے والی ہے اور شاید پچھلی جنگ مجھ جیسے لوگوں

کے اعصاب پر آج بھی سوار ہے۔ اب بھی ہمارے اندر کہیں نہ کہیں جاری ہے"
شوئی چی نے کچھ درشتی سے کہا۔ "لڑکی میں کوئی بات تھی جو تھوڑی سی عجیب لگ رہی تھی اور آپ اس پر مائل ہو گئے اور لگے طرح طرح کے خیالی تانے بانے جوڑنے۔ عورت بس ذرا سی مختلف دکھائی دی اور مرد شرطیہ اس کے جال میں پھنسا۔"

"اور اس میں ہرج بھی کوئی نہیں، کیوں؟ عورت ذرا سی مختلف ہوئی تو اس حاملہ کر کے چلتے بنے تاکہ پیدا ہونے والے بچے کو آپ سنبھالتی پھرے؟"

"مجھے بچہ نہیں چاہئے۔ وہ عورت آپ ماں بننا چاہتی ہے۔"

شگو خاموش ہو گیا۔

"وہ عورت جو یوکوہاما پہنچ کر اتر گئی —— وہ اپنی مرضی کی مالک ہے۔ بالکل آزاد۔"

آزاد؟"

"وہ شادی شدہ نہیں اور اگر آپ اسے بلائیں تو آپ کے پاس آ جائے گی۔ شاید کچھ ٹھسا دکھائے لیکن اس کے پاس شریفانہ زندگی گزارنے کے وسائل نہیں اور عدم تحفظ کے احساس سے تنگ آ چکی ہے۔"

یہ الفاظ سن کر شگو کو سخت ذہنی صدمہ پہنچا۔ "تو اب تم ان پستیوں میں گر چکے ہو" اس نے کہا۔

"کیکو کو بھی آزاد ہے" شوئی چی کے لہجے میں للکار تھی۔ "وہ کوئی سپاہی نہیں، کوئی قیدی نہیں۔"

"اپنی بیوی کے بارے میں یہ کہنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ تم نے اس سے یہ بات کی؟"

"کیا ہو جو یہ بات آپ خود اس تک پہنچا دیں۔"

"تم مجھ سے کہہ رہے ہو کہ اسے میکے بھجوا دوں؟" شگو جان لڑا رہا تھا کہ آواز قابو سے باہر نہ ہو۔

"بالکل بھی نہیں۔" شوئی چی بھی احتیاط سے اپنی آواز کو قابو میں رکھے ہوئے

تھا۔ "ہم کہہ یہ رہے تھے کہ یوکوہاما اترنے والی لڑکی آزاد تھی۔ آپ انہیں باپ بیٹی جو سمجھتے رہے تو آپ کے خیال میں اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ عمر میں کیکو کے برابر تھی؟"

شگو گڑ بڑا گیا۔ اسے گمان بھی نہ تھا کہ ایسی بات سننی پڑے گی۔" بات اتنی تھی کہ چاہے وہ باپ بیٹی نہ سہی مگر ایک دوسرے سے اتنے مشابہ تھے کہ واقعے پر کرامات کا دھوکا ہوا۔"

"جو کچھ دیکھا اس میں کوئی پہلو ایسا نہ تھا جس سے آدمی اتنا زیادہ مرعوب ہو جائے۔"

"میں تو مرعوب ہوا۔" لیکن یہ جتا دئے جانے کے بعد کہ اس کے ذہن پر کیکو کو سوار تھی شگو کو محسوس ہوا کہ اس کا گلا بھچا جا رہا ہے۔

میپل کی ٹہنیوں والے لوگ اوفونا اتر گئے۔

"میپلوں کو دیکھنے شن شو کیوں نہ چلیں؟" شگو نے پلیٹ فارم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جہاں ٹہنیاں نظر سے دور ہوتی جا رہی تھیں۔ "یاسوکو اور کیکو کو بھی ساتھ ہوں۔"

"میرا تو یہ ہے کہ میپل کے پتوں سے مجھے کوئی خاص لگاؤ نہیں۔"

"پرانے پہاڑوں کو ایک مرتبہ اور دیکھنا چاہتا ہوں۔ یاسوکو کہتی ہے کہ اسے خواب دکھائی دیتے ہیں کہ آبائی گھر کھنڈر ہوتا جا رہا ہے۔"

"خراب حالت میں ہے۔"

"ابھی تو موقع ہے۔ اس کی مرمت کرا دینی چاہئے۔"

"ڈھانچا مضبوط ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ سچ مچ کھنڈر میں تبدیل ہو چلا ہے۔ لیکن آپ نے اس کی مرمت شروع کرا دی تو —— مرمت کا حاصل کیا؟"

"ملازمت سے فارغ ہو کر شاید ہمیں زندگی گزارنے کے لئے کوئی جگہ درکار ہو اور پھر شاید تمہیں بھی کسی دن شہر دوبارہ چھوڑنا پڑ جائے۔"

"اس مرتبہ میں ساتھ نہیں چلوں گا۔ یہاں ٹھہر کر گھر کی دیکھ بھال کروں گا۔ کیکو کو جا کے پرانا گھر دیکھ آئے۔ وہ آج تک وہاں نہیں گئی۔"

"ان دنوں کیکو کو کس حال میں ہے؟"

"جی، اب میرا معاشقہ جو ختم ہو گیا ہے تو کچھ اکتاہٹ اکتائی نظر آتی ہے۔"

شگو طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

4

اتوار پھر آ گیا اور لگتا تھا کہ شوئی چی پھر پچھلی والی تلیا چلا گیا ہے۔

بڑے کمرے میں کشن پڑے تھے تاکہ انہیں ہوا لگ جائے۔ شگو نے انہیں ترتیب سے رکھا اور ان پہ، بانہہ پر سر دھر کے، خزاں کی گرماہٹ بھری دھوپ میں لیٹ گیا۔

وہیں نیچے پتھر کی سیڑھی پر تیرو دھوپ سینک رہی تھی۔

ناشتے کے کمرے میں یاسوکو اخباروں کا مٹھا گھٹنے پہ رکھے مطالعے میں مصروف تھی۔ غالباً دس دن کے اخبار اکٹھے ہو گئے تھے۔

جب کوئی دلچسپ خبر نظر آتی تو شگو کو سنانے لگتی۔ بیشتر اوقات شگو ہاں ہوں میں جواب دینے پر مائل نظر آتا۔

"کاش تم اتوار کو اتنے سارے اخبار پڑھنے کا مشغلہ ترک کر دو" شگو نے الکساہٹ سے کروٹ بدلتے ہوئے کہا۔

بیٹھک میں بنے محرابی طاق میں کیکو لال کاگا لوکیوں کو خوبصورتی سے ترتیب دے رہی تھی۔

"تمہیں پہاڑ پہ ملیں؟"

"جی۔ بہت خوبصورت لگ رہی تھیں۔"

"ابھی باقی ہیں کچھ؟"

"بس چند ایک۔ پانچ چھ۔"

اس کے ہاتھ میں جو بیل تھی اس سے تین لوکیاں لٹک رہی تھیں۔

ہر صبح شگو کو، ہاتھ منہ دھونے کے سٹینڈ سے، ہمپاس گھاس سے اوپر کہیں پہاڑ پر لال کاگا لوکیاں نظر آتی تھیں۔ یہاں بیٹھک میں ان کا چھچھا رنگ اور بھی زیادہ

ناب ناک معلوم ہو رہا تھا۔

اس کے حلقہ نظر میں کیکو کو بھی آ گئی۔

کیکو کو کے جبڑے سے گلے تک کے جسمانی خط میں کوئی ناقابل بیان تروتازگی تھی۔ شگو کو خیال آیا کہ یہ شادابی صرف ایک نسل کا حاصل نہیں اور جانے کیوں اداس ہو گیا۔

کیکو کو کا چہرہ ذرا دبلا معلوم ہو رہا تھا' شاید اس لئے کہ بالوں کی بناوٹ نے گردن اور گلے کو زیادہ نمایاں کر دیا تھا۔

ظاہر ہے شگو اول دن سے اس جسمانی خط اور صراحی دار گردن کے حسن سے آگاہ تھا۔ کیا عام دنوں کی بہ نسبت یہ حسن اس وقت اس لئے دوبالا ہو گیا تھا کہ کیکو کو خاصی دور تھی اور وہ ایک مختلف زاویے سے اسے دیکھ رہا تھا؟

شاید خزاں کی تابانی نے اپنی طرف سے حسن میں کچھ بڑھا دیا تھا۔

جبڑے سے گلے تک کا جسمانی خط سب سے بڑھ کر ایسی شادابی کا ترجمان تھا جو دوشیزگی سے بھرپور تھی۔ بہرحال' یہ خط تھوڑا سا بھرنا شروع ہو گیا تھا اور اس کا دوشیزہ پن جلد رخصت ہونے والا تھا۔

"صرف ایک خبر اور" یاسو کو نے آواز دی۔ "بہت دلچسپ ہے۔"

"اوہ؟"

"امریکا سے متعلق۔ کوئی جگہ ہے .فیلو' نیویارک۔ .فیلو۔ کار کے حادثے میں کسی آدمی کا کان کٹ گیا اور وہ ڈاکٹر کے پاس گیا۔ ڈاکٹر دوڑا دوڑا جائے حادثہ پر پہنچا' لہولہان کان ڈھونڈا اور دوبارہ لگا دیا۔ اور جب سے کان بالکل ٹھیک کام کر رہا ہے۔"

"کہتے ہیں کہ اگر تاخیر نہ کی جائے تو کٹی ہوئی انگلی بھی جڑ جاتی ہے۔"

"اوہ؟" کچھ دیر پڑھتے رہنے کے بعد جیسے اسے کچھ یاد آ گیا۔ "میں سمجھتی ہوں یہ بات میاں بیوی پر بھی صادق آتی ہے۔ اگر انہیں جلدی سے دوبارہ ملوا دیا جائے تو جڑ جائیں گے۔ لیکن بہت مدت ہو چکی۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو؟" شگو نے ویسے ہی کہہ دیا۔ اصل میں سوال نہیں کیا۔

"تمہاری رائے میں فوساکو کے ساتھ یہی کچھ نہیں ہوا؟"

"ائی ہارا تو غائب ہو چکا" شگو نے بے توجہی سے جواب دیا "اور ہمیں معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مرگیا۔"

"ارے ہم اگر کوشش کرتے تو اتنا تو پتا چل ہی جاتا۔ لیکن اب کیا ہو گا؟"

"تو بڑی بی اب بھی اپنے پچھتاوے سمیٹے بیٹھی ہیں۔ ان سے پیچھا چھڑا لو۔ ہم طلاق کا نوٹس کب کا بھجوا چکے۔"

"لڑکپن سے ایک ہی کام میں طاق چلی آ رہی ہوں : اس سے ہاتھ کھینچ لیا' بات صرف یہ ہے کہ فوساکو اور دونوں بچیاں میری آنکھوں کے سامنے ہیں اور میں حیران ہوتی رہتی ہوں کہ ان کا کیا بنے گا۔"

شگو نے کوئی جواب نہ دیا۔

"فوساکو کوئی حسینہ عالم تو ہے نہیں اور فرض کرو اس نے دوبارہ شادی کرلی۔ پھر تو سچ مچ کیکو کو پر بڑا بوجھ پڑ جائے گا کہ دونوں بچیوں کو بھی وہی سنبھالے۔"

"کیکو کو اور شوئی چی کو کہیں اور جا کے رہنا پڑے گا۔ اور پھر بچیوں کو پالنا پوسنا بڑی بی کے ذمے ہو گا۔"

"میں نہیں سمجھتی کہ کوئی مجھے آرام طلب کہہ سکتا ہے لیکن ذرا بتاؤ تو سہی میں کتنے سال کی ہو چکی؟"

"اپنی بہترین صلاحیتوں سے کام لو اور جو تم سے نہ ہو سکے اسے دیوتاؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ دو۔ فوساکو کہاں ہے؟"

"بدھ جی کو دیکھنے گئی ہیں۔ بڑی عجیب بچیاں ہیں۔ ایک دفعہ گھر لوٹتے ہوئے ساتو کو کار کے نیچے آنے سے بال بال بچی اور پھر بھی بدھ جی کی چوکھٹ میں دل اٹکا ہوا ہے۔ ہر وقت وہاں جانے کے لئے ٹھنکتی رہتی ہے۔"

"خود بدھ جی اسے بھا گئے ہیں' میں نہیں مانتا۔"

"معلوم یہی ہوتا ہے۔"

"جانے بھی دو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' فوساکو گاؤں نہ چلی جائے۔ شاید وہ اسے اپنی وارث بنا لیں۔"

"انہیں وارث کی ضرورت نہیں۔" شکو نے ٹکا سا جواب دیا۔
یاسوکو چپ چاپ اپنے اخبار پڑھتی رہی۔
"امی جان نے کان کی کہانی سنائی تو مجھے یاد آ گیا۔" اس دفعہ کیکوکو نے بات چھیڑی۔ "یاد ہے آپ نے کس طرح ایک دفعہ کہا تھا کہ جی چاہتا ہے اپنا سر کسی ہسپتال کو دے آؤں تاکہ اسے صاف اور بحال کر دیا جائے؟"
"ہم سورج مکھی کے پھولوں کو دیکھ رہے تھے جو سڑک پر چند مکان چھوڑ کے لگے ہوئے تھے۔ میرے خیال میں سر کی جھاڑ پونچھ کی ضرورت پہلے سے بھی زیادہ شدید ہو گئی ہے۔ اب میں کبھی کبھی وقت یہ بھی بھول جاتا ہوں کہ ٹائی باندھی کس طرح جاتی ہے۔ کوئی دن جاتا ہے کہ اخبار الٹا پکڑ کے پڑھنے لگوں گا اور اپنی غلطی کا احساس تک نہ ہو گا۔"
"میں اکثر اس بارے میں سوچتی ہوں کہ جب آپ سر ہسپتال چھوڑ کر آ جائیں گے تو کیسا لگے گا۔"
شکو نے کیکوکو کی طرف دیکھا۔ "بھئی میں سمجھتا ہوں یہ ایسا ہی ہو گا جیسے کوئی نیند کے ذریعے علاج کی غرض سے ہر رات اپنا سر ہسپتال چھوڑ آئے۔ مجھے ہمیشہ خواب دکھائی دیتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں : کہ جب ہوں دکھیا تو چلتی رہتی ہے رو حقیقت کی میرے خوابوں میں۔ کچھ یاد سا پڑتا ہے یہ مصرع کہیں کسی نظم میں پڑھا تھا۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میرے اپنے خوابوں کو حقیقت سے کوئی سروکار ہوتا ہے۔"
کیکوکو لوکیوں کو ترتیب دینے سے فارغ ہو کر جائزہ لے رہی تھی کہ سجاوٹ ٹھیک ہے۔
شکو بھی لوکیوں کو دیکھنے لگا۔ "کیکوکو۔ تم اور شوئی چی کہیں اور جا کر کیوں نہیں رہنے لگتے؟"
کیکوکو نے متحیر ہو کر اس کی طرف دیکھا اور اس کے قریب چلی آئی۔ "مجھے ڈر لگے گا" اس نے ہلکے سے کہا تاکہ آواز یاسوکو تک نہ پہنچ سکے۔ "مجھے ان سے ڈر آتا ہے۔"

"کیا اس سے الگ ہونے کا سوچ رہی ہو؟"

"اگر ان سے الگ ہو گئی تو پھر جی بھر کے آپ کا خیال رکھوں گی" کیکو کو نے متانت سے کہا۔

"تمہاری بد نصیبی۔"

"جب آدمی وہ کرے جو کرنا چاہتا ہو تو اسے بد نصیبی نہیں کہتے۔"

شگو چونک گیا۔ یہ جملہ گرم جوشی کے اولین اظہار کے مانند تھا۔ شگو کو جملے سے کسی طرح کے خطرے کی بو آئی۔

"تم میری دیکھ بھال میں بہت تندہی کا ثبوت دیتی ہو لیکن مجھے شوئی چی کے ساتھ خلط ملط کرنے کی غلطی نہ کر بیٹھنا۔ میرا خیال ہے تمہاری ایسی کوئی حرکت شوئی چی کو اور دور دھکیل دے گی۔"

"ان کی بعض باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔" معلوم ہوتا تھا کہ کیکو کو کا پیلا پڑا ہوا چہرہ شگو کی التجا کر رہا ہے۔ "کبھی کبھی میں بیٹھے بیٹھے اتنی خوف زدہ ہو جاتی ہوں کہ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔"

"مجھے پتا ہے۔ جنگ پر جانے کے بعد وہ بدل گیا۔ بعض دفعہ وہ جان بوجھ کر ایسا رویہ اختیار کر لیتا ہے کہ خود میں بھی اس کا عندیہ نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن اگر تم اس لہولہان کان کی طرح اس سے جڑی رہو تو شاید بات بن ہی جائے۔"

کیکو کو کی نظریں شگو پر جمی ہوئی تھیں۔

شوئی چی نے تمہیں بتایا کہ تم اپنی مرضی کی مالک ہو؟"

"نہیں۔" کیکو کو نے تجسس آمیز انداز میں شگو کی طرف دیکھا۔ "مرضی کی مالک؟"

"میں نے خود بھی اس سے پوچھا تھا کہ بیوی کے حوالے سے یہ بات کہہ رہے ہو تو تمہارا مطلب کیا ہے۔ مجھے گمان ہے کہ اس کی جزوی طور پر مراد یہ تھی کہ تمہیں زیادہ آزادی سے زندگی گزارنی چاہیے۔ یہ انتظام کرنا میرے ذمے ہے کہ تمہیں آزاد کر دیا جائے۔"

"آپ کہنا چاہتے ہیں کہ میں آزاد ہو جاؤں، آپ سے بھی تعلق نہ رکھوں؟"

"ہاں۔ اس نے کہا میں تمہیں بتا دوں کہ تم آزاد ہو۔"

اسی لمحے اوپر سے کوئی آواز آئی۔ شکو کو سچ مچ یہ لگا جیسے اس نے آسمان سے آنے والی کوئی آواز سنی ہو۔

پانچ چھ کبوتر، بہت نیچے اڑتے ہوئے، باغ کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک، ترچھا خط بناتے گئے۔

کیکو نے ان کی آواز سنی۔ وہ برآمدے کے کنارے جا کھڑی ہوئی۔

"تو کیا میں آزاد ہوں؟" اس نے کبوتروں کو اڑ کر جاتے دیکھ کر آنسوؤں میں بھیگی آواز میں کہا۔

تیرو سیڑھی چھوڑ کر اڑتے پرندوں کے تعاقب میں باغ کے پار دوڑی چلی گئی۔

5

رات کے کھانے پر خاندان کے ساتوں افراد موجود تھے۔

اس میں کوئی شبہ باقی نہ تھا کہ فوساکو اور اس کی بچیوں کا شمار بھی اب اہل خانہ میں ہونے لگا تھا۔

"سٹور پہ صرف تین ٹراوٹ بچے تھے" کیکو نے کہا۔ "ان میں سے ایک ساتوکو کے لئے ہے۔" اس نے ایک ایک ٹراوٹ شکو، شوئی چی اور ساتوکو کے سامنے چن دیا۔

"بچے ٹراوٹ نہیں کھاتے" فوساکو نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "نانی اماں کو دے دو۔"

"نہیں۔" ساتوکو نے اپنی پلیٹ زور سے پکڑ لی۔

"کتنا بڑا ٹراوٹ" یاسوکو نے سکون سے رائے ظاہر کی۔ "میں سمجھتی ہوں سال کے آخری ٹراوٹوں میں سے ہے۔ میں تو بس ایک آدھ لقمہ یہاں نانا ابا کے ٹراوٹ کا لے لوں گی۔ مجھے تمہارا ٹراوٹ نہیں چاہئے۔ کیکو شوئی چی کا تھوڑا سا ٹراوٹ لے سکتی ہے۔"

وہ تین گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ شاید انہیں رہنا بھی الگ الگ گھروں میں

چاہئے تھا۔

ساتوکو کی توجہ ٹراؤٹ پر مرکوز تھی۔

"مزے کا ہے؟" فوساکو نے تیوری چڑھا کر پوچھا۔ "لیکن کیسے غچلے پن سے کھا رہی ہے۔" فوساکو نے چمچہ گڑو کر کپانڈ* نکالا اور ننھی کو نیکو کو دے دیا۔ ساتوکو نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

"کپانڈ" فوساکو، شگو کے ٹراؤٹ کے کپانڈ کا ایک سرا کھوںٹتے ہوئے، بڑبڑائی۔

"پرانے وقتوں کا ذکر ہے جب ہم دیہات میں رہتے تھے۔ یاسوکو کی بہن کے شوق دلانے پر میں ہائیکو لکھنے لگا۔ ٹراؤٹوں کے بارے میں ہر طرح کی ترکیبیں ہیں: پت جھڑ کا ٹراؤٹ اور اترتا ٹراؤٹ اور زنگیلا ٹراؤٹ۔ اس طرح کے نام۔" شگو نے یاسوکو پر نظر ڈالی اور بات جاری رکھی۔ "اترتے ٹراؤٹ اور زنگیلے ٹراؤٹ یعنی وہ جو انڈے دے چکے ہوں اور بے حال ہو کر، تھکے ہارے، سمندر کو لوٹ رہے ہوں۔"

"بالکل میری طرح" فوساکو نے فوراً تبصرہ کیا۔ "ویسے صحت مند ٹراؤٹ کے طور پر بھی میں کہاں کی صورت دار تھی۔"

شگو نے ظاہر کیا جیسے یہ بات سنی ہی نہیں۔ "پت جھڑ میں ٹراؤٹ خود کو پانی کے رحم و کرم پر چھوڑتے ہوئے۔ اتھلے پانیوں میں سرگرم سفر ٹراؤٹ جنہیں خبر ہی نہیں کہ موت ان کا مقدر بن چکی ہے۔ اس طرح کی پرانی نظم۔ میرے خیال میں ان باتوں کا اطلاق مجھ پر بھی ہو سکتا ہے۔"

"مجھ پر" یاسوکو نے کہا۔ "کیا جب وہ انڈے دے کر سمندر کی راہ لیتے ہیں تو جا کے مر جاتے ہیں؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ ان کے ساتھ یہی کچھ پیش آتا ہے۔ لیکن بے شک کبھی کبھار ایسے ٹراؤٹ بھی نظر آ جاتے تھے جو جاڑوں کی رت گہرے تالابوں میں گزار دیتے تھے۔ یہ رہے سہے ٹراؤٹ کہلاتے۔"

"شاید میں اسی قسم کا ٹراؤٹ ہوں۔"

"میرے خیال میں یہاں مزید ٹھہرنا اپنے بس کی بات نہیں۔"

---

* ROE نر یا مادہ مچھلی کا بیضہ دان جس میں نطفہ یا انڈے موجود ہوتے ہیں

"لیکن جب سے گھر آئی ہو تمہارا وزن بڑھ گیا ہے" یاسوکو نے بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور تمہاری رنگت بھی نکھر چلی ہے۔"

"میں کب چاہتی ہوں کہ میرا وزن بڑھے۔"

"گھر سینا کسی گہرے تالاب میں چھپے رہنے کے مانند ہے" شوئی چی نے کہا۔

"میں نہیں چاہتی کہ بڑے عرصے تک یہیں پڑی رہوں۔ اس سے تو بہتر ہے سمندر کی طرف چل دوں۔ ساتوکو۔" اس نے آواز بڑھا کر کہا۔ "کانوں کے سوا تمہارے پاس کچھ نہیں بچا۔ بس کرو۔ انہیں اور نہ چھوڑو۔"

"ٹراوٹ کے بارے میں تمہاری باتیں سن کے ٹراوٹ کا مزہ جاتا رہا۔" یاسوکو نے کہا۔ اس کے چہرے پر تضحیک آمیز سی کیفیت تھی۔

فوساکو نے آنکھیں جھکا لیں۔ اضطراب کے مارے اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ پھر وہ حواس مجتمع کر کے بول ہی پڑی۔ "ابا جی۔ آپ مجھے کوئی چھوٹی موٹی دکان نہیں کھلوا دیتے؟ زنانہ آرائش کے سامان کی دکان' سٹیشنری کی دکان' کسی طرح کی سہی۔ مجھے اس سے بھی غرض نہیں کہ دکان شہر میں کہاں ہو۔ سڑک کنارے بنا کھوکھا بھی منظور ہے۔ کوئی جگہ جہاں لوگ بیٹھ کر پی پلا سکیں۔"

"کیا سمجھتی ہو' تم اس طرح کا کاروبار سنبھال لوگی؟" شوئی چی نے متعجب ہو کر پوچھا۔

"سنبھال لوں گی۔ گاہک عورت کی شکل چاٹنے تو نہیں آتے۔ سا کے پینے آتے ہیں۔ کیا تم اپنی پیاری پیاری بیگم سے میرا موازنہ کر رہے ہو؟"

"میرا یہ مطلب قطعاً نہیں تھا۔"

"ظاہر ہے' فوساکو دکان چلا سکتی ہیں" کیکوکو کے بیچ میں بول اٹھنے پر باقی سب حیرت زدہ رہ گئے۔ "اور اگر انہوں نے اس کام میں ہاتھ ڈالنے کی ٹھان لی تو میں کہوں گی کہ میری خدمات بھی حاضر ہیں۔"

"کیا کہنا۔ واقعی بڑا شاندار منصوبہ ہے" شوئی چی نے کہا۔ کھانے کی میز پر خاموشی چھا گئی۔

ان میں صرف کیکوکو کا چہرہ تمتا اٹھا تھا۔ منہ کانوں تک لال ہو گیا تھا۔

"اگلے اتوار کے بارے میں کیا خیال ہے؟" شگو نے کہا۔ "سوچتا رہا کہ کیسا مزہ آئے جو ہم سب میپل کے درخت دیکھنے گاؤں جا سکیں۔"

یاسوکو کی آنکھیں جگمگا اٹھیں۔

"کیکوکو بھی۔ کیکوکو نے ہمارا پرانا گھر تو دیکھا ہی نہیں۔"

"بصد شوق چلوں گی" کیکوکو نے کہا۔

شوئی چی اور فوساکو منہ تھتھائے چپ بیٹھے رہے۔

"گھر کی حفاظت کے لئے گھر پہ کون رہے گا؟" آخر فوساکو نے پوچھا۔

"میں" شوئی چی نے کہا۔

"نہیں، میں۔ اباجی، میں چاہتی ہوں کہ جانے سے پہلے آپ مجھے بتا دیں آپ کا جواب کیا ہے۔"

"میں تمہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دوں گا" شگو نے کہا۔ اسے کینو کا خیال آ گیا تھا جس کے متعلق سننے میں آیا تھا کہ نومازو میں لباس سازی کی چھوٹی سی دکان کھول بھی چکی۔ اور بچہ ابھی پیٹ میں تھا۔

کھانا جیسے ہی ختم ہوا شوئی چی میز پر سے اٹھ کر چلا گیا۔

شگو بھی، گدی کو سہلاتا ہوا جہاں ایک جگہ اینٹھی معلوم ہوتی تھی، اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کھوئی کھوئی نظروں سے بیٹھک میں جھانکا اور روشنی جلائی۔

"لڑکیاں نیچے کو جھک آئی ہیں" اس نے کیکوکو کو آواز دی۔ "ضرورت سے زیادہ بھاری معلوم ہوتی ہیں۔"

کیکوکو بظاہر برتنوں رکابیوں کے شور میں اس کی آواز نہ سن سکی۔

The Sound of the Mountain : Yasunari Kawabata

Urdu Translation: Muhammad Saleem-Ur-Rehman

Publisher : 1. Mashal Pakistan
RB-5, Second Floor,
Usman Block, New Garden Town,
Lahore-54600, Pakistan

2. Bookmark
Pak Chambers, 5-Temple Road, Lahore

Title Design: Humaira Mehmood

Printers: Sawera Art Press, Lahore

Price: HC. 190/-

ISBN ، 969 - 8225 - 06 - 4

This book is published by MASHAL & Bookmark. Mashal has been set up to help bring out quality books in Urdu and other languages. It is funded by the Netherlands Ministry of Development Cooperation, the Canadian International Development Agency (CIDA), Obor Foundation (USA) and DOEN Foundation, Netherlands.

For the publication of this book, Mashal is specially thankful to the Toyota Foundation for its financial support.

یہ کتاب مشعل اور بک مارک نے شائع کی ہے۔ مشعل ایک اشاعتی ادارہ ہے جو بحیثیت فاؤنڈیشن 1988ء میں لاہور میں رجسٹر ہوا۔ اس ادارہ کی جانب سے اردو اور انگریزی میں مختلف موضوعات پر کتابیں شائع کرائی جاتی ہیں۔ مشعل کو سیڈا (CIDA)' نیدرلینڈز کی منسٹری آف ڈیویلپمنٹ کوآپریشن' اوبور فاؤنڈیشن (یو ایس اے) اور DOEN فاؤنڈیشن' نیدرلینڈز سے مالی امداد ملتی ہے۔

مشعل اس کتاب کی اشاعت کے لئے ٹویوٹا فاؤنڈیشن کی مالی امداد کا ممنون ہے۔

بیسویں صدی میں جاپان میں بڑے بڑے ناول نگار سامنے آئے لیکن ادب کا نوبیل انعام جیتنے کا شرف یاسوناری کاواباتا کے حصے میں آیا۔ کاواباتا بسیار نویس نہیں۔ تھوڑا لکھا مگر خوب لکھا۔ "پہاڑ کی آواز" کے علاوہ اس کے ناولوں "برف دیس" اور "ہزار کونجیں" کا بھی بڑا چرچا ہوا۔

"پہاڑ کی آواز" ایک ساٹھ سالہ بوڑھے کی حسرتوں کی داستان ہے۔ بیانیہ کی سادگی متاثر کن ہے مگر جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کی تہ داری بھی کم قابل داد نہیں۔ ہم ایک چھوٹے سے کنبے کے روز و شب سے دوچار ہوتے ہیں جو کسی خارجی دباؤ کے بغیر خود اپنی ہی بے اطمینانی اور بے سمتی میں الجھ کر آہستہ آہستہ ٹوٹ پھوٹ رہا ہے۔ کنبے کے سربراہ کو پتا ہے کہ اس کی چاہت کبھی پروان نہیں چڑھ سکتی لیکن یہ ناآسودہ محبت ہی اس کی زندگی کو تھوڑی بہت معنویت اور سمت عطا کرتی ہے۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد کے دنوں کے جاپان کا یہ گھریلو سا قصہ شاید بہت سے پڑھنے والوں کو اپنی ہی روداد معلوم ہو۔

ISBN : 969-8225-06-4